سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا

القرآن: رَبَّنَآ اِنِّیۡۤ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِکَ الۡمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجۡعَلۡ اَفۡئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَہۡوِیۡۤ اِلَیۡہِمۡ وَارۡزُقۡہُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّہُمۡ یَشۡکُرُوۡنَ ﴿۳۷﴾ (سورۃ ابراہیم، ۳۷)

ترجمہ: یاالٰہی میں اپنی ذریت کو تیرے پاک گھر کے پاس اِس وادی میں جہاں کوئی کھیتی باڑی نہیں بساتا ہوں تاکہ یہ تیری نماز قائم کریں یاالٰہی تو لوگوں کے دلوں میں ڈال دے کہ وہ اِس طرف متوجہ رہیں اور اِن کو کھانے کو پھل عطا فرما تاکہ یہ تیرے شکرگزار بندے بنیں۔

اللہ جل شانہٗ فرماتے ہیں:

الحدیث: کُنۡتُ کَنۡزًا مَخۡفِیًا فَاَحۡبَبۡتُ اَنۡ اُعۡرَفَ فخلقتك محمدﷺ۔

''میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے حضرت محمدﷺ (اور بعد میں کائنات) کو پیدا فرمایا۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ

کُنۡتُ اَوَّلَ النبیین فی الخلق و آخرھم فی البعث۔

(سیرۃ الرسول ڈاکٹر طاہر القادری، ابن کثیر تفسیر القرآن العظیم ۳/ ۴۷۰)

ترجمہ: میں تخلیق کے لحاظ سے تمام انبیاء علیہم السلام سے پہلے (اور افضل) اور مبعوث ہونے کے اعتبار سے سب سے آخری (نبی علیہ السلام) ہوں۔

اور سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ

ان النبی (ﷺ) قال: کُنۡتُ نُوۡرًا بین یَدِیۡ رَبِّیۡ قبل خَلَقَ آدم علیہ الصلٰوۃ و السلام بأربعۃ عشر الف عام۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے چودہ ہزار سال پہلے اپنے رب کی بارگاہ میں نور کی صورت میں موجود تھا۔

(قسطلانی مواہب الدنیا، ۱/ ۴۷۔ سیرت الرسول (علیہ السلام) از ڈاکٹر طاہر القادری ۱۰/ ۴۵۳)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں: 

''میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان، کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کیا چیز پیدا فرمائی؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اے جابر بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے پہلے تیرے نبی کا نور (بغیر اپنے نور کو تقسیم کیے) اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ (کیونکہ خدا تعالیٰ کی ذات پاک بغیر تقسیم اور بغیر حلول اور اتحاد ہے) پھر وہ نور مشیت ایزدی کے مطابق جہاں چاہتا سیر کرتا رہا۔ اِس وقت نہ لوح تھی نہ قلم۔ نہ جنت تھی نہ دوزخ، نہ فرشتہ تھا نہ آسمان تھا۔ نہ زمین تھی نہ سورج تھا نہ چاند تھا نہ جن تھا نہ انسان تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اِرادہ فرمایا کہ مخلوقات کو پیدا کرے تو اِس نور کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا۔ پہلے حصے سے قلم بنایا۔ دوسرے سے لوح اور تیرے سے عرش۔ پھر چوتھے کو چار حصوں میں تقسیم فرمایا تو پہلے حصے سے عرش اُٹھانے والے فرشتے بنائے۔ دوسرے سے کرسی اور تیسرے حصے سے باقی فرشتے بنائے۔ پھر چوتھے حصے کو مزید چار حصوں میں تقسیم کیا تو پہلے حصے سے آسمان بنائے۔ دوسرے حصے سے زمین اور تیسرے سے جنت اور پھر دوزخ۔

اِس حدیث کو آج تک اتنے آئمہ محدثین نے روایت کیا ہے کہ یہ قبول عام کا درجہ حاصل کر چکی ہے۔

(قسطلانی مواہب الدنیا ۱/ ۷۱۔ عجلونی کشف الخفا ۱/ ۳۱۱ رقم ۸۱۱) (سیرت الرسول علیہ السلام اَز ڈاکٹر طاہر القادری ۱۰/ ۴۵۱)

اللہ جل شانہٗ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو حضور علیہ السلام کے نور مبارک کو آپ علیہ السلام کی پیشانی مبارک میں رکھا۔ پھر اِس کے بعد یہ نور پاک رحموں اور پاک پُشتوں سے ہوتا ہوا حضور علیہ السلام تک پہنچا اور حضور علیہ السلام تک تمام لوگ جن جن سے یہ نور منتقل ہوتا رہا موحد یعنی توحید یعنی صرف ایک خدا تعالیٰ کو ماننے والے تھے اور شرک کرنے والے نہیں تھے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد پاک ہے:

لم اَزل اُنْقَلُ مِن اَصلاب الطَّاھرین الی اَرحامِ الطاھرات و المشرکون نَجِسٌ۔

ترجمہ: کہ میں ابتدا سے آخر تک پاک لوگوں کی پشتوں سے پاک خواتین کے رحموں میں منتقل ہوتا چلا آیا۔

حضور علیہ السلام اپنا شجرہ نسب خود بیان فرماتے ہوئے حضرت عدنان پر آ کر ختم کر دیتے تھے اور اِس سے آگے نہیں بیان فرماتے تھے۔

حضور علیہ السلام کا نور مبارک سیدنا حضرت آدم علیہ السلام سے پے در پے پشتوں اور رحموں سے ہوتا ہوا سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام تک پہنچا۔ پھر یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تک منتقل ہوا۔ پھر یہ منتقل ہوتا ہوا عدنان تک پہنچا۔ پھر معد۔ نزار۔ مضر۔ الیاس مدرکہ (عامر) خزیمہ، کنانہ، نضر، مالک، فہر، غالب، لوئ، کعب، مُرّہ، کلاب۔ قصی، عبدالمناف (مغیرہ) ہاشم (عمرو) عبدالمطلب (شیبہ) عبداللہ، محمد رسول اللہ ﷺ۔

حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ جل شانہٗ نے پہلا نبی بنا کر اِس دنیا میں مبعوث فرمایا۔ زمین پر تشریف لانے کے بعد آپ علیہ السلام ایک مدت تک روتے اور اَسْتَغْفَار فرماتے رہے اور ایک دن خیال آیا کہ میں کیوں نہ حضور نبی کریم ﷺ کے

صدقے میں اللہ تعالیٰ سے استغفار مانگوں۔آپ علیہ السلام نے اللہ جل شانہٗ سے حضور علیہ السلام کے صدقے میں اُن کلمات ﷺ جو رب تعالیٰ نے اُن کو توبہ کے لیے سکھلائے تھے دعا مانگی تو اللہ جل شانہٗ نے وہ دعا قبول فرماتے ہوئے آپ علیہ السلام کو معاف فرما دیا کیونکہ وہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔اللہ جل شانہٗ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ اللام نے گندم کا دانہ بھول کر کھا لیا اور ہم نے اِس دانہ کے کھانے میں اُن کے دل میں کوئی عزم نہ پایا۔

یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر پاک اور اُس کی مشیت ایزدی کا علم پاک ہے کسی آدمی کو یہاں بولنے کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ تمام انبیاءِ اکرام گناہوں سے پاک اور معصوم ہوتے ہیں۔

اللہ جل شانہٗ نے حضرت آدم علیہ السلام سے پوچھا کہ تو نے حضور علیہ السلام کے نام (مبارک) کو کیونکر جانا۔آپ علیہ السلام نے عرض کی کہ میں نے یہ نام مبارک عرش مبارک پر اور جنت میں تیرے پاک نام کے ساتھ لکھا ہوا پایا۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تو میں نے دل میں خیال کیا کہ جس نام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ لکھا ہے۔وہ نہایت بابرکت ہے۔تو میں نے اِسی کے وسیلہ سے دعا مانگی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ میرے محبوب آخری رسول محمد (ﷺ) ہیں اور میں نے تمام کائنات کو پیدا فرمایا ہے اور اگر میں اِن کو پیدا نہ فرماتا تو میں کوئی بھی چیز پیدا نہ فرماتا۔

حضور نبی کریم رؤف الرحیم کا نور مبارک پاک رحموں اور پاک پشتوں سے ہوتا ہوا سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام تک پہنچا حضرت ابراہیم علیہ السلام کوفہ اور بصرہ کے درمیان مقام ”اُر“ اور بعض مؤرخین کے نزدیک بابل اور بعض کے نزدیک سَرس اور بعض کے ”کوفیٰ“ کو آپ علیہ السلام کی پیدائش کا شہر بتایا ہے زیادہ مؤرخین مقام ”اَر“ کو ہی پیدائش کا شہر بتاتے ہیں۔

اِس وقت بابل کی وسیع وعریض سلطنت کا حاکم نمرود تھا اور یہاں کے تمام لوگ بت پرست تھے۔آپ علیہ السلام کو شروع سے ہی بتوں سے بہت نفرت تھی۔ایک دن موقع پا کر جب کہ تمام لوگ اپنے مذہبی تہوار کو شہر سے باہر مَنا رہے تھے آپ نے ان کے بت خانے میں جا کر تمام بتوں کے سر قلم کر کے کلہاڑا اِن کے بڑے بت کے گلے میں ڈال دیا اور مٹھائیوں کے تھال بھی بڑے بت کے آگے رکھ دیے۔جب تمام لوگ واپس آئے تو اپنے بتوں کا حال دیکھ کر دم بخود ہو گئے۔فوراً یہ خبر پورے شہر میں پھیل گئی اور سب لوگ سمجھ گئے کہ صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی ہیں جو ہمیں بتوں کی پوجا سے روکتے ہیں۔

القرآن: قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗۤ اِبْرٰهِيْمُ ﴿٦٠﴾

ترجمہ: کہنے لگے ہم نے ایک جوان کے بارے میں سنا ہے جس کا نام ابراہیم (علیہ السلام) ہے۔(الانبیاء،٦٠)

القرآن: فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰۤى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ﴿٦١﴾

ترجمہ: کہنے لگے پھر پکڑ کر لاؤ اِن کو سب لوگوں کے روبرو۔شاید وہ اِس کے متعلق کوئی شہادت دیں۔(الانبیاء،٦١)

لوگ آپ کو پکڑ کر لے آتے ہیں اور پوچھتے ہیں۔

القرآن: قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا یٰٓاِبْرٰهِیْمُ ﴿۶۲﴾

ترجمہ: کیا ہمارے خداؤں کے ساتھ اے ابراہیم (علیہ السلام) آپ نے یہ حرکت کی ہے؟ (الانبیاء ۶۲)

آپ علیہ السلام نے لوگوں کو بتوں کی اصلیت سے آگاہ فرمانے کے لیے فرمایا کہ اپنے بڑے بت سے پوچھو کہ سب مٹھائی کے تھال اُس نے اپنے آگے رکھ لیے ہیں اور جس کلہاڑے سے بتوں کو توڑا گیا ہے وہ بھی اُسی کے پاس ہے۔

وہ سب شرمندہ ہو گئے۔

القرآن: ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ

ترجمہ: آخر کار یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے۔

القرآن: لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ یَنْطِقُوْنَ ﴿۶۵﴾

ترجمہ: (اے ابراہیم علیہ السلام) آپ جانتے ہیں کہ یہ بول نہیں سکتے۔ (الانبیاء ۶۵)

نمرود اِس کے سب اہلکار اور تمام لوگ اِس حقیقت کو مان گئے کہ یہ بت بول نہیں سکتے ہیں لیکن نمرود کو اپنا شاہی تخت جاتا دکھائی دینے لگا۔ اُس نے آپ کو کڑی سزا جو دوسروں کے لیے عبرتناک ہو دینے کے لیے آگ کا بہت بڑا آلاؤ روشن کرنے کا حکم دیا یہ اتنی بڑی آگ تھی کہ اِس کے نزدیک بھی نہیں جایا جا رہا تھا۔ آپ علیہ السلام کو اِس میں پھینکنے کے لیے ایک بہت بڑی منجنیق تیار کی گئی اور آپ علیہ السلام کو اِس میں بٹھا دیا گیا اور جب منجنیق کو کھینچ کر آپ علیہ السلام کو پھینکا گیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور کسی حکم کے متعلق عرض کی۔ آپ نے فرمایا:

اَمَّا اِلَیْكَ فَلَا۔

مجھے آپ کی امداد کی ضرورت نہیں۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی کہ اپنے خدا سے ہی دعا مانگیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

کفانیِ عِلْمُہٗ بِحَالِیْ مِن سُؤَالِیْ۔

ترجمہ: جب وہ میرے حالات کو جانتا ہے تو پھر سوال کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی۔ وہ اُس نورِ محمدی ﷺ کو جو آپ علیہ السلام کی پشت مبارک میں تھا کیسے آگ میں جاتا دیکھ سکتا تھا۔ اللہ جل شانہٗ نے آگ سے بڑی سختی کے ساتھ فرمایا:

قُلْنَا یٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِیْمَ ﴿۶۹﴾

ترجمہ: فرمایا گیا اے آگ ٹھنڈی اور ابراہیم (علیہ السلام) کے لیے سلامتی والی ہو جا۔ (الانبیاء ۶۹)

اے آگ خبردار میرے ابراہیم (علیہ السلام) کا بال بھی بیکا نہ کرنا اور واقعی جب آپ علیہ السلام اِس آگ میں تشریف لائے تو وہ آگ مہکتے پھولوں میں تبدیل ہو چکی تھی۔

لیکن افسوس کہ نمرود جو اپنے آپ کو خدا کہتا تھا اتنا کچھ دیکھنے کے باوجود ایمان نہ لایا۔ اِس سے پہلے بھی وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مناظرہ کر چکا تھا تو آپ علیہ السلام نے اِس سے فرمایا تھا کہ میرا خدا تو لوگوں کو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے تو اُس نے بھی دو آدمیوں کو لا منگوایا ایک کو پھانسی کا حکم ہو چکا تھا۔ اُس کو معاف کر دیا اور ایک بے گناہ تھا اُس کو قتل کر دیا گیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دیکھ کر اِس کو فرمایا کہ میرا خدا تو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے اے نمرود اگر تو سچا ہے تو سورج کو مغرب سے نکال کر دکھا تو آپ علیہ السلام کے اِس جواب سے وہ اپنا سامُنہ لے کر رہ گیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اِس جھوٹے خدا کو اِس طرح ذلیل کیا کہ ایک حقیر مچھر اُس کے ناک سے اُس کے دماغ میں چلا گیا جب وہ تکلیف دیتا تو وہ لوگوں سے کہتا کہ میرے سر میں جوتے مارو اور اِسی طرح یہ خدائی کا جھوٹا دعویدار مغرور ہلاک ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی غرور و کبر و بڑائی اور خود پسندی یعنی اپنے آپ کو بڑا کچھ سمجھنا یا دیکھنے سے پناہ عطا فرمائے۔

بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں کے نفس بھی فرعون سے کم تر نہیں ہیں۔ فرق یہ ہے فرعون کو وہ حالات واقعات میسر آ گئے تھے اور ہم لوگوں کو وہ حالات واقعات میسر نہیں ہیں۔ حضور علیہ السلام کی ایک دعا ہے کہ یا اللہ ہم کو پلک جھپکنے کے لحظہ کے لیے بھی اپنے نفس کے حوالے نہ فرما۔

اور نفس ایسا واقعہ ہوا ہے کہ جب یہ گناہ پر آمادہ ہوتا ہے تو بزرگ فرماتے ہیں کہ اِس کو خدا اور اُس کے رسول علیہ السلام کے واسطے بھی دو جنت کا لالچ دو اور دوزخ سے بھی ڈراؤ تب بھی یہ کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر اپنی راہ نکال لے گا۔

لیکن جب آپ اِس کو بھوک دیں گے تو پھر یہ آپ کے آگے بے بس ہو کر ہمت ہار دے گا اور پھر یہ آپ کے لیے خدا تعالیٰ کی راہ کی سواری بن جائے گا لیکن اِس کے لیے ایک پیر کامل چاہیے جو آپ کی تربیت کر سکے اگر معمولی دنیا کی تعلیم کے لیے اول کلاس سے لے کر اعلیٰ کلاسوں تک تمام زندگی تعلیم حاصل کرتے گزر سکتی ہے تو خدا اور اُس کے رسول علیہ السلام کی راہ سلوک کو طے کرنے کے لیے کیا ایک اُستاد کی ضرورت نہیں؟ کیا قرآن پاک کو جاننے کے لیے جس کی تفسیر بیان کرنے سے اور جس کے کلمات کو لکھنے سے سمندر عاجز آ سکتے ہیں تو کیا آپ خود ہی پڑھ کر اُس کو سمجھ سکتے ہیں۔

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِىْ بِهٖ كَثِيْرًا ۔

ترجمہ: (اِسے پڑھ کر) بہت لوگ گمراہ ہو جاتے ہیں اور بہت سے ہدایت پا جاتے ہیں۔

کافر لوگ جب اِس قرآن پاک کو پڑھتے تو کہتے تھے کہ اس کو نعوذ باللہ حضور علیہ السلام نے خود بنا لیا ہے۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝۲

ترجمہ: یہ ہدایت ہے متقی لوگوں کے لیے (یہ غور طلب بات ہے۔)

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝۳۲



ترجمہ: اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان فرما دیا ہے۔ تو کوئی ہے جو سوچے سمجھے۔

القرآن: أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ﴿٢٤﴾

ترجمہ: کیا یہ قرآن میں غور نہیں کرتے یا کہ اِن کے دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں۔

لیکن یہ سب کام اُس وقت تک نہیں ہو سکتے جب تک پیر کامل کی نظر اِس کے دل پر نہ ہو۔

اور ہاں یہ بھی بات ہے کہ وہ پیر جو خود مکمل نہیں ہے اپنے مریدوں کو کیونکر مکمل کر سکتا ہے؟

اور بزرگ فرماتے ہیں کہ جس کا کوئی پیر نہ ہو تو حضور داتا گنج بخش حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کشف المحجوب پڑھے تو اُس کی برکت سے اُسے پیر کامل میسر آجائے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل وکرم کا مالک ہے۔

سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر جو لوگ ایمان لے آئے تھے نمرود کے مَرنے کے بعد بھی وہاں کے لوگ آپ پر ظلم وستم کرتے رہے تو آپ علیہ السلام اپنے پیروکاروں کے ساتھ بابل ونینوا کی عظیم سلطنت کو چھوڑ کر حَران سے ہوتے ہوئے مصر تشریف لے آئے اور یہاں رہنے لگے۔

آپ علیہ السلام کی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا بہت نیک سیرت اور خوبصورت بھی تھیں۔ یہاں کا بادشاہ فراعنہ کے پہلے خاندان کا فرعون تھا۔ اُس کو کسی طریقے سے آپ رضی اللہ عنہا کے حُسن کا پتہ چل جاتا ہے تو وہ آپ کو اپنے دربار میں بلاتا ہے اور جب بُری نیت سے آپ کی طرف اپنا ہاتھ بڑھاتا ہے تو اُس کا ہاتھ وہیں خشک ہو جاتا ہے اور وہ نہایت تکلیف میں بلبلاتا ہے اور پھر بڑی عاجزی کے ساتھ آپ کے آگے عرض کرتا ہے کہ میرے ہاتھ کو ٹھیک کرنے کے لیے اپنے رب تعالیٰ سے دعا مانگیں۔ آپ کو اس پر رحم آجاتا ہے اور آپ دعا فرماتی ہیں کہ اگر یہ سچا ہے تو اِس کا ہاتھ ٹھیک ہو جائے اُس کا ہاتھ ٹھیک ہو جاتا ہے۔

اِس بادشاہ کی ایک بیٹی ہاجرہ تھیں۔ بادشاہ نے آپ کی کرامت دیکھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نبوت کے متعلق سُنا تو اپنی بیٹی کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجیت میں دینے کو اپنا فخر خیال کیا اور اپنی بیٹی کو آپ علیہ السلام کی زوجیت میں دے دیا۔ (رحمت للعالمین ۲/ ۴۶۔۴۵) (ضیاالنبی ۱/ ۳۸۲)

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا کی بیٹی تھیں اور آپ کے چچا کا نام ہاران اکبر تھا۔ واضح رہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السالم کے ایک بھائی کا نام بھی ہاران تھا۔ بعض لوگ یہ غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے نعوذ باللہ اپنی بھتیجی کے ساتھ شادی کی کیونکہ اُس وقت کی شریعت میں یہ جائز تھی۔ حالانکہ اصل بات یہ ہے کہ آپ نے اپنے چچا کی بیٹی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی فرمائی تھی۔ (تاریخ طبری ۱/ ۱۲۵۔ضیاالنبی ۱/ ۳۸۰)

اِن کے ہاں نوے برس کی عمر میں اولاد ہوئی تھی۔ اللہ جل شانہٗ نے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک فرزند عطا فرمایا۔ آپ علیہ السلام نے اِس کا نام اسماعیل (علیہ السلام) رکھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مصر کے حالات کو نامناسب خیال فرماتے ہوئے یہاں سے ہجرت فرمائی اور ملک شام میں فلسطین کے ایک مقام ''السبع'' میں تشریف لے آئے اور یہاں رہائش اختیار فرمالی۔ یہاں نزدیک ہی پیدل تقریباً ایک دن رات کے فاصلے پر آپ کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام ''المؤتفکہ'' میں رہائش پذیر تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب ''السبع'' کے باشندوں نے تنگ کیا تو آپ یہاں سے بھی ہجرت فرما کر رملہ اور ایلیا کے درمیان ''قط'' نامی آبادی میں تشریف لے آئے۔

یہاں پر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر مبارک جب ایک سو بیس سال ہوئی اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک نوے سال کی ہوئی تو وہ فرشتے جو حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے لیے عذاب لے کر آئے تھے۔ اُنہی فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو ایک فرزند کی خوشخبری عطا فرمائی۔ (ضیاء النبی ۱/ ۳۸۳۔ تاریخ طبری ۱/ ۱۲۷)

اِس سے پہلے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت ہوئی تھی تو آپ علیہ السلام اپنے بیٹے اور اپنی بیوی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو کچھ عرصے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے مکہ مکرمہ میں لے آئے اور حرم کعبہ میں کعبہ شریف جو کہ اُس وقت تعمیر نہیں ہوا تھا کے پاس بے آب وگیاہ وادی میں صرف کھجوروں کا چند روز کا کھانے کا سامان دے کر رخصت ہونے لگے تو آپکی بیوی حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے پیچھے لپکیں کہ ہمیں کس کے پاس چھوڑ کر جارہے ہیں۔ آپ علیہ السلام خاموش رہے۔ انہوں نے پھر سوال کیا آپ پھر خاموش رہے۔ تیسری دفعہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ کیا اللہ تعالیٰ کے حکم سے چھوڑ کر جارہے ہیں تو آپ علیہ السلام نے اثبات میں اشارہ فرمادیا۔ اِس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام شیر خوار تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک ٹیلے کے پیچھے جا کر اللہ جل شانۂ سے دعا فرمائی کہ اے اللہ تعالیٰ میں نے آپ کے حکم سے اپنی زریت کو ایسی جگہ جہاں کوئی کھیتی باڑی نہیں ہے آپ کے گھر کے پاس لابسایا ہے۔ تاکہ یہ نماز پڑھیں یااللہ تو لوگوں کے دلوں کو اِن کی طرف مائل فرمادے اور اِن کو پھلوں سے روزی عطا فرما تاکہ یہ شکر ادا کریں۔''

سبحان اللہ بے آب وگیاہ وادی میں جہاں دور دور تک کوئی آدمی بھی نظر نہیں آرہا تھا۔ میں نبوت کی نظر کتنی دور تک دیکھ رہی ہے۔ یہ اُن سادہ لوح لوگوں کے لیے مقام عبرت ہے جو یہ کہتے ہیں کہ نبی (نعوذ باللہ) کچھ نہیں جانتا ہے ہاں بذات خود تو کوئی بھی کچھ نہیں جان سکتا ہے لیکن جب اُسے اللہ تعالیٰ بتلائے اُس کو غیب کی خبریں عطا فرمائے تو وہ سب کچھ جان سکتا ہے غیب کی خبریں بیان فرما سکتا ہے اور نبی کا معنی ہی غیب کی خبریں بتانے والا ہے۔

سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام جب تشریف لے جاتے ہیں اور نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں اور ماں بیٹا اِس وادی میں اکیلے رہ جاتے ہیں تو حضرت اسماعیل علیہ السلام جو ابھی شیر خوار ہیں پیاس سے بلکنے لگ جاتے ہیں اور مسلسل سفر و فاقے سے ماں کی چھاتی میں دودھ بھی ختم ہو چکا ہے۔ ماں سے بچے کی پیاس برداشت نہیں ہوتی ہے وہ بچے کو نشیب میں بٹھا کر دوڑتی ہوئی صفا کی پہاڑی پر جاتی ہیں تاکہ کہیں کوئی پانی وغیرہ نظر آسکے لیکن کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی دور مروہ کی پہاڑی نظر آتی ہے صفا کی پہاڑی سے نیچے اُترتی ہیں اور نشیب میں سے دوڑتی ہوئی بچے کی طرف دیکھتی ہوئی گزر کر مروہ کی پہاڑی کے اوپر

تشریف لاتی ہیں اور قرب و جوار میں پانی وغیرہ کی تلاش کرتی ہیں شاید کوئی قافلہ وغیرہ ہی نظر آجائے لیکن کچھ نظر نہیں آتا ہے پھر آپ نیچے اُترتی ہیں اور پھر نشیب کو دوڑتے ہوئے بچے کی طرف دیکھتی دیکھتی بے قراری کے عالم میں صفا کی پہاڑی پر قرب و جوار میں پانی کو دیکھنے یا کسی بستی یا قافلہ وغیرہ کو دیکھنے کے لیے تشریف لے آتی ہیں لیکن پھر بھی کوئی چیز نظر نہیں آتی ہے آپ پھر بے قراری کے عالم میں دوڑتی ہوئی مروہ کی پہاڑی کی طرف جاتی ہیں اور جب آپ رضی اللہ عنہا سات چکر پورے فرماتی ہیں تو اچانک بچے کے پاس جہاں وہ پیاس سے اپنی ایڑھیاں رگڑ رہا ہوتا ہے پانی کا ایک چشمہ اُبلتا ہوا دیکھتی ہیں۔ ہاں اِسے اللہ جل شانہٗ کے حکم سے حضرت جبرائیل علیہ السلام جاری فرما دیتے ہیں کیونکہ اللہ جل شانہٗ بھی آپ کی ان دونوں کی بے قراری دیکھ کر بے قرار ہو جاتے ہیں اور اپنے پیارے نبی علیہ السلام جن کی ذریت میں اپنے پیارے محبوب پاک ﷺ کا نور جھلک رہا ہے کو بے قرار نہیں دیکھ سکے اور جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے نبی علیہ السلام کے معجزہ پر آپ علیہ السلام کی ایڑھیوں کے رگڑنے پر وہیں پانی کا چشمہ جاری فرما دیتے ہیں۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا پانی کو دیکھتے خوشی کے عالم میں دوڑتے ہوئے بچے کے پاس تشریف لاتی ہیں اور آس پاس کی مٹی کو پانی کے گرد اگرد اکٹھا کرتی ہوئی پانی کو ''زمزم'' ''زم زم'' پکارتی ہیں (ٹھہر جا۔ٹھہر جا۔(حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری ماں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا پر رحم فرمائے۔ اگر وہ پانی کو زم زم ٹھہر جا ٹھہر جا نہ فرماتیں تو یہ پانی جاری ہو جاتا (ہر جگہ پھیل جاتا۔)

کچھ عرصہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السالم کے ساتھ یہاں گزارہ کہ اتنی میں جرہم قبیلہ کے لوگ جو ملک شام کی طرف جا رہے تھے کا یہاں سے گزر ہوا۔ انہوں نے خشک پہاڑوں کے اوپر پرندوں کو اِدھر اُدھر اڑتے دیکھا تو ایک دوسرے سے کہنے لگ کہ یہاں پانی کا کوئی چشمہ معلوم ہوتا ہے جب اُنہوں نے قریب پہاڑی پر چڑھ کر نیچے دیکھا تو اُن کو ایک چشمہ کے پاس ماں بیٹا بیٹھے دکھائی دیے وہ لوگ آپ کے حاضر خدمت ہوئے اور مؤدبانہ عرض کی کہ اگر آپ اِن کو یہاں رہنے کی اجازت دے دیں تو بہت مہربانی ہو گی اور چشمہ کی مالک آپ ہی ہوں گی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے بخوشی اُن کو اجازت دے دی کیوں کہ لق و دق صحراؤں میں پانی کا چشمہ ایک بیش بہا نعمت تھی۔ اِس طرح کچھ عرصہ بعد اور لوگ بھی یہاں آ کر آباد ہونا شروع ہو گئے اور اِس طرح مکہ مکرمہ میں آبادی کی ابتداء ہوئی۔ (تاریخ طبری ا/ ۱۲۲۔ضیاالنبی ا/ ۳۸۴)

جب سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام تیرہ سال کے ہوئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ جل شانہٗ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو خواب میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں ذبح کرنے کا حکم فرمایا۔ آپ علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے حکم سے آپ علیہ السلام کو آگاہ فرمایا تو حضرت اسماعیل علیہ السلام بولے:

القرآن: يَٰٓأَبَتِ ٱفْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۖ سَتَجِدُنِيٓ إِن شَآءَ ٱللَّهُ مِنَ ٱلصَّٰبِرِينَ ﴿١٠٢﴾

ترجمہ: میرے والد بزرگوار! کر ڈالیے جو آپ علیہ السلام کو حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ (سورۃ صافات، ۱۰۲)

سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لٹایا اور اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لی تاکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی محبت آپ کو اِس کام سے نہ منع کرے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کو قبول فرماتے ہوئے جنت سے ایک دنبہ بھیج دیا۔ جب آپ نے چھری چلا ڈالی تو آنکھوں سے پٹی اُتاری تو دیکھا کہ ایک دنبہ ذبح ہوا ہوا تھا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام صحیح وسلامت تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا کہ" آپ نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا ہے۔"اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اِس کی جگہ ایک بڑی قربانی دے دی ہے۔ علماء اکرام بڑی قربانی سے مُراد سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی کربلا معلیٰ میں شہادت مُراد لیتے ہیں۔

دراصل اسماعیل علیہ السلام کی پشت مبارک میں حضور علیہ السلام کا نور مبارک جلوہ فرما تھا۔ چھری کی کیا مجال تھی کہ آپ کا گلہ کاٹتی۔ یہ تو اللہ جل شانہٗ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امتحان لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بڑے کڑے امتحان لیے جس کا جتنا رتبہ بڑا ہوتا ہے اُتنا بڑا اُس سے امتحان لیا جاتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ سب سے زیادہ تکالیف انبیاء اکرام علیہ السلام اجمعین پر آتی ہیں اور انبیاء علیہ السلام میں سب سے زیادہ تکالیف مجھ پر آئی ہیں۔ پھر جوں جوں کوئی انبیاء اکرام کے قریب تر ہوتا ہے یعنی اصحابہ اکرام اور اولیاء کرام اور پھر اُن کے قریب تر ہوتا ہے یعنی اصحابہ اکرام اور اولیائے صالحین اور پھر جوں جوں کوئی اولیاء اکرام کے قریب تر ہوتا ہے، اُس پر تکالیف ومصائب اُتنے زیادہ آتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عافیت کا میدان بہت بڑا ہے۔ اُس سے اُس کی عافیت کا سوال کیا کرو۔ یا اللہ ہم امتحانوں کے قابل نہیں ہیں ہم تجھ سے تیری عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ یا الٰہی حضور رحمت اللعالمین کے طفیل اور حضور علیہ السلام کے صبر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صبر کے صدقے میں رحم کی استدعا کرتے ہیں۔ یا رسول اللہ علیہ السلام ہم پر نظر کرم فرمائیں اور اللہ جل شانہٗ سے ہماری سفارش فرمائیں اور ہمیں دین و دنیا کی کسی آزمائش اور امتحان میں مبتلا نہ فرمائیں اور محض اپنے کرم سے ہمیں جنت الفردوس میں حضور علیہ السلام کے قرب میں جگہ عطا فرمائیں۔ یا الٰہی جنت میں تو نے جو حور و غلمان اور فرشتے مقرر فرمائے ہیں وہ بھی تو بغیر آزمائش وتکالیف ومصیبتوں کے وہاں رہ رہے ہیں یا الٰہی تو تو قادر مطلق ہے جو تو فرمادے تو تجھ سے پوچھنے والا کوئی نہیں اور جو ہم کریں اُس کی ہم سے پوچھ ہوگی۔ یا الٰہی حضور علیہ السلام کی تمام امت پر رحم فرما۔ اُن سے مصائب وتکالیف دور فرمادے اور جس جس مشکل میں کوئی گرفتار ہے اُس سے اُس کو رہائی عطا فرما اور خاتمہ بالخیر فرما اور جنت الفردوس میں ایسی جگہ عطا فرما کہ وہاں سے تیرے محبوب علیہ السلام کی دید ہوتی رہے۔ آمین ثم آمین بجاہ نبی کریم روؤف الرحیم ﷺ۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے سوائے حضور نبی کریم ﷺ جو کہ آخری نبی علیہ السلام ہیں اور کوئی نبی پیدا نہیں ہوئے۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک سو بیس سال کی عمر میں جبکہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک نوے سال تھی اللہ

جل شانہٗ نے اُن فرشتوں کے ذریعے خوشخبری دی تو جو قوم لوط علیہ السلام کی طرف عذاب لے کر آئے تھے اِس کا مفصل واقعہ قرآن پاک میں آتا ہے کہ کس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام اُن کے لیے پورا بچھڑا گھی میں بھون کر لے آئے۔ پھر جب دیکھا کہ یہ کھاتے نہیں تو خوف سا محسوس کیا۔ تو انہوں نے عرض کی کہ ہم اللہ تعالیٰ کے فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ کو اولاد صالح کی بشارت دینے آئیں ہیں تو آپ کی بیوی جو اوٹ میں سُن رہی تھیں بے اختیار بول اُٹھیں کہ بڑھاپے میں اولاد کی خوشخبری؟ جبکہ ہڈیاں بھی ساتھ چھوڑ رہی ہیں۔ فرشتے کہنے لگے کہ آپ لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم پر تعجب نہ کریں یعنی وہ ہر چیز پر قادر ہے اور پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے خوف جاتا رہا تو وہ فرشتوں سے قوم لوط علیہ السلام کے عذاب کے بارے میں جھگڑنے لگے تو اللہ جل شانہٗ نے فرمایا کہ اے ابراہیم علیہ السلام جانے دیں۔ اِس بات کا فیصلہ تو ہو چکا ہے۔

تو اِن فرشتوں نے جو اولاد صالح کی خوشخبری دی تھی۔ وہ سیدنا حضرت اسحٰق علیہ السلام تھے۔ جن کی اولاد سے دیگر انبیاء علیہ السلام اجمعین بہت بڑی تعداد میں تشریف لائے۔ اِن کی اولاد ملک شام کے آس پاس جا گزین ہوئی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کی جگہ مکہ مکرمہ منیٰ میں اور آپ کی اولاد ملک عرب میں جا گزیں ہوئی۔

اِدھر حضرت اسماعیل علیہ السلام جب بڑے ہوئے تو قبیلہ جرہم کے لوگوں نے اپنی بیٹی کا رشتہ آپ کو عطا فرما دیا لیکن یہ خاتون بہت تند مزاج تھیں کئی سال بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام آپ کی ملاقات کے لیے تشریف لائے تو حضرت اسماعیل علیہ السالم کو گھر پر موجود نہ پایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بہو کے اخلاق کو انبیاء کے مناسب خیال نہ فرماتے ہوئے اپنی بہو سے کہا کہ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام تشریف لائیں تو اُن سے کہنا کہ اپنے گھر کی دہلیز کو بدل دیں اور آپ تشریف لے گئے۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام گھر پر تشریف لائے تو بیوی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حلیہ بتایا کہ وہ تشریف لائے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ کیا اُنہوں نے کوئی پیغام بھی دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ اپنے گھر کی دہلیز بدل دیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ میرے پدر بزرگوار حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور وہ دہلیز تم ہو۔ لہٰذا آپ کے حکم کے مطابق میں تم کو طلاق دیتا ہوں۔

کچھ عرصہ بعد حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بنو جرہم کی ایک اور خاتون سے شادی کر لی۔ یہ خاتون بہت اچھی خوش اخلاق تھیں۔ جب کچھ عرصہ بعد دوبارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے تو پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام گھر پر نہیں تھے۔ آپ کی بیوی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لے جانے لگے تو آپ نے اپنی بہو سے فرمایا جب حضرت اسماعیل علیہ السلام تشریف لائیں تو اُنہیں پیغام دینا کہ اپنے گھر کی دہلیز برقرار رکھیں۔ چنانچہ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام تشریف لائے تو آپ کی بیوی نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے دروازے کی چوکھٹ کو برقرار رکھنے کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حکم سنایا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے والد بزرگوار نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہارے ساتھ رفیقہ حیات کی حیثیت سے زندگی برقرار رکھوں۔

واضح رہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ محترمہ آپ کی پہلی شادی کے بعد ہی وصال فرما گئیں تھیں۔

جب تیسری مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام گھر تشریف لائے تو اِس وقت آپ کی عمر تیس سال ہو چکی تھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اِس دفعہ اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کعبہ معظمہ کی تعمیر کے متعلق حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بتایا آپ نے فوراً لبیک فرمایا اور دونوں باپ بیٹا اِس عظیم کام میں مصروف ہو گئے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام پہاڑ سے پتھر توڑ توڑ کر لاتے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اُن کو کعبے شریف میں جوڑتے جاتے تھے۔

آج بھی مقام ابراہیم علیہ السلام پر جو پتھر وہاں پڑا ہے اس پتھر پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام پتھر چنتے تھے۔ اِس پتھر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاؤں کے نشانات جوتوں سمیت آج بھی نقش ہیں۔ اِسی کے متعلق اللہ جل شانہٗ فرماتے ہیں:

القرآن: وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ط

ترجمہ: اور مقام ابراہیم کو اپنا مصلیٰ بنا لیجیے۔ (سورۃ بقرہ، ۱۲۵)

ہر ایک کو طواف کے بعد یہاں دو نفل پڑھنے کا حکم ہے اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ مل کر سب سے پہلے کعبہ معظمہ کی تعمیر فرمائی۔

القرآن: وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ط

ترجمہ: اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کعبہ کی دیواریں بلند فرما رہے تھے۔

(سورۃ بقرہ، ۱۲۷)

کام مکمل فرمانے کے بعد اپنے لیے اپنے پیارے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لیے اور تمام امت کے لیے دعا مانگی اور خصوصی طور پر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہمارے پیارے نبی حضور علیہ السلام کے لیے دعا فرمائی۔

القرآن: رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ط اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۲۹﴾

ترجمہ: اے ہمارے رب بھیج اِن میں سے ایک برگزیدہ رسول (علیہ السلام) انہیں میں سے تا کہ پڑھ کر سُنائے اُنہیں تمہاری آیتیں اور سکھائے اِنہیں یہ کتاب اور دانائی کی باتیں اور پاک وصاف کر دے اِنہیں بے شک تو ہی بہت زبردست حکمت والا ہے۔ (سورۃ بقرہ، ۱۲۹)

حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے:

اَنَا دَعْوَةُ اَبِی اِبْرَاهِيْمَ۔

ترجمہ: یعنی میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں۔ 

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اپنے کام کو مکمل کر چکے تو اللہ جل شانہ نے آپ کو حکم دیا کہ

القرآن: اَذِّنۡ فِی النَّاسِ بِالۡحَجِّ

ترجمہ: آپ لوگوں میں حج کا اعلان فرما دیں۔

آپ نے عرض کی یا اللہ میری آواز کہاں تک پہنچے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ اعلان فرمائیں۔ آپ کی آواز کو میں مُردوں کی پشتوں اور عورتوں کے رحموں تک بھی پہنچا دوں گا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی آواز کو تمام انسانوں تک پہنچا دیا۔ حتیٰ کہ جو ابھی مردوں کی پشتوں اور عورتوں کے رحموں میں تھے۔ اُنہوں نے بھی اِس اعلان کو سُنا اور جس نے لَبَّیۡكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیۡكَ کہا وہ حج کی سعادت سے بہرہ ور ہو گیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جبرون کے مقام پر ایک سو پچھتر سال کی عمر میں وفات پائی۔

(ضیاالنبی ۱/ ۳۹۴۔تاریخ طبری ۱/ ۱۳۳)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے اِن کی دوسری بیوی جو قبیلہ جرہم سے تھیں۔ جن کا نام السیدہ بنت مضاض بن عمرو الجرہمی تھا۔ اِن کے بطن سے آپ کے بارہ فرزند پیدا ہوئے۔ علامہ طبری کے مطابق اِن کا نام نابت۔ قیدر۔ اوبیل۔ میشا۔ مسمع۔ دما۔ ماس۔ اُدو۔ وطور۔ نفیس۔ طما اور قیدمان ہیں اِس کے علاوہ آپ کی ایک صاجزادی بھی تھیں۔

آپ کی عمر مبارک ایک سو تیس سال کی ہوئی جب وفات کا وقت آیا تو آپ نے اپنے بھائی حضرت اسحاق علیہ السلام کو وصیت فرمائی کہ اُن کی بیٹی کی شادی وہ اپنے بیٹے ''عصیو'' سے فرمائیں۔

آپ کو اپنی والدہ ماجدہ کے پہلو میں ''مقام حجر'' میں دفن کیا گیا۔ (تاریخ طبری، ۱/ ۱۶۲۔ ۱۶۱) (ضیاالنبی ۱/ ۳۹۴)

آپ کے دو فرزندوں نابت اور قیدر کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے بڑی برکت ڈالی اور یہ پورے عرب میں آباد ہوئے۔ حضور علیہ السلام حضرت نابت کی اولاد میں سے ہیں۔ (سیرت النبی ابن اسحاق ابن ہشام، مطبوعہ ستمبر ۱۹۸۹ء صفحہ ۲۴ جلد ۱)

اللہ تعالیٰ حضور علیہ السلام کو پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل فرماتا رہا اور حضور علیہ السلام کے تمام آباء و اجداد توحید پرست تھے اور کسی میں بھی کوئی جاہلانہ رسوم نہیں پائی جاتی تھیں۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد بزرگوار سے وہ اپنے والد بزرگوار حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

الحدیث: ان النبی ﷺ قال خرجت من نکاح ولم اخرج من سفاح من لَّدُن اٰدمَ اَن ولدَنی ابی و امی۔ لم یصبنی من سفاح الجاھلیۃ شیءٌ۔ (ضیاالنبی ۱/ ۳۹۶)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں نکاح سے ظاہر ہوا ہوں میں ناجائز طریقہ سے ظاہر نہیں ہوا۔ آدم

علیہ السلام سے لے کر اِس وقت تک جب کہ میرے والد اور والدہ نے مجھے جنا مجھے زمانہ جاہلیت کی کسی غلط چیز نے نہیں چھوا۔

عکرمہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ قرآن پاک کی آیت شریف وَ تَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ کا مطلب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام ایک نبی علیہ السلام کی پُشت سے دوسرے نبی علیہ السلام کی پشت میں منتقل ہوتے رہے۔ (اور پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد حضور علیہ السلام ہی اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام ہوئے۔ یہاں تک کہ حضور علیہ السلام نبی ہو کر ظاہر ہوئے۔

حضور نبی کریم حضرت محمد ﷺ کا سلسلہ نسب جو کہ حضور علیہ السلام حضرت عدنان تک بیان فرماتے تھے یہ ہے۔ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدامناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزاذ بن معد بن عدنان۔

حضرت عدنان

عدنان پہلے شخص ہیں جنہوں نے بیت اللہ کو غلاف چڑھایا اللہ تعالیٰ نے شیاطین جن و انس سے ان کی حفاظت کے لیے فرشتے مقرر فرما دیے ہوئے تھے۔ اس لیے ان کا نام عدنان پڑا۔

ان کے والد کا نام ''ادو'' یا ''اُد'' تھا ان کے دو اور بھائی جو باپ کی طرف سے تھے اِن کا نام نبط اور عمرو تھا۔ یہ لوگ عرب کے لوگوں کے سردار تھے۔

علامہ ابن خلدون کے مطابق جب ''حضور'' شہر کے باشندوں نے اپنے نبی شعیب علیہ السلام کو شہید کیا تو اللہ تعالیٰ نے اَرمیاء علیہ اسلام جو بنی اسرائیل کے نبی تھے کو وحی فرمائی کہ وہ بخت نصر کو حکم دیں کہ وہ عرب پر چڑھائی کرے اور انہیں اس ظلم و بغاوت کی سزا دے کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت ان کے ہمراہ ہوگی نیز وہ عرب کے سردار عدنان کے بیٹے کو (ان کی عمر ابھی بارہ سال تھی) کو ہمراہ لا کر ان کی مناسب دیکھ بھال و تربیت فرمائیں کیونکہ قدرت ان کی پشت سے عظیم الشان نبی علیہ السلام پیدا کرنا چاہتی ہے۔

بخت نصر نے ملک عرب پر یلغار کی اور تمام اہل عرب کو جو عدنان کے پرچم تلے جمع تھے شکست دی اور بے شمار جنگی قیدیوں اور مال غنیمت کو تجت نسر ساتھ لے آیا۔ اور جنگی قیدیوں کو عراق میں دریائے فرات کے کنارے انباء شہر میں آباد کیا جس کو حضرت خالد بن ولید رحمتہ اللہ علیہ نے ۶۳۴ء میں فتح کیا۔

حضرت عدنان کی وفات کے بعد ان دونوں پیغمبروں نے عدنان کے بارہ سالہ فرزند حضور معد کو اپنے پاس لا کر اس کی مناسب دیکھ بھال فرمائی عدنان کی وفات کے بعد جب عرب ویران ہوگیا۔ اور بخت نصر نے بھی وفات پائی تو حضرت معد

نبی اسرائیل کے انبیاء علیہ اسلام کے ساتھ مکہ مکرمہ تشریف لائے اور حج بیت اللہ فرمایا اور انہوں نے اپنے خاندان کے دوسرے لوگوں کو بھی مختلف جگہوں سے بلا کر مکہ مکرمہ میں آباد فرمایا۔ (تارخ ابن خلدون البروت ۲ ۲۱۸ ضیا النبی)۔

حضرت معد

حضرت عدنان کی عمر اس وقت صرف بارہ سال تھی بخت نصر ان کو عرب سے نکال کر لے آئے اور اس کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ کے دو نبیوں نے ان کی تربیت فرمائی۔ یہ دو انبیاء اکرام ارمیاد اور حضرت بلشیاء علیہ اسلام اجمعین تھے۔

علامہ مادروی لکھتے ہیں کہ حضرت معد پہلے شخص تھے۔ جنہوں نے بنی اسماعیل کے شرف و جد کی بنیاد رکھی۔ انہوں نے تہامہ پر قبضہ کر لیا۔ اور آپ کے ہر حکم کی تعمیل کی جاتی تھی اور عرب کے مشہور شاعر مہلہل کے مطابق تہامہ کا علاقہ اسی وجہ سے خوشحال ہو گیا کہ وہاں حضرت معد کی اولاد سکونت پزیر ہو گئی۔ (اعلامہ انبوت الماوردی ۔ ۱۲۷ ۔ضیا النبی ۱ر ۴۰۳)

ان کو معد اس سے کہا جاتا تھا کہ یہ ہر وقت بنی اسرائیل کے خلاف جنگ و جدل کے لیے تیار رہتے تھے۔ اور حضور علیہ اسلام کے نور کی بدولت ہمیشہ فتح حاصل کرتے تھے۔ (سیرۃ النوبہ زینی وخلان ۱۔۲۱)

حضرت نزاد

جب ان کی پیدائش ہوئی تو ان کے باپ حضرت معد نے بہت سے اونٹ ذبح کیے اور بہت بڑی ضیافت کا اہتمام کیا اور بہت زیادہ لوگوں کو مدعو کیا۔ حضور علیہ السلام کا نور مبارک ان کی دو آنکھوں کے درمیان چمک رہا تھا اس وجہ سے ان کے باپ نے کہا کہ میں نے جو کچھ بھی خرچ کیا ہے۔ وہ اس بیٹے کے آگے بہت حقیر ہے۔ اس لیے ان کا نام نزاد پڑا۔

(سہل الہدی ۱۔ ۳۴۵)

یہ بہت حسین وجمیل تھے اور عقل وفہم میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا اور یہ جس بھی دربار میں جاتے بادشاہ ان کی بہت عزت کرتے تھے۔

حضرت مضر

یہ بھی نہایت حسین وجمیل تھے کیونکہ ان کی پیشانی میں بھی حضور علیہ السلام کا نور مبارک چمک رہا تھا۔ ان کا نام مضر اس لیے بڑا کہ جو کوئی بھی ان کو دیکھتا تھا ان پر فریفتہ اور شیدائی ہو جاتا تھا (سیرہ النویہ زینی وحدانی ۲۰) یہ چار بھائی تھے مضر۔ ربیعہ۔ ایار اور انہار۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ربیعہ اور مضر کو بُرا بھلا مت کہو کیونکہ وہ دونوں مومن تھے دوسری روایت کے مطابق

حضورعلیہ السلام نے فرمایا کہ مُضر کو بُرا مت کہو کیونکہ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دین پر تھے۔مضر کی قبر روحاء میں ہے۔

(سیدۃ النبویہ زینی دحلان ۱۔۲۰)

حضرت الیاس

اِنہوں نے سب سے پہلے جانور کی قربانی کعبہ شریف میں کی تھی۔

حضورعلیہ السلام نے فرمایا ہے کہ الیاس کو بُرا بھلا مت کہو وہ مومن تھے اہل عرب میں ان کی مثال ایسی تھی۔ جیسے لقمان حکیم کی اپنی قوم میں تھی۔(سیرۃ النبوۃ زینی دحلان ۱۔ ۱۹ ضیاالنبی ۱/۱۰۸۴)

آپ کے اقوال میں سے ہے کہ جوکوئی خیر کو بوتا ہے۔وہ خوشی کی فصل کاٹتا ہے اور جو بُرائی کو بوتا ہے وہ ندامت کی فصل کاٹتا ہے۔

جب حضرت الیاس جوان ہوئے تو بُرائیاں معاشرے میں پیدا ہوگئی تھی۔آپ نے ان کی تصیح فرمائی۔

(سہل الہدی ۱۔۳۴۱)

حضرت مدرکہ

ان کا اصل نام عمرو تھا ان کے ایک بھائی تھے ان کا نام عامر تھا۔ایک دن دونوں بھائی جنگل میں اپنے اونٹوں کے پاس بیٹھے تھے کہ اتنے میں ایک جنگلی ہرن ان کے پاس سے گزرا جس سے اونٹ بدک کر بھاگ کھڑے ہوئے ۔ دونوں بھائیوں نے آپس میں صلاح کی۔عمرو اونٹوں کو پکڑنے کے لیے دوڑے اور عامر شکار کو پکڑنے کے لیے دوڑے۔اور دونوں کامیاب ہوئے شام کو اپنے والد کو انہوں نے سارا واقعہ سنایا تو ان کے باپ نے عمرو کو کہا کہ تو مدرکہ ہے۔اور عامر کو کہا کہ تو طانجہ ہے۔ یہ دونوں بھائی اسی نام سے مشہور ہوئے ان کی والدہ چمن کے ایک قبیلہ کے تعلق رکھتی تھیں۔ یہ بہت سلیقہ شعار اور اوصاف والی عورت تھیں۔ ہر کوئی ان کو بہت قدر کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ یہ خندف کے لقب سے مشہور ہوئیں۔(تاریخ طبری ۳۔۱۸۹)

حضرت خزیمہ

ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ سب خصائص اور اچھے اخلاق ان کی زات میں جمع ہو گئے تھے ان کی والدہ کا نام سلمی بنت اسلم تھا۔ان کے ایک بھائی کا نام ہذیل تھا۔جو ان کے سگے بھائی تھے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مطابق خزیمہ کی وفات بھی دین ابراہیم علیہ السلام پر ہوئی۔(تاریخ طبری ۲۔۱۸۸،سہل الہدی ۱۔۳۳۸ بنیاالنبی ۱۔۴۱۰)

حضرت کنانہ

امام محمد یوسف کے مطابق کنانہ کا معنی ترکش ہے۔جس طرح ترکش تیروں کو اپنے اندر چھپا لیتا ہے اس طرح انہوں نے بھی اپنی ساری قوم کو اپنے جود و کرم سے اپنے دامن میں چھُپا لیا تھا۔اس لیے ان کا یہ نام زبان زد عام ہوگیا۔ان کی والدہ کا نام بحوانہ بنت سعد تھا۔اور ان کی کنیت ابو النضر تھی۔

ایک دن یہ حطیم میں سو رہے تھے کہ انہوں نے خواب دیکھا کہ انہیں کہا گیا کہ گھوڑے اونٹ تعمیرات اور دائمی عزت میں سے ایک چیز چن لو۔انہوں نے عرض کی کہ یارب مجھے تمام چیزیں عطا فرما چنانچہ حضور علیہ السلام کے صدقے میں ان کو تمام چیزیں عطا فرمائیں گئیں۔

عامر العداوتی کے مطابق جب کہ یہ بہت بوڑھے ہو چکے تھے اور دور دراز سے عرب لوگ ان کی زیارت کے لیے آتے تھے۔تو آپ ان سے فرماتے تھے کہ ایک نبی علیہ السلام کے ظاہر ہونے کا وقت قریب آگیا ہوا ہے وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی دعوت دیں گے ان کا نام مبارک احمد (ﷺ) ہوگا۔وہ اچھے اخلاق نیکی اور احسان کی تلقین فرمائیں گے۔پس اے اہل عرب تم اس نبی مکرم علیہ السلام کی پیروی کرنا اس سے تمہاری عزت و توقیر میں اضافہ ہوگا۔(سبل الہدی و ارشار ۱۔۳۳۸ ضیا النبی ۱۔۴۱۱)

حضرت نضر

یہ بہت خوبصورت تھے اس لیے ان کا نام نضر پڑا دراصل ان کا نام قیس تھا۔اور ان کی والدہ کا نام برہ بنت مر بن بن طانجہ تھا۔نضر کی اولاد کو قریش کہا گیا۔

کنانہ نے اپنی پہلی بیوی کے بھائی کی بیٹی کے ساتھ نکاح کیا تھا جس کا نام برہ بنت مر بن اُو بن طانجہ تھا ان کے شکم سے کنانہ کے فرزند النفر پیدا ہوئے تھے۔اتفاق سے کنانہ کی پہلی بیوی کا بھی یہی نام تھا۔لیکن ان سے ان کی کوئی اولاد نہ ہوئی اور وہ فوت ہوگئیں۔(سیر النبوی ﷺ از ینی دحلان ۱۔۲۱)

حضرت مالک

ان کی والدہ کا نام عاتکہ اور ان کا لقب عکرشہ تھا۔نضر کی اولاد قریش کے نام سے منسوب ہوئی اس کی متعدد وجوہ بیان کی گئیں ہیں۔

کیونکہ مالک کے والد نفر لوگوں کی ضروریات کو پورا فرمایا کرتے تھے اور حجاج کی ضروریات پوچھا کرتے تھے اور

ان کی والدہ بھی یہی کرتی تھی ۔اس لیے قریش کہلائے قریش قرش سے ماخوز ہے جس کا معنی تفشیش کرنا ہے ۔

ایک دن نفسر بن کنانہ اپنی قوم کی ایک مجلس میں تشریف لائے ۔ان کے چہرے کے ہیبت وقار کو دیکھ کر لوگ کہنے لگے ۔کہ دیکھو یہ ایک ''جمل قریش'' ہے ۔یعنی طاقتور سانڈ ہے ۔علاوہ قریش ایک بحری جانور کا بھی نام ہے جو چھوٹے چھوٹے سمندری جانوروں کو ہڑپ کر جاتا ہے ۔کیونکہ بنونفسر اپنی ہیبت سے سب پر چھا جاتے تھے اس لیے ان کا نام قریش پڑا اور اس سبب سے اِن کی اولاد قریش کہلاتی ہے اور بعض کے نزدیک جب قصی نے بنونضر کی اولاد کو عرب کے مختلف علاقوں سے مکہ میں اکٹھا کیا تو لوگوں نے کہا: تقریش بنو نضر آئ تجمعو یعنی بنونضر کی اولاد جمع ہوگئی ۔

علاوہ قریش کا لفظی معنی تقرش یعنی تجارت کرنا بھی ہے ۔کیونکہ یہ لوگ تجارت پیشہ تھے اس لیے ان کا نام قریش پڑا ۔

اور ابی سلمہ بن عبدالرحمن بن عوف روایت فرماتے ہیں کہ جب قصی حرم میں اترا اور اقتدار ہاتھ میں لے کر لوگوں کے کام کیے ۔اس لیے ان کو قریش کہا گیا اور یہ پہلے شخص تھے جنہیں قریش کے نام سے پکارا گیا ۔

(تاریخ طبری ۲۔۱۸۷ ضیاالنبی ا۔ ۴۱۳ تا ۴۱۵)

حضرت فہر

یہ جماع قریش لقب سے مشہور ہوئے ان کی والدہ کا نام جندلہ بنت عامر بن حارث بن مضاض الجرہمی تھا ۔یہ بھی اپنے قبیلہ کے سردار تھے ۔

جب حسان بن عبدالکلال الجمیری نے یمنی قبائل کے لشکر کے ساتھ اہل عرب پر اس لیے چڑھائی کی کہ وہ کعبہ کے پتھر اُٹھا کر ملک یمن سے لے جائیں اور وہاں پر کعبہ تعمیر کریں ۔تاکہ لوگ وہاں حج کے لیے آیا کریں تو فہر نے اپنے لشکر کے ساتھ مل کر یمنی لوگوں کو شکست دی اور عبدالکلال کو جنگی قیدی بنالیا گیا ۔

حسان بن عبدالکلال تین سال تک مکہ میں قید رہا ۔عربوں کا بھی کافی جانی نقصان ہوا تھا ۔افریں میں جذبہ کے بدلے اس کو رہا کیا گیا لیکن یہ یمن پہنچنے سے پہلے ہی راستے میں مرگیا ۔(تاریخ طبری ۱۸۶۲)

حضرت غالب

ان کی کنیت ابوتیم تھی یہ چار بھائی تھے غالب بن فہر حرث بن فہر اسد بن فہر اور ان کی ماں لیلیٰ بنت سعد بن ہذیل بن مدرکہ تھی ۔(سیرت ابن ہشام ا۔ ۷۴)

حضرت لوی

ابن اسحاق کے مطابق عامر بن فہر کے دو بیٹے پیدا ہوئے لوی بن غالب اور تیم بن غالب اور ان دونوں کی ماں سلمی

بنت عمرا الخزاعی اور تمیم بن غالب کی اولاد کو بنوالاورم کہتے ہیں۔ کیونکہ ان کی ٹھوڑی میں نقص تھا۔ (سیرت ابن ہشام ا۔ ۷۴)

اور پیر کرم شاہ صاحب کی تحقیق کے مطابق ''لوی'' کی والدہ کا نام عاتکہ بنت یخلد بن کنانہ تھا۔ قریش میں یہ پہلی عاتکہ نامی خاتون ہیں جن کا ذکر کرحضور علیہ السلام کے نسب مبارک میں آتا ہے۔

حضرت لوی کو اللہ تعالیٰ نے حکم اور حکمت سے نوازا تھا۔ بچپن سے ہی ایسے جملے آپ کی زبان سے نکلتے تھے۔ جو ضرب المثل بن جایا کرتے تھے۔ (سبل الہدی والرشاد ا۔ ۲۳۰ ضیاالنبی ا۔ ۴۱۶)

'' گویا کہ حضور علیہ السلام کے آباؤ اجداد چمکنے والے نمایاں ستارے تھے'' یہ الفاظ آج مورخہ ۶ شعبان المعظم ۱۴۳۵ھ بمطابق ۶ جون ۲۰۱۴ رات خواب میں کوئی غیب سے پکارا رہا ہے۔'' (احقر العباد نثار النبی)

حضرت کعب

گویا کہ جوں جوں آپ حضور علیہ السلام کا زمانہ قریب آرہا تھا۔ حضور علیہ السلام کا بڑی بے تابی سے انتظار ہو رہا تھا۔

حضرت کعب کی شخصیت کی بھی ایک بہت بڑی حیثیت تھی۔ وہ ہر جمعہ المبارک کو اپنے قبیلہ قریش کو اکٹھا کرتے اور انہیں وعظ ونصیحت اور اللہ تعالیٰ کی توحید کا درس دیتے تھے اور انہیں زمین وآسمان کی پیدائش اور دیگر مظاہر قدرت میں غور وفکر کا درس دیتے تھے اور لوگوں کو صدقہ وصلہ رحمی اور وعدہ کی پابندی کا درس دیتے اور انہیں بتاتے کہ آخری نبی علیہ السلام ان کی اولاد سے ہوں گے۔ اور اگر ان کی قوم کو حضور علیہ السلام کا عہد نصیب ہو۔ تو ان پر فوراً ایمان لے آئیں۔

امام محمد بن یوسفی کے مطابق از سبل الرشاد از ضیاالنبی ا۔ ۴۱۷ آپ کے خطبہ کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

سنو اور یاد رکھو۔ سمجھو اور سیکھو رات کی تاریکی چھا جاتی ہے اور دن کی روشنی پھیل جاتی ہے زمین پنگھوڑا اور آسمان پختہ چھت ہے۔ پہاڑ میخیں ہیں۔ اور ستارے نشانات ہیں۔ یہ تمام چیزیں بے مقصد پیدا نہیں کی گئیں تا کہ تم ان تکوینی آیات سے منہ پھیر لو۔ بعد میں آنے والوں کا حال بھی وہی ہوگا۔ جو پہلوں کا ہوا۔ مرد بھی عورت کی طرح ہے۔ انسان جوڑا جوڑا اور تنہا تنہا فنا کی طرف بڑھ رہا ہے۔ پس صلہ رحمی کرو اور اپنے وعدوں کا ایفا کرو۔ اپنے مسرال کی حفاظت کرو اور اپنے مالوں میں اضافہ کرتے رہو کیونکہ ان اموال پر ہی تمہاری مروت واحسان کا دارومدار ہے کیا کسی ہلاک ہونے والے کو دیکھا ہے۔ کہ وہ لوٹ کر آیا ہو۔ یا کسی مردہ کو دیکھا ہے وہ قبر سے اُٹھ کھڑا ہوا ہو دار آخرت تمہارے سامنے ہے۔ اپنے حرم کو آراستہ کرو۔ اور اس کی تعظیم کرو اس کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔ اس سے ایک بہت شاندار اہم خبر آئے گی۔ اور اسی سے ایک نبی ظاہر ہوں گے۔ یہی خوشخبری حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی امتوں کو دی اس کے بعد آپ شعر پڑھتے جن کا ترجمہ یہ ہے۔

ہر روز دن اور رات میں واقعات رونما ہوتے ہیں ہم پر ان کی رات اور ان کا دن یکساں ہے اور اچانک نبی کریم جن کا اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ تشریف لائیں گے۔ اور ہمیں ایسی خبروں سے آگاہ کریں گے۔ جن کا خبر دینے والا

سچا ہو گا۔ بخدا کاش اس وقت میرے کان اور آنکھیں میرے پاؤں اور ہاتھ صحیح ہوں تو میں اس دعوت کو پھیلانے کے لیے اس طرح سر بلند ہوں جیسے اونٹ کھڑا ہوتا ہے۔ اور اس طرح فخر و ناز سے چلوں جس طرح نر سانڈ چلتا ہے۔ اور اے کاش میں اس وقت موجود ہوتا جب کہ قبیلہ حق کو نامراد کرنے کے لیے مصروف عمل ہوتا۔"

کوئی ادنیٰ سا عقل والا بھی اس عبارت سے یہ سمجھ سکتا ہے کہ وہ دین ابراہیمی علیہ اسلام پر ایک خدا کے پیروکار تھے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد ۳۲۰۔۳۲۹)

حضرت کعب اور حضور علیہ السلام کے درمیان پانچ سو ساٹھ سال کا وقفہ ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلسلہ نسب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت کعب سے جا ملتا ہے۔

حضرت مرہ

حضرت مرہ کی کنیت ابو یقظہ تھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلسلہ نسب بھی یہاں آ کر حضور علیہ اسلام سے جا ملتا ہے۔ یہ حضور علیہ اسلام کے نسب کے اعتبار سے چھٹے دادا جان تھے۔ (محمد رسول اللہ ۱۱۔ضیا النبی ا۔۴۲۰)

حضرت کلاب

یہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تیسرے دادا ہیں اور یہاں آ کر حضور علیہ اسلام کے والد پاک اور والدہ پاک کا نسب آپس میں مل جاتا ہے۔ اور مشہور ہے کہ عربی مہینوں کے موجودہ نام انہوں نے تجویز کیے تھے۔

یہ کتوں کے ساتھ بکثرت شکار کیا کرتے تھے اس لیے ان کا نام کلاب پڑا۔

حضرت قصیٰ بن کلاب

ان کا نام قصیٰ اس لیے پڑا کیونکہ یہ مکہ سے شام میں جوان ہوئے۔قصی کے معنی دور کے ہیں۔ یہ حضور علیہ اسلام سے تقریباً چار سو سال پہلے پیدا ہوئے۔ ان کا نام زید تھا ان کے والد کلاب کی وفات کے بعد ان کی والدہ نے بنو قضاء کے ایک شخص ربیعہ حرام سے شادی کر لی تھی۔ وہ ان کو لیے کر شام کی سرحد پر عذرہ چلے گئے اور قصی بھی کم سنی میں ان کے ساتھ ہی شام چلے گئے۔ اور وہیں پرورش پائی اور جوان ہونے کے بعد ان کو کسی نے غریب وطنی کا طعنہ دیا تو ان سے برداشت نہ ہوا۔ انہوں نے اپنی والدہ سے واپس مکہ جانے کو کہا۔ والدہ نے کہا کہ بیٹا ابھی حج کا موسم آنے والا ہے۔ میں آپ کو کسی قافلے کے ساتھ مکہ بھیج دوں گی اس طرح آپ بحفاظت مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ یہاں ان کے ایک بھائی زید رہتے تھے۔ آپ ان کے پاس ٹھہرے۔ جب جوان ہوئے تو بنو خزانہ کے ایک سردار خلیل بن خبیشنہ کی لڑکی مجسی بنت خلیل سے شادی کر لی۔ ان سے آپ کے چار بیٹے عبدلزار۔

عبدالمناف، عبدلعزی، عبدبن قصی پیدا ہوئے۔خلیل کیوں کہ کافی بوڑھا ہوگیا تھا۔اس لیے اس نے کعبے کی متولیت اپنی بیٹی کو دے دی۔ بیٹی نے کہا کہ میں نہ دروازہ کھول سکتی ہوں نہ بند کرسکتی ہوں اس نے اپنے بیٹے ابوغبشان کو متولیت دے دی۔قصی نے شراب کے ایک مٹکے اور سارنگی کے عوض ان سے کعبے کو متولیت کا حق لیے لیا تو عرب میں جب کسی کو کوئی گھاٹا پڑتا تو لوگ کہتے اَخْسَرَ صَفْقَةٍ مِنْ اَبِیْ غَبْشَان یعنی یہ سودا ابوغبشان کے سودے سے بھی گھاٹے کا۔

بنوخزاعہ قصی کے متولی بننے پر سخت مشتعل ہو گئے اور نوبت جنگ پر پہنچ گئی قصی نے بھی اپنے بھائیوں کو مدد کے لیے بلایا۔اور اس طرح دوسرے ہمدرد قبیلوں کو بھی ساتھ ملایا۔ اور فریقین میں خوب جنگ ہوئی۔ دونوں طرف کے لوگ مارے گئے۔آخر میں دونوں فریقوں نے یعمر بن عوف بن کعب کو اپنا نائب مقرر کیا۔اس نے صحن کعبہ میں اپنا فیصلہ سنایا کہ فریقین کے مقتولوں کا خون معاف ہے اور میں قصی کو کعبے کا متولی بناتا ہوں۔ یہ ۴۴۰ء کا واقعہ ہے (علامہ ابن کثیر کامل۔سیرۃ النبویہ زینی دحلان رحمتہ اللعالمین ا۔ ۶۶۷ طبقات ابن سعد ا۔ ۷۲) قصی نے مندرجہ ذیل اصلاحات نافذ کیں۔

ا-رفادہ

قصی نے حاجیوں کے کھانے پینے کے اس انتظام کے لیے ایک فنڈ قائم کیا۔سب لوگوں نے اس میں خوب معاونت کی۔سب حاجیوں کو اس فنڈ میں سے کھلایا پلایا جاتا تھا۔بنی عباس کی ولادت کے دورتک یہ رفادہ کا انتظام جاری رہا۔

۲-حجابہ

اس سے مراد بیت اللہ کے دروازے کا کھولنا بند کرنا اور لوگوں کی امانتوں کو سنبھالنا اور کعبے کے نذرانے وصول کرنا تھا۔

۳-سقایہ

بہت سا پانی اکٹھا کر کے اس میں کشمکش ملائی جاتی تھی تا کہ یہ پانی میٹھا ہو جائے۔اور حاجیوں کو یہ پانی پیش کیا جاتا تھا۔

۴-ندوہ

یہ ایک قسم کی مجلس شوریٰ تھی یہ ایک بہت بڑی عمارت تھی جس کا دروازہ صحت کعبہ میں کھلتا تھا۔اہل مکہ کے نمائندے اس میں شامل ہوتے جن کی عمریں چالیس سال سے اوپر ہوتیں یہاں پر تمام امور کے متعلق فیصلے کیے جاتے تھے۔بچیوں کی شادیاں بھی یہیں ہوتی تھیں اور بچوں کے ختنے بھی یہیں ہوتے تھے۔قصی نے اس کا انتظام اپنے بڑے بیٹے عبداللہ کے سپرد کیا۔

۵-اللواء

خطرے یا لڑائی کے وقت ایک وسیع میدان میں ایک جھنڈا گاڑ جاتا تھا۔ اور تمام قریش فوری طور پر تیار ہو کر مقابلے کے لیے یہاں جمع ہو جاتے تھے۔

اس کے علاوہ قصی نے کعبہ شریف کی عمارت جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے چلی آ رہی تی۔ اور کافی بوسیدہ ہو چکی تھی کو شہید کر کے دوبارہ تعمیر کیا۔ اس لیے کعبے کی از سر نو تعمیر کا شرف بھی انہی کو حاصل ہوا۔

قصی نے اپنے تمام بیٹوں کو مناصب تقسیم کر دیئے سقایہ اور ندوہ عبد مناف جن کی اولاد سے حضور علیہ السلام تشریف لائے کو عطا کیا۔ اور حجابہ اور اللواء عبدالزار دیا۔ یعنی خانہ کعبہ کی خدمت اور جھنڈا ان کو دیا۔ اور ایام منیٰ میں حاجیوں کی میزبانی کا فریضہ عبدالعزیٰ کو سونپا یعنی عبدالعزیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی اپنا چولھا بھی نہیں جلا سکتا تھا۔ اور وادی کی حفاظت کی ذمہ داری عبد قصی کو سونپ دی۔ (سبل الہدیٰ ا۔ ۳۲۵ ضیا النبی ا۔ ۴۳۲)

قصی بہت زیرک اور سمجھدار تھے۔ اور آپ کے اقوال بھی بہت حکیمانہ ہیں۔ آپ نے فرمایا۔

۱۔ جس نے کسی سفلہ مزاج اور کمینہ صفت آدمی کا احترام کیا۔ وہ گویا اس کی کمینگی کا حصہ دار ہے۔
۲۔ جو شخص کسی قبیح چیز کو مستحسن سمجھتا ہے وہ اس قبیح چیز کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔
۳۔ عزت و تقریم سے جس کی اصلاح نہیں ہوتی۔ زلت و رسوائی اس کی اصلاح کر دیتی ہے
۴۔ جس نے اپنے حق سے زیادہ طلب کیا وہ محرومی کا حقدار ہے۔
۵۔ حاسد تیرا چھپا ہوا دشمن ہے۔

اور مرتے وقت انہوں نے اپنے بیٹوں کو نصیحت فرمائی کہ شراب سے بچے رہنا کیونکہ یہ بدن کو تو درست کر دیتی ہے۔ لیکن زہن کو برباد کر دیتی ہے۔ (سیرۃ النبویہ احمد بن زین رحلان ا۔ ۲۳)

حضرت عبد مناف

حضور علیہ اسلام کا نور ان کے چہرہ سے جھلکتا تھا۔ اسی وجہ آپ بہت ہی خوبصورت تھے اس لیے آپ کو قمر البطحا یعنی بطحا کا چاند کہا جاتا تھا۔ آپ کا اصل نام معیرہ تھا۔

آپ کے ذمہ سقایہ اور ندوہ کی خدمتیں تھیں بلکہ آپ کے دوسرے بھائی عبداللہ کے ذمہ حجابہ اور لواء کی ذمہ داری تھی۔ جب تک یہ دونوں بھائی زندہ رہے ایک دوسرے کا احترام کرتے رہے۔ لیکن بعد میں اولاد میں آپس میں عہدوں کے متعلق اختلاف پیدا ہو گیا۔

حضرت ہاشم

حضور علیہ اسلام کے جد امجد حضرت ہاشم بن عبدمناف تھے آپ کا نام عمرو تھا آپ کے دوسرے بیٹے عبدمناف عبدالشمس بن عبدمناف اور نوفل بن عبدمناف تھے۔

عبدمناف اور عبدالدار کی وفات کے بعد ان کی اولاد میں عہدوں کا اختلاف پیدا ہوگیا۔ اور نبی عبدمناف چونکہ اپنے آپ کو زیادہ حقدار سمجھتے تھے۔لیکن بنی عبدالدار بھی اپنے حق سے دستبردار ہونے والے نہیں تھے۔ جب اختلاف شدت اختیار کرگیا اور نوبت لڑائی تک آ پہنچی تو بنی عبدمناف نے اپنے قبائل کو ساتھ ملایا اور ایک بہت بڑا پیالہ عطر سے بھرا اور اس کو کعبہ کے صحن میں رکھا اور نبی عبدمناف اور ان کے تمام حلیف قبائل اس میں اپنے ہاتھ ڈال کر اور پھر اپنے ہاتھوں کو کعبہ شریف کے ساتھ لگا کر قسمیں کھائیں کہ وہ اپنے حقوق لے کر رہیں گے۔ ادھر بنی عبدالدار اور اِن کے حلیف قبائل نے ایک بڑا پیالہ خون سے بھر کر تمام لوگوں کو اپنی انگلیوں کو اِس پیالہ میں ڈال کر چاٹنے اور اپنے حقوق کو لینے کے لیے مر مٹنے کا عہد کیا اس وجہ سے ان لوگوں کا نام لاعقة الدّم (خون چاٹنے والے) پڑ گیا۔ ان کے حلیف قبائل میں سے بنومخزوم۔ بنوسہم نبوجح بنوعدی بن کعب ہیں۔

آخر کار بعض دانشمندوں اور نیک لوگوں نے ان کو لوگوں کو سمجھایا اور یہ بات طے لوئی کہ رفادہ قیادہ اور سقایہ کے مناصب نبی عبدمناف کو ملیں گے۔ اور حجابہ اور لواء کے مناسب نبی عبدالداء کو ملیں گے اور دارلندوہ دونوں میں مشترک رہے گا۔

چنانچہ گھڑسوار دستوں کی قیادت عبدشمس بن عبدمناف کے سپرد کی گئی اور اس کے بعد امیہ اور امیہ کے بعد حرب اور حرب کے بعد ابوسفیان کو یہ منصب ملا۔ جنگ کے وقت لشکر کے سپہ سالار اس خاندان کے لوگ ہوا کرتے تھے۔ اور تمام جنگوں میں سپہ سالار ابوسفیان رہا۔ علاوہ بدر کی جنگ کے وقت اس وقت یہ مکہ سے باہر تھا۔

(ضیاالنبی ا۔ ۴۳۶ ۔سیرۃالنبویہ زینی دحلان ا۔ ۲۴۲۵)

اور رفادہ کا منصب عبدمناف کے بعد ہاشم ان کے بعد عبدالمطلب کو ان کے بعد حضرت ابوطالب کو اور ان کے بعد ان کے بھائی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملا ۔ یہ سلسلہ بنی عباس میں جاری رہا۔ جب تک کہ بغداد اور مصر سے بنی عباس کی حکومت کا خاتمہ نہ ہوا۔

سقایہ کا منصب بھی عبدمناف کے بعد ہاشم کو اور ہاشم کے بعد ان کے بیٹے شیبہ حضرت عبدالمطلب کو ملا۔ لیکن مطلب کی وفات کے بعد نوفل نے اپنے بھتیجے عبدالمطلب سے یہ منصب چھیننے کی کوشش کی۔ تو حضرت عبدالمطلب نے یثرب میں اپنے ننھال سے مدد طلب کی اور آپ کے ماموں اسی سواروں کو ساتھ لے کر یثرب سے مکہ مکرمہ آئے اور نوفل کے خلاف اعلان جنگ کیا۔ لیکن آخر کار صلح ہوگئی اور سقایہ کا منصب حضرت عبدالمطلب کے پاس آگیا۔ بنی خزاعہ نے بھی عبدالمطلب کا ساتھ دینے کا فیصلہ کر لیا۔ عبدالمطلب کے سقایہ کا منصب حضرت ابو طالب کو ملا۔ اور آپ نے اپنی زندگی میں ہی یہ منصب بھی اپنے بھائی

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دیا۔ایک روایت کے مطابق ایک سال انہوں نے سقایہ کے منصب کے لیے اپنی مالی کمزوری کی بدولت دس ہزار درہم ایک سال کے لیے اُدھار لیے۔

لیکن پورے سال میں بھی جب ادا نہ کر سکے تو انہوں نے سقایہ کا منصب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کر دیا۔(سیرۃ النبویہ زینی دحلان ا۔۲۶۔۲۴)

عرب قبیلوں میں ایک ''اِحتفاء'' کی بُری رسم پائی جاتی تھی وہ یہ تھی کہ جو گ مفلس وکنگال ہو جاتے تھے وہ دور صحرا میں نکل جاتے تھے۔دور خیموں میں رو پوش ہو کر بلک بلک کر جان دے دیتے تھے۔

حضرت ہاشم نے تمام لوگوں کو جمع کیا اور کہا کہ اس قبیح رسم کو ختم ہونا چاہیے اور تمام لوگ جو تجارت کرتے ہیں۔ہر خاندان کو ساتھ ملالے اور ان کی تمام ضروریات کا خیال رکھے۔اور ان لوگوں کی خدمت کرے۔اس طرح اس قبیح رسم کا خاتمہ ہوا۔
(سبل الہدی والرشاد۔ا۔۳۱۷ ضیاالنبی ا۔۴۴۰)

حضرت ہاشم لوگوں کی بہت خاطر تواضع کیا کرتے تھے۔اور لوگوں کی ضروریات کا خیال رکھتے تھے آپ کی سخاوت ضرب المثل تھےلوگ آپ کے ہاتھ چومتے تھے۔

یہ سب حضور علیہ اسلام کے نور مبارک کی بدولت تھا ہر چیز آپ کے آگے سجدہ میں گر جاتی تھی۔اور آپ نے قریش کے دوسفروں سردیوں کے اور گرمیوں کے سفروں آغاز فرمایا۔(ضیاالنبی ا۔۴۴۲)

حضرت ہاشم صرف پچیس سال کی عمر میں جبکہ آپ اپنے کاروان کو لے کر شام کے علاقہ میں گئے ہوئے تھے۔وہیں بیمار ہوئے اور وفات پائی اور آپ کا مزار غزہ شہر میں ہے۔

آپ کے خطبات کے بڑے حکیمانہ اقوال ہیں۔

ایک روز قحط پڑا کھانے کی کوئی چیز کسی کو نہیں ملتی تھی تو حضرت ہاشم مکہ سے شام گئے اور بہت سا آٹا اونٹوں پر لاد کر لائے اور اس کی روٹیاں پکائیں اور روٹیوں کا چورا کر کے شوربے میں ڈالا اور اس ثرید کو لوگوں کو عام کھانے کے لیے دیا۔روٹیوں کا چورا کرنے کو ہشم کہتے ہیں۔اس لیے ان کا نام ہاشم پڑا۔

آپ نے مختلف ملکوں کے بادشاہوں سے تجارت کے لیے آنے جانے کے اجازت نامے حاصل کیے ہوئے تھے۔ ایک روز شام جاتے ہوئے آپ یثرب میں رکے۔تو وہاں کی ایک معزز عورت سلمہ بنت عمرو بن زید سے شادی کی۔تو ان سے ان کے فرزند شیبہ یعنی حضرت عبدالمطلب پیدا ہوئے جو کہ حضور علیہ اسلام کے دادا پاک ہیں۔

حضرت عبدالمطلب

آپ کا اصل کا شیبہ ہے شیبہ کے معنی بوڑھے کے ہیں۔کیونکہ پیدائش کے وقت آپ کے کچھ بال سفید تھے۔اس لیے

آپ کا نام شیبہ پڑا۔(سیرت رحمۃ دارین ۸۴)

یہ اپنی والدہ کے پاس یثرب میں پرورش پاتے رہے ان کی والدہ اپنے خاوند ہاشم کی وفات کے بعد یثرب آ گئی تھیں یہ بہت خوبصورت اور خوب سیرت تھے ۔اور جب یہ بڑے ہوئے اور جوان ہوئے تو اپنے تمام ہجولیوں میں ممتاز تھے حضرت ہاشم کی وصیت کے مطابق آپ کے مَرنے کے بعد رفادہ، اور سقایہ کے مناصب آپ کے بھائی مطلب نے سنبھال لیے تھے ۔جب آپ کو اپنے بھتیجے کے جوان ہونے کا علم ہوا تو یثرب پہنچے اور ان کی والدہ سلمی سے اپنے بھتیجے کو مکہ لانے کے لیے کہا۔آپ نے انکار کیا تو آپ نے کہا کہ میں اس وقت تک مدینہ سے نہیں جاؤں گا۔جب تک شیبہ کو نہ لے جاؤں اور ان کی منت سماجت کی ۔آخرکار وہ راضی ہوگئیں اور شیبہ کو مطلب ساتھ لے کر اونٹ پر بٹھا کر مکہ مکرمہ لے آئے ۔جب لوگوں نے مطلب کو ایک نوجوان کو اونٹ پر سوار مکہ لاتے دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ عبدالمطلب ہے ۔یعنی مطلب کا غلام ہے ۔آپ نے لوگوں کو بتایا کہ یہ میرا غلام نہیں بلکہ میرا بھتیجا ہے ۔لیکن اس طرح کہنے سے آپ کا نام عبدالمطلب پڑ گیا۔

کچھ عرصہ بعد آپ تجارت کی غرض سے یمن گئے تو وہیں مقام رومان میں آپ کی وفات ہوگئی آپ نے اپنی زندگی ہی میں حضرت عبدالمطلب کو اپنا جانشین مقرر کر دیا ہوا تھا۔آپ کی وفات کے بعد رفادہ اور سقایہ کے مناسب حضرت عبدالمطلب کے پاس آ گئے ۔

آپ پڑھ چکے ہیں کہ ان کے چچا نوفل نے آپ سے یہ مناصب چھیننے چاہے تو حضرت عبدالمطلب نے یثرب سے اپنے ماموں ابوسعد کو اسی لوگوں کے ساتھ بلایا اور انہوں نے ان کا حق ان کو واپس دلایا۔

اس سے پہلے بنوجرہم کو جب بنوخزاعہ نے مکہ سے جلاوطن کیا تو انہوں نے مکہ مکرمہ سے رخصت ہوتے وقت چاہ زمزم کو مٹی سے بھر دیا تھا۔اور سونے کے ہرن اور زریں تلواریں وغیرہ بھی اس میں ڈال دی تھیں ۔ابن اسحاق کے مطابق یزید بن ابی حبیب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ۔ایک دن حضرت عبدالمطلب سو رہے تھے کہ آپ نے خواب میں دیکھا کہ کوئی ان کو کہہ رہا ہے کہ طیبہ کو کھودو ۔میں نے پوچھا کہ طیبہ کیا ہے ۔تو وہ آدمی بغیر جواب دیے چلا گیا پھر دوسرے دن خواب میں پھر وہی آدمی آیا اور مجھے کہا مضنونہ کو کھودو ۔میں نے کہا کہ مضنونہ کیا ہے ۔تو وہ آدمی بغیر جواب دیے چلا گیا۔تیسرے دن پھر وہی آدمی مجھے خواب میں ملا اور کہا کہ زمزم کو کھودو ۔اور اس نے مجھے اس کی جگہ بتائی ۔کہ جہاں لوگ قربانیاں کرتے ہیں ۔اور وہاں ایک چیونٹیوں کی قطار تمہیں ملے گی ۔اور وہاں صبح ایک کوا چونچ مار رہا ہوگا۔اتنی واضح نشانیوں کے بعد آپ نے اپنے بیٹے حارث کو صبح اپنے ساتھ لیا اور کھدائی کے اوزار بھی لے لیے ۔اس وقت تک آپ کا صرف ایک ہی بیٹا حارث تھا۔آپ نے وہاں ایک کوے کو چونچ مارتے دیکھا اور وہاں چیونٹیوں کی ایک لمبی قطار بھی وہاں آتے دیکھی ۔آپ نے وہاں سے کُھدائی شروع فرمادی ۔اور تھوڑا ہی کھودنے کے بعد وہاں پانی کے آثار ملنے شروع ہو گئے تو جب پانی نظر آیا تو آپ نے زور سے تکبیر کہی ۔تو قریش اکٹھے ہو گئے ۔اور ان سے کہنے لگے کہ یہ ہمارے باپ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا کنواں ہے ۔ہم بھی آپ کے ساتھ

کھدائی کرتے ہیں۔لیکن آپ نے قبول نہ فرمایا تو نوبت لڑائی جھگڑے تک پہنچ گئی۔آخر فیصلہ ہوا کہ فلاں کاہنہ جو ملک شام کی سرحد کے پاس رہتی ہے کو ثالث مقرر کیا جاتے چنانچہ تمام قریش کے قبیلوں سے آدمی ان کے ساتھ کاہنہ عورت کے پاس جانے کے لیے نکلے۔یہ راستہ بہت پرخطر اور جنگلوں غاروں کے پاس سے گزرتا تھا۔وہاں پہنچنے سے پہلے اکثر قافلے والوں کے پاس پانی ختم ہو گیا۔حضرت عبدالمطلب نے بھی دوسروں سے پانی مانگا تو کسی نے نہ دیا۔جب پانی کی زیادہ قلت ہوئی تو آپ نے لوگوں سے کہا۔کہ ہر کوئی اپنے لیے قبر کھودے تاکہ تمام لوگ بے گوروکفن نہ مریں۔اس طرح صرف آخری آدمی ہی بے گوروکفن مرے گا۔جب قبریں تیار ہو گئیں اور لوگ تھک کر بیٹھ گئے تو آپ نے ان سے کہا کہ اس طرح بیٹھنے کی بجائے پانی کی تلاش کرتے ہوئے مرنا زیادہ اچھا ہے۔لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے جب آپ نے اپنے اونٹ کو اوپر اُٹھانا چاہا تو اونٹ کے نیچے سے پانی کا چشمہ ابل پڑا آپ نے تمام لوگوں کو اپنے مشکیزے بھرنے کی اجازت دے دی۔لوگ آپ کے اِس حسن سلوک سے اتنے متاثر ہوئے کہ انہوں نے کہا کہ زمزم پر تمہارا ہی حق ہے۔ہمیں کاہنہ کے پاس جانے کی ضرورت نہیں اس طرح یہ جھگڑا ختم ہوا۔

جب زمزم کی پوری کھدائی ہو گئی تو اس میں سے دفن شدہ سونے کے ہرن اور تلواریں اور زرہیں باہر نکلیں تو ایک دفعہ پھر ان کے حصول کے لیے نوبت لڑائی جھگڑے پر پہنچ گئی تو طے ہوا کہ ان کی ملکیت کا فیصلہ تیروں کے قرعہ ڈالنے سے ہو گا۔ چنانچہ دو تیر کعبے کے نام کے اور دو تیر حضرت عبدالمطلب کے نام کے اور دو تیر دوسرے قریش کے نام کے ڈالے گئے۔

اللہ تعالیٰ کی حکمت سے تیر والے دو ہرن کعبے کے نکل آئے۔زرہوں اور تلواروں کے دو تیر حضرت عبدالمطلب کے نام کے نکلے۔اور قریش کے نام کے تیر خالی نکلے۔اس طرح تلواریں اور زرہیں حضرت عبدالمطلب کو ملیں اور سونے کے ہرنوں کو پگھلا کر سونے کے پتروں کو کعبے کے دروازے کے اوپر لگا دیا گیا اس طرح حضرت عبدالمطلب حاجیوں اور تمام لوگوں کو پانی پلانے لگے۔(سیرت ابن ہشام ابن اسحاق مطبوعہ ۱۹۸۹ جلد اول صفحہ ۹۷ تا ۱۰۳)

آپ کے ہاں صرف ایک ہی بیٹا حارث تھا۔آپ نے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے دس فرزند عطا کرے گا۔تو ان میں سے ایک کو میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کروں گا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو دس بیٹے عنایت فرمائے جن میں حضرت عبداللہ حضور علیہ السلام کے والد گرامی سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔سید محمود شکری الالوی کے مطابق" حضرت عبدالمطلب کے چہرے سے نور کی شعاعیں نکلتی تھیں اور آپ کے خدوخال سے خیر و برکت کے آثار نمایاں تھے اور وہ اپنی اولاد کو سرکشی اور ظلم سے منع کرتے تھے مکارم اخلاق کو اپنانے کی تعلیم دیتے تھے۔اور گھٹیا کاموں سے روکتے تھے۔آپ کی دُعا ہمیشہ قبول ہوئی تھی۔آپ نے اپنے اوپر شراب کو حرام کر لیا ہوا تھا۔اور آپ پہلے شخص ہیں جو کہ غار حرا میں جا کر عبادت کیا کرتے تھے۔جب ماہ رمضان کا چاند نظر آتا تو غار حرا میں تشریف لے جاتے تھے۔آپ مسکینوں کو کھانا کھلاتے تھے۔اور آپ کے دستر خوان سے پرندوں اور وحشی جانوروں کے لیے بھی خوراک مہیا کی جاتی تھی۔آپ کے جسم اطہر سے خالص کستوری کی خوشبو آتی تھی۔قریش قحط میں آپ کے وسیلہ سے بارش طلب کرتے تھے۔اور اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے

موسلا دھار بارش برساتا تھا۔ (بلوغ الدوپ ۲۔ ۲۸۲۔ضیاالنبی ۱۔ ۴۵۲)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اللہ جل شانہ نے حضور علیہ السلام کی ولدیت کے لیے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چن لیا اور آپ کی خوش قسمتی کا کوئی کیا اندازہ لگا سکتا ہے۔کہ دونوں جہانوں کے سردار حضور علیہ السلام اِن کے ہاں پیدا ہوئے۔

حضرت عبدالمطلب نے منت مانی تھی کہ جب اللہ تعالیٰ انہیں دس بیٹے دے گا۔تو وہ ایک کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دیں گے۔جب حضرت عبداللہ کی عمر تقریباً سترہ اٹھارہ سال کے قریب ہوتی تو آپ نے اپنی منت پوری کرنے کے لیے قرعہ ڈالا تو وہ قرعہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام نکل آیا اور جب آپ نے ان کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ذبح کرنے کا پکا ارادہ کر یا۔اور اس کام کو سرانجام دینے لگے۔تو قریش کے تمام سردار آپ کے پاس اکٹھے ہو گئے اور کہنے لگے کہ آپ مکہ کے سردار ہیں اور اس طرح اپنے بیٹوں کو ذبح کرنے کی رسم چل نکلے گی اور آپ کے پختہ ارادہ کو دیکھ کر سب نے بہت زیادہ منتیں کرنی شروع کر دیں۔طے یہ پایا کہ حجاز کی عرافہ (اور ابن کثیر کے مطابق الحجر کی کاہنہ تھی) کے پاس جاتے ہیں یہ خیبر کے نزدیک رہتی تھی۔یہ لوگ حضرت عبدالمطلب کے ساتھ اس عورت کے پاس گئے۔اس نے دوسرے دن آنے کا کہا کہ وہ اپنے ''تابعی'' سے پوچھ کر بتائے گی۔جب دوسرے دن یہ لوگ اس عورت کے پاس گئے تو اس نے ان سے پوچھا کہ تمہارے ہاں جب کوئی قتل ہو جاتا ہے تو اس کی دیت کتنی ہے۔اس کو بتایا گیا کہ یہ دس اونٹ ہے۔اس نے کہا کہ میرے تابعی نے مجھے بتایا ہے۔کہ دس اونٹوں کے نام اور حضرت عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے نام کا قرعہ ڈالیں اگر قرعہ پھر حضرت عبداللہ (رضی اللہ تعالی عنہ) کے نام نکل آئے تو پھر اونٹوں کو بیس کر کے قرعہ پھر ڈالا جائے اور جب تک قرعہ اونٹوں کے نام نکلے اونٹوں کی تعداد کو دس دس کر کے بڑھایا جائے یہاں تک کہ قرعہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام نہ نکل آئے یہ لوگ وہاں سے واپس مکہ مکرمہ آئے اور اسی طرح کیا۔جب اونٹوں کی تعداد سو ہوئی تو قرعہ اونٹوں کے نام نکل آیا۔اور اس طرح حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر کے بدلے میں سو اونٹ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ذبح کیے گئے اور اعلان کیا گیا کہ کسی کو بھی ان کا گوشت کھانے سے نہ روکا جائے حتیٰ کے پرندوں اور وحشی جانوروں کو بھی نہ روکا جائے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت خوبصورت اور نیک سیرت تھے۔لیکن عرب کے رواج کے مطابق وہاں کی حسین وجمیل عورتیں ہر وقت آپ کے حسن و جمال کی مشتاق رہتی تھیں۔لیکن ہر بار آپ ان کو حقارت سے ٹھکرا دیتے تھے۔آپ فرماتے ہیں اما الحرام فلمبات دونہ۔ والحل لا حل رفاستبینہ رہا حرام تو اس سے موت بہتر ہے اور حلال میں تو اس میں حلال واضح طور پر نہیں دیکھ رہا۔

فکیف باالامر الذی تبغینہ۔ یحمی الکریمہ عرضۂ و دینۂ میں ایسی بات کو کیسے قبول کر سکتا ہوں۔جو

تم چاہتی ہو۔ کریم ہمیشہ اپنے دین اور اپنی عزت کی حفاظت کرتا ہے۔ اللہ جل شانہٗ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زمانہ جاہلیت کے ہر قسم کے خرافات سے بچائے رکھا۔

اللہ تعالیٰ کی شان اور اس کی حکمت سے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شادی کے لیے حضرت عبدالمطلب کی نظر بنو زہرہ خاندان کے سردار دھب بن عبدمناف کی بیٹی حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر آ کر رک گئی۔ آپ نہایت ہی خوبصورت حور صفت تھیں۔ اور ان کے والد نے اپنی بچی کا رشتہ نہایت خوشی سے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دیا۔

حضرت عبداللہ کچھ عرصہ اپنی زوجہ محترمہ کے ساتھ مکہ مکرمہ میں رہے۔ اس عرصہ میں اللہ جل شانہٗ نے حضور علیہ السلام کا نور مبارک سیدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو منتقل فرما دیا۔ اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا امید سے ہوگئیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک قافلہ تجارت لے کر شام کی طرف گئے۔ کامیاب تجارت سے جب آپ واپس لوٹ رہے تھے تو راستے میں بیمار ہو گئے یثرب میں آپ کے ننھال مقیم تھے یہاں آپ ان کے پاس رک گئے کچھ دیر قافلے والوں نے انتظار کیا۔ جب آپ کی طبعت نہ سنبھلی تو وہ کوچ کر کے مکہ مکرمہ آ گئے۔ آپ تقریبا ایک ماہ یثرب رہے۔ لیکن بیماری سے جانبر نہ ہو سکے اور داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ کو یثرب (مدینہ منورہ) میں ہی دار النابغہ الجعدی میں دفن کر دیا گیا۔

جب یہ خبر حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پہنچی تو آپ کے دل پر قیامت ٹوٹ پڑی اس صدمے کو نہ جانے آپ نے کیسے برداشت کیا ہوگیا۔ آپ نے اس موقع پر چند اشعار کہے:

عفا جانب البطحآ مِن اٰل ھاشم
وجاور لحدًا خارجافی الغماثم

بطحا داری کے کنارے نے ہاشم کے بیٹے کو موت کی نیند سلا دیا۔ وہ لحدلف پردوں میں لپٹا ہوا مکہ سے باہر لحد کا پڑوسی بن گیا۔

دعتہٗ المنایا دعوۃٌ فاجابھا
وَمَا تزکت فِی النَّاس مثل ابن ھاشم

موتوں نے اسے اچانک دعوت دی۔ جسے اس نے قبول کرلیا۔ اور موت نے لوگوں میں ہاشم کے بیٹے کا کوئی مثل نہیں چھوڑا۔

عَشِیَّۃٌ رَاحُوۡ یحمِلُوۡن سَرِیرہٗ تُعَاوِرُہٗ اصحَابہٗ التّزَحِم

عشاء کے وقت جب اس کے دوست اس کی چار پائی کو اٹھا کر لے جا رہے تھے۔ تو وہ انبوہ کی وجہ سے باری باری کندھا بدل رہے تھے۔

فِان تَكُ غالَتہُ المنون وریبھا فقد کان مِعۡطاَءِ کثیر التراحِمِ

اگرچہ موت اور اس کی مشکلات نے اس کو چھپٹ لیا ہے۔لیکن درحقیقت وہ بہت سخی اور بہت رحم کرنے والا تھا

حضور علیہ السلام ابھی اپنی والدہ طیبہ کے شکم مبارک ہی میں تھے۔جب آپ کے والد ماجد کا انتقال ہوگیا۔اور آقا علیہ السلام یتیم ہو گئے۔

حضرت امام جعفر صادق سے پوچھا گیا کہ حضور نبی کریم علیہ السلام کو یتیم پیدا کرنے میں کیا حکمت تھی آپ نے فرمایا تاکہ کسی مخلوق کا حق آپ پر نہ رہے۔اور حضور علیہ السلام کی قوت کا راز صرف اللہ تعالیٰ کی نصرت ہو۔(سیرۃ النبویہ زینی دھلان ا۔ ۲۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ کے مطابق حضور علیہ السلام کے والد پاک حضرت عبداللہ نے وفات پائی تو فرشتوں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ اے ہمارے پروردگار۔ہمارے سردار تیرا نبی علیہ السلام یتیم ہوگیا۔اس کا باپ نہ رہا۔اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا۔کہ ہم اس کے حافظ اور مددگار ہیں۔اور ایک دوسری روایت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اس کا دوست ہوں۔

نگہبان ہوں۔مددگار ہوں۔اس کی مدد کرنے والا ہوں۔اس کو رزق دینے والا ہوں۔اور ہر بات میں اس کے لیے کافی ہوں پس تم اس پر درود پڑھا کرو۔اور اس کے نام سے برکت حاصل کیا کرو۔

(سیرۃ النبویہ زینی دھلوان جلد اول۔ ۲۴ ضیاالنبی ا۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳)

اصحاب فیل کا واقعہ

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے تھوڑے عرصہ بعد اصحاب فیل کا واقعہ پیش آیا۔عرب لوگوں نے اس واقعہ کے پیش نظر اس سال کو عام الفیل" کا نام دیا۔اور اس سال سے اپنی نئی تاریخ کا آغاز کیا۔

اور بقول سید ابو الحسن علی ندوی اس بہت بڑے واقعہ کا پیش آنا اس بات کی قوی دلیل تھی۔کہ کوئی بہت بڑا واقعہ عنقریب رونما ہونے والا ہے۔اور اللہ تعالیٰ عربوں کے ساتھ خیر کا ارادہ رکھتا ہے۔اور کعبہ کی شان دوبالا ہونے والی ہے۔ایسی شان کہ وہ عظمت دنیا کی کسی اور عبادت گاہ کو حاصل نہیں ہوگی۔(نبی رحمت ا۔ ۸۳۔رحمت دارین ۸۸)

حبشہ کے بادشاہ نے یمن فتح کرنے کے بعد اَریاط کو اپنا گورنر اور ابرہہ کو نائب گورنر بنایا گیا۔کچھ عرصہ بعد ان کی آپس ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کشمکش شروع ہوگئی۔اور ہر ایک نے اپنی اپنی حمایتی فوجیں اکٹھی کرلیں۔ابرہہ نے اریاط کو پیغام بھیجا کہ فوجوں کو آپس میں لڑانے کا کوئی فائدہ نہیں بہتر یہ ہے۔کہ ہم آپس میں مقابلہ کرتے ہیں۔جو جیت جائے گا۔سارا اقتدار اس کا ہوگا۔

دونوں کا مقابلہ ہوا اور ابرہہ نے اَریاط کو قتل کر دیا۔

ابرہیہ نے حبشہ کے بادشاہ کو خوش کرنے کے لیے یمن میں ایک بہت بڑا اگرجا بنانے کا حکم دیا۔

جب گرجا بن گیا تو اس نے بادشاہ کو خط لکھا۔کہ میں چاہتا ہوں کہ لوگ حج کرنے کے مکہ جانے کی بجائے یہاں آیا

کریں اگر لوگوں نے میری دعوت کو قبول نہ کیا تو میں (نعوذ باللہ) کعبہ کو ڈھادوں گا۔

عرب کے لوگوں کو جب اس کے مذموم ارادہ کی خبر ہوئی تو ان میں غم وغصہ کی لہر ڈور گئی۔تمامہ کے ایک آدمی نے یہاں پہنچ کر گرجے میں اپنی قضائے حاجت سے اس کو گندا کر دیا۔جب ابرہہ کو پتہ چلا تو اس نے کعبہ کو (نعوذ باللہ) مسمار کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔اور ایک بہت بڑا ہاتھیوں کا شکر تیار کیا۔اور چل پڑا۔

یمن کے لوگ بھی کعبے کی بہت عزت کرتے تھے۔زونفر نامی یمنی سردار نے لوگوں کو اکٹھا کیا اور اس کے مدمقابل ہو گیا۔دونون میں گھمسان کی جنگ ہوئی لیکن فتح اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ابرہہ کو ہوئی۔

جب یہ بنی خشعم کے علاقے سے گزرا تو نفیل بن حبیب خشعمی نے قبائل عرب کو ساتھ ملا کر اس سے جنگ کی۔لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت سے پھر ابرہہ کو فتح نصیب ہوئی اور وہ آگے بڑھتا چلا گیا۔اس کی عبرتناک موت اس کو آگے لارہی تھی۔اور وہ خود بھی بدمست ہاتھی کی طرح بڑھتا چلا آرہا ہے۔حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کی عزت شرف لوگوں پر ظاہر فرمانی تھی۔اور قریش کو عزت عطا کرنا تھی۔جب اس نے نفیل کو قتل کرنا چاہا۔تو نفیل نے اس کو کہا کہ مجھے قتل نہ کریں میں تیری رہنمائی کروں گا۔اور میں خشعم کے دونوں قبیلوں شہران اور ناحس کے لوگوں کی اطاعت کے لیے ان کے دونوں ہاتھ تمہیں پیش کرتا ہوں۔ابرہہ نے اس کو معاف کر دیا اور را سے ساتھ لے لیا۔

جب یہ طائف کے علاقے سے گزرا تو مسعود ثقفی اپنے قبیلہ کے چند آدمیوں کو ہمراہ لے کر اس کے استقبال کو نکلا۔اور اس کو اپنی اطاعت کا یقین دلایا۔اور اس کی راہنمائی کے لیے آدمی ''ابورغال'' ساتھ بھیجا۔مخمس کے مقام پر ابورغال جب کہ لشکر آرام کر رہا تھا۔فوت ہو گیا اور اس کو مٹی میں دبا دیا گیا۔عرب کے لوگ جب بھی اس کی قبر کے پاس سے گزرتے تو اس کی قبر پر سنگ باری کرتے۔

جب یہ مکہ مکرمہ کے قریب ہوا تو اس نے اپنے ایک گھڑسوار دستے کے حبشی سردار اسود بن مقصود کو بھیجا تاکہ وہ تہامہ کی چراہ گاہوں۔میں مکہ کے لوگوں کے اونٹوں کو پکڑ لائے۔ان میں دوسو اونٹ حضرت عبدالمطلب کے بھی تھے۔کنانہ ہذیل قریش نے اس کا مقابلہ کرنا چاہا۔لیکن ہمت ہار دی۔

ابرہہ نے اپنا ایک قاصد ''حباط الحمیری'' مکہ روانہ کیا۔تاکہ وہ مکہ کے سردار کو اس کا پیغام دے۔وہ مکہ میں حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور ان کو ابرہہ کا پیغام دیا کہ وہ یہاں پر صرف کعبہ کو (نعوذ باللہ) ڈھانے کے لیے آیا ہے۔آپ لوگوں کی خونریزی ہمارا مقصد نہیں۔

آپ نے اس سے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے۔اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کی تعمیر کی تھی۔وہ خود اس کی حفاظت کے لیے کافی ہے۔اور اگر اس نے اس کو ڈھانے میں اپنی حکمت سمجھی تو پھر اس کی مرضی ہے۔ہم میں اتنی طاقت نہیں کہ ہم ابرہہ کا مقابلہ کرسکیں۔

''حناط'' نے آپ سے درخواست کی کہ آپ ہمارے ساتھ ہمارے بادشاہ کے پاس چلیں۔ آپ رضا مند ہو گئے اور اپنے چند بیٹوں کو بھی ہمراہ لے لیا۔

جب آپ لشکر میں پہنچے تو آپ کی ملاقات یمن کے سردار ''ذونفر'' سے ہوگئی جس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ یمن میں ابرہہ کا مقابلہ کیا تھا۔لیکن شکست کھائی تھی اور ابرہہ نے اس کو قید کیا ہوا تھا۔ یہ حضرت عبدالمطلب کا پرانا واقف کار تھا۔ اس نے بادشاہ کی ملاقات کے لیے ایک آدمی کو آپ کے ساتھ کیا اور بادشاہ کو پیغام بھیجا کہ یہ سب سے بڑے سخی ہیں۔ اور ان کے دستر خوان سے انسانوں کے علاوہ چرند پرند بھی پہاڑوں کی چوٹیوں پر رہنے والے کھاتے ہیں۔

بادشاہ نے جب آپ کو اپنی ملاقات کے لیے بُلا یا تو آپ کی نورانی شکل وصورت سے اس پر ہیبت چھا گئی اور وہ آپ کی تعظیم پر مجبور ہو کر تخت سے نیچے اُتر کر قالین پر بیٹھ گیا اور آپ کو اپنے پلو میں بٹھایا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ ہمارے اونٹوں کو تمہارے آدمیوں نے پکڑ لیا ہے۔ ہمارے اونٹ واپس کر دو۔

ابرہہ حیران ہو کر کہنے لگا کہ مجھے تو یقین تھا کہ آپ کعبہ کے بارے میں گفتگو کریں گے۔لیکن آپ نے تو اونٹوں کے بارے میں بات بڑی عجیب کی ہے۔

آپ فرمانے لگے کہ اونٹوں کا مالک میں ہوں اور کعبے کا مالک خدا ہے۔ وہ خود ہی اس کی حفاظت کرے گا۔

ابرہہ غرور میں کہنے لگا۔ کہ آج اس کو کوئی نہیں بچا سکے گا۔

آپ اپنے اونٹ لے کر واپس تشریف لے آئے اور مکہ کے لوگوں سے کہا کہ پہاڑوں کے اوپر چلے جائیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ کریں۔

آپ اپنے چند ساتھیوں کو لے کر کعبے میں آئے اور کعبے کے پَردے کو پکڑ کر اللہ تعالیٰ کی جناب میں بڑی عاجزی سے عرض کی۔

''اے اللہ بندہ بھی اپنے کجاوے کی حفاظت کرتا ہے۔تو بھی اپنے گھر کی حفاظت فرما۔ ایسا نہ ہو کہ ان کی صلیب کل تیرے گھر پر غالب آجائے۔ اور نصب کر دی جائے۔ اگر تو ان کو اور ہمارے قبلہ کو آزاد چھوڑنے والا ہے۔ جو جس طرح تیری مَرضی ہو اس طرح فرما'' اس کے بعد حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ تعالیٰ عنہ ایک غار میں چلے گئے۔

اور علامہ جلا علی قاری فرماتے ہیں۔'' جب قریش حرم سے نکل گئے اور راصحاب فیل نے حملہ کیا تو حضرت عبدالمطلب نے کہا کہ بخدا میں اللہ کے حرم ہرگز نہیں نکلوں گا۔تاکہ اس کے علاوہ کسی اور کے پاس عزت تلاش کروں میں تو اللہ تعالیٰ کے بدلے میں کسی اور چیز کا متمنی نہیں ہوں ابرہہ نے (نعوذ باللہ) کعبے کو گرانے کا پکا ارادہ کر لیا ہوا تھا۔ صبح اس نے لشکر کو تیاری کا حکم دیا اور اس کے لیے بڑے ہاتھی محمود کو تیار کیا جانے لگا۔ تو نفیل بن حبیب آیا اور اس نے ہاتھی کے کان کو پکڑ کر کہا۔

''اے محمود (ہاتھی) بیٹھ جاؤ یا جدھر سے آئے ہو۔ ادھر لوٹ جاؤ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا مقدس گھر ہے۔''

ہاتھی یہ سنتے ہی بیٹھ گیا اور نفیل بن حبیب وہاں سے نکل کر پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گیا۔

''جب بادشاہ کے کارندے اسے اُٹھانے کے لیے آئے تو وہ نہیں اُٹھا۔انہوں نے اس کو اُٹھانے کے لیے بہت مارا اور لہولہان کر دیا۔لیکن وہ پھر بھی نہ اٹھا۔انہوں نے اس کے منہ کو یمن کی طرف پھیر کر اٹھایا تو وہ اُٹھ کر دوڑنے لگا۔جب پھر انہوں نے اس کا منہ کعبہ کی طرف کیا تو وہ فوراً بیٹھ گیا انہوں نے اس کا منہ شام و مشرق کی طرف کیا۔تو وہ اٹھ کھڑا ہوا لیکن وہ کعبے کی طرف نہیں اُٹھتا تھا۔

اِسی اثناء میں سمندر کی طرف سے ابابیلوں کے جھنڈ اُڑتے ہوئے آئے ہر پرکترنے گئے چھوٹی چھوٹی کنکریاں اپنی چونچ اور اپنے پنجوں میں پکڑی ہوئی تھیں۔انہوں نے لشکر کے اوپر آکر سنگ باری شروع کر دی۔وہ کنکریاں گولی سے بھی تیز جس کو لگتی تھیں۔اس کو فوراً زمین چاٹنے پر مجبور کر دیتی تھیں۔اور وہ جس کو بھی لگتی تھیں اس کا جسم گلنے لگ جاتا تھا۔

لوگ نفیل کو ڈھونڈنے لگے تاکہ وہ ان کو ساتھ لے کر یمن کی طرف بھاگ چلیں لیکن وہ پہاڑ میں روپوش ان کی بربادی کا منظر دیکھ رہا تھا۔

ابرہہ کے لشکر میں تیرہ ہاتھی تھے۔سوائے محمود ہاتھی کے سب کے سب ہلاک ہوئے۔

ابرہہ کو بھی کنکریاں لگی تھیں اور اس کا انگ انگ گلنے لگ گیا تھا۔اور اس کے جسم میں پیپ پڑھ گئی تھی۔اور اس میں سے بدبو آنے لگی تھی۔مرنے سے پہلے اس کا سینہ پھٹا اور اس کا دل باہر آگیا۔اور وہ المناک موت سے دوچار ہوا ہم اللہ تعالیٰ کی اس کے غضب سے اور اس کے عذاب سے حضور علیہ السلام کے وسیلے سے پناہ چاہتے ہیں۔

(سیرت ابن ہشام) والروض الانف ۴۳ تا ۲۳ ضیاالنبی ۴۵۱ تا ۴۵۳)

اس واقعے کے پچاس دن کے بعد حضور علیہ السلام اس دنیا میں تشریف لائے اللہ تعالیٰ کے گھر کی عزت وشان لوگوں کے دلوں میں اور زیادہ ہوگئی۔اور باقی قریش کی عزت بھی اور زیادہ ہوگئی۔(سیرت رحمت دارین ۸۹)

ولادت باسعادت

سوموار کے دن ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو سحری کے وقت حضور نبی کریم ﷺ حضرت آمنہؓ کے گھر تشریف لائے۔ آپ ﷺ کے والد پاک آپ کی پیدائش سے چھ ماہ پہلے ہی فوت ہو چکے تھے۔

القرآن: وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ﴿٨١﴾

ترجمہ: اور جب حق آ گیا تو باطل رخصت ہو گیا کیوں کہ باطل تو بھاگنے والا ہی ہے۔

جب آقا دو جہاں ﷺ تشریف لائے۔ تو بی بی آمنہ پاکؓ فرماتی ہیں کہ مجھ سے ایک نور نکلا جس سے ہر طرف روشنی پھیل گئی اور جس کی روشنی میں شام کے محلات بھی جگمگا اٹھے اور میں ان کو دیکھنے لگی۔

جب حضور نبی کریم ﷺ تشریف لائے۔ تو آپ گھٹنوں کے بل بیٹھے تھے۔ اور اپنے رب کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اور آپ ﷺ کی ناف مبارک کٹی ہوتی تھی۔ اور آپ مختون تھے۔ اور ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ سر سجدے میں رکھ کر امتی امتی پکار رہے تھے۔

جب آپ تشریف لائے۔ تو آپ کی دایہ الشفا فرماتی ہیں جو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں کہ آپ کو فرشتے اٹھا کر لے گئے۔ اور کچھ دیر بعد لے آئے۔ کسی نے پوچھا۔ اس بچے کو لے کر آپ کہاں گئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ مغرب کی طرف لے کر گیا تھا۔ پھر پہلے کی طرح اندھیرا چھا گیا۔ اور مجھ کو رعب وکپکپی طاری ہوگئی پھر میری بائیں جانب بھی روشنی ہوئی۔ تو کسی نے پوچھا اب کہاں لے کر گئے تھے۔ جواب ملا کہ اب مشرق کی طرف لے گیا تھا۔ اب نہیں لے جاؤں گا۔ یہ بات میرے دل میں بیٹھ گئی۔ بعد میں حضور ﷺ جب مبعوث ہوئے تو میں اولین لوگوں میں اُن پر ایمان لے آئی۔

بی بی آمنہ پاکؓ نے حضرت عبدالمطلبؓ جو کہ نبی پاک ﷺ کے دادا پاک تھے کی طرف آدمی بھیجا آپ کعبہ شریف میں اپنے بیٹوں اور اپنی قوم کے پاس بیٹھے تھے۔ اور انوار تجلیات کا جو ظہور ہوا تھا۔ وہ ان کو بتایا آپ حضور نبی کریم ﷺ کو لے کر کعبہ شریف میں گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی کہ اس نے مجھے پاک آستینوں والا بچہ عطا فرمایا ہے یہ اپنے پنگھوڑے میں بھی سارے بچوں کا سردار ہے۔ میں بیت اللہ شریف کی پناہ میں دیتا ہوں۔

یہاں تک کہ میں اسے طاقتور اور توانا دیکھوں، میں اسے ہر دشمن وحاسد اور آنکھوں کے گھمانے والے کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتا ہوں۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آٹھ برس کا تھا۔ اور ذی شعور اور باہوش تھا میں نے ایک صبح ایک

یہودی کو ایک ٹیلے پر چڑھ کر چیختے ہوئے دیکھا۔اس نے سب یہودیوں کو اکٹھا کیااور ان کو بتایا کہ وہ ستارہ طلوع ہوگیا ہے جس نے اس رات طلوع ہونا ہوں۔اور جس رات کو احمد (ﷺ) کی تشریف آوری ہونی تھی۔

ایک یہودی اس رات تمام مکہ المکرمہ میں پھرا اور سب گھروں سے معلوم کیا۔اُسے بتایا گیا کہ حضرت عبدالمطلبؓ کے ہاں فرزند پیدا ہوا ہے۔تو آپ کے پاس آیا اور بچے کو دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔جب اس نے بچے کی پشت کو دیکھا تو غش کھا کر پیچھے گرا۔جب اسے ہوش آیا تو کہنے لگا کہ آج نبی اسرائیل سے نبوت ختم ہوگئی۔تم لوگ خوشیاں مناؤ۔کہ اس بچے کی بدولت اے قریش مشرق ومغرب میں تمہارا ڈنکا بجے گا۔

حضرت عبدالمطلبؓ فرماتے ہیں کہ میں اسی رات کعبہ میں تھا۔میں نے بتوں کو دیکھا کہ سب اپنی اپنی جگہ سر کے بل گر پڑے تھیں۔اور دیوارکعبہ سے آواز آرہی ہے۔

> ''مصطفیٰ اور مختار پیدا ہوئے ان کے ہاتھ سے کفار ہلاک ہوں گے۔وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیں گے جو حقیقی بادشاہ اور سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (ضیاالنبی از پیر کرم شاہ صاحب الازہری رحمۃ اللہ جلد دوم)

تاریخ ولادت پاک

امام ابن ضریر طبری علامہ ابن خلدون اور مشہور سیرت نگار علامہ ابن ہشام سب کا اتفاق ہے۔کہ حضور نبی کریم ﷺ بارہ ربیع الاول سوموار کے دن صبح کے وقت پیدا ہوئے۔یہ نوشیروان کے عہد میں عام الفیل کے چالیسویں سال بمطابق بیس اگست ۵۷۰ پانچ سوستر عیسوی کو مکہ مکرمہ میں کعبہ شریف کے بالمقابل گھر میں پیدا ہوئے۔

اور حضرت جابر اور ابن عباس رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ سوموار مبارک کو بارہ ربیع الاول کو اس جہان ہست وبود میں اپنے جسد عنصری کے ساتھ تشریف لائے۔اسی روز حضور ﷺ کی بعثت ہوئی۔اور اسی روز معراج ہوا اور اسی روز آپ علیہ السلام نے ہجرت فرمائی۔(ضیاءالنبی صفحہ ۳۷ جلد دوم از پیر کرم شاہ صاحب الازہری رحمۃ اللہ بھیرہ شریف)

حضور علیہ السلام کا نام مبارک

حضور ﷺ مختون پیدا ہوئے۔ساتویں روز حضرت عبدالمطلب نے تمام قریش کو مدعو کیا جانور ذبح کر کے عقیقہ کیا گیا۔ اور سب کو بتایا گیا کہ اس بیٹے کا نام نامی ''محمد'' (ﷺ) یعنی بار بار تعریف کیا جانے والا'' تجویز کیا گیا یعنی، آسمانوں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور زمینوں میں اس کی تمام مخلوق اس کی تعریف کرے۔''محمد'' (ﷺ) کے معنی ہیں کہ ہر لمحہ ہر گھڑی بار بار ایک نئی آن ایک نئی شان سے جس کی تعریف ہو۔اور اس طرح حضور نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کی اس صفت کا اور

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ﴿٢٩﴾

ترجمہ: ہر گھڑی اللہ تعالیٰ کی ایک نئی ہی شان ہے۔(سورۃ الرحمٰن)

کا کمال مصداق بنیں۔

دوسرا آپ ﷺ کا نام نامی مبارک ''احمد'' (ﷺ) ہے اس کا معنی ہر حمد کرنے والے سے زیادہ اپنے رب کی حمد کرنے والا ہے۔

اور حضور ﷺ کی یہ شان احمدیت پوری آب وتاب سے روز محشر ظاہر ہوگی۔ جب حضور نبی کریم ﷺ اپنے رب کے سامنے قیامت کو اپنے امتیوں کو بخشوانے کے لیے سجدہ ریز ہوں گے۔ بہت دیر جتنی دیر اللہ تعالیٰ چاہے گا۔آپ علیہ السلام اپنے رب کے حضور سجدہ ریز رہیں گے اور حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ خاص اپنی تعریف کے کلمات میرے دل میں ڈال دے گا۔جس کے ساتھ میں اس کی حمد کروں گا۔اور جتنی دیر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا آپ سجدہ ریز رہیں گے۔ پھر اس کی رحمت جب جوش پر آئے گی تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔

ارفع راس یا محمد۔

اے میرے پیارے محبوب اپنا سر مبارک اوپر اٹھایئے۔

قل تسمع۔

آپ فرمائیں تو سہی سنا جائے گا آپ اتنا کیوں بے قرار ہوتے ہیں۔آپ اتنا کیوں تڑپتے ہیں۔میں جو ہوں سننے والا آپ اتنی کیوں گریہ وزاری فرماتے ہیں۔میں جو ہوں قبول فرمانے والا۔اس وقت آپ کی شان ہی نرالی ہوگی۔

پھر فرمایا جائے گا۔

سل تُعطیٰ۔

آپ سوال تو فرمائیں آپ جو بھی مانگیں آپ جتنا بھی مانگیں۔آپ کو دیا جائے گا۔

اشفع تشفع۔

آپ شفاعت فرمائیں آپ کی شفاعت قبول فرمائی جائے گی آپ اپنے امتیوں کے لیے بخشش فرمائیں آپ فرما کر تو دیکھیں اے میرے محبوب آپ کے یہ پیارے پیارے ہاتھ نیچے آنے سے پہلے میں آپ کی ساری امت کو بخش دوں گا چاہے وہ جتنی مرضی گنہگار ہو۔میں ان کے گناہوں کو نہیں بلکہ میں تمہارے ان یاقوتی ہونٹوں کو دیکھوں گا۔جن سے آپ ان کی مغفرت کے لیے فرمارہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی اگر سو رحمتیں تصور کریں تو صرف ایک حصہ دنیا میں وقوع پذیر ہوا ہے جس سے ہر کوئی دوسرے سے شفقت کرتا ہے ماں بچے سے محبت کرتی ہے۔ چرند پرند گویا ہر چیز میں اس ایک حصہ سے محبت قائم ہے زمین وآسمان کی کشش اسی ایک حصہ سے قائم ہے۔کہ ہر کوئی ایک مقرر دائرہ میں تیر رہا ہے۔اور اُس ایک حصہ کو بھی قیامت کو اللہ تعالیٰ واپس کھینچ لیں

گے۔تو نفسانفسی کا دور ہوگا اور میرے محبوب جب آپ دعا فرمائیں گے تو میں اپنی سو کی سو رحمتیں نازل فرما دوں گا۔ 47

امام ترمذی نے جبیر بن مطعم کے حوالہ سے یہ حدیث نقل کی ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "ان لی اسما انا محمد و آنا الماحی یمحو اللہ بی ا کفر وآنا حاشر الذی یحشر الناس علی قدمی وآنا العاقب الذی لیس بعدی نبی (الحدیث)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں احمد ہوں۔ میں الماحی ہوں۔یعنی اللہ تعالیٰ میرے ذریعے سے کفر مٹا دے گا۔میں الحاشر ہوں لوگ حشر کے دن میرے قدموں پر جمع ہوں گے۔میں العاقب ہوں یعنی میرے بعد کوئی نہیں آئے گا۔

رضاعت مبارک

سب سے پہلے سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم ﷺ کو دودھ پلایا۔پھر ثوبیہ ابولہب کی جو لونڈی تھی اس نے یہ سعادت حاصل کی ۔اور اسی ثوبیہ نے ابولہب کو بھتیجے کی خوشخبری دی تھی۔اور اپنے بھائی مرحوم کے بیٹے کے پیدا ہونے کی خوشی میں ابولہب نے ثوبیہ کو جو آزاد کر دیا تھا۔اللہ تعالیٰ قیامت تک اس کو سوموار کے دن اس کے عذاب میں کمی کر دیں گے اور اس ملعون کو دوزخ میں بھی ٹھنڈا پانی سوموار کو ملا کرے گا۔

ثوبیہ کے علاوہ اور متعدد خواتین جن میں حولہ بنت ام ایمن ۔حلیمہ سعدیہ اور بنی سعد کی ایک خاتون علاوہ ہیں سب سے زیادہ مسلسل دو سال تک حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کو دودھ پلایا۔

قریش اور دیگر عرب کے امیر لوگ اس میں اپنے بچوں کو دودھ پلانے والیوں کے سپرد کرتے تھے۔تاکہ ان کی بیویاں فراغت پاسکیں اور ان کے بچے فصیح عربی بول سکیں صحرائی زندگی کی جفاکشی اور مشقتوں کے خوگر ہو جائیں اور ان کے جدامجد حضرت معد کی جسمانی قوت ہڈیوں کی مضبوطی اور اعصاب کی پختگی کے اوصاف ان میں پیدا ہوں سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اے مسلمانوں معد کا تن وتوش پیدا کرو مشقت طلبی کو اپنا شعار بناؤ اور اپنے جسم اور اعصاب کو مضبوط بناؤ۔

ایک دن سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میں نے آپ سے زیادہ کوئی فصیح نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

فما یمنعی وانا من قریش وارضعت فی بنی سعد۔

ترجمہ: ایسا کیوں نہ ہو میں قبیلہ قریش کا فرزند ہوں اور میں نے اپنی رضاعت کا زمانہ بنی سعد قبیلہ میں گزارا ہے۔

حضرت عبدالمطلب نے بھی اسی لیے انحضرت ﷺ کو دودھ پلانے کے لیے حلیمہ سعدیہ کو دے دیا۔حضرت حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں۔ یہ سال قحط کا تھا اور خشک سالی عام تھی ۔ہمارے پاس ہماری گزر اوقات کے لیے کچھ نہ تھا۔ہم ایک لاغرسی گدھی اور

ایک لاغر سی اونٹنی کے ساتھ نکلے جس کی کھیری میں ایک قطرہ بھی دودھ نہیں تھا۔ اور وہ کمزوری کے باعث ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتی تھی اور ہماری وجہ سے ہمارا سارا قافلہ مصیبت میں تھا۔ سب لوگ قافلے والے آگے چلے جاتے تھے اور پھر کھڑے ہو کر ہمارا انتظار کرتے تھے۔

بنی سعد کی عورتیں سارے مکہ شریف سے بچوں کو لے کر آگئیں اور میری غریبی کی وجہ سے کسی نے مجھے بچہ نہ دیا میں نے کسی سے ایک یتیم بچے کا سنا تھا تو میں نے اپنے خاوند سے کہا کہ خالی ہاتھ واپس لوٹنے کی بجائے ہم اسی دریتیم کو لے آتے ہیں شاید ہماری قسمت کا ستارہ بدل جائے۔ میں حضرت عبدالمطلبؓ کے پاس گئی اور اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ آپ نے میرا نام پوچھا میں نے حلیمہ سعدیہ بتایا آپ بہت خوش ہوئے فرمانے لگے۔ واہ واہ سعد اور حلم کیا کہنا یہ دو خوبیاں ہیں۔ جن میں زمانہ بھر کی بھلائی اور ابدی عزت ہے۔

پھر فرمیا میرے اس یتیم بچہ کو کیا تو گود میں لینے کو تیار ہے۔ کہ اس کی برکت سے تیرا دامن یمین وسعادت سے لبریز ہو جائے۔ میں نے کہا میں تیار ہوں وہ بچہ مجھے دیجئے۔ میں اس کو دودھ پلانے کے لیے تیار ہوں۔

وہ مجھے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے گھر لے گئے۔ سیدہ آمنہ نے مجھے خوش آمدید کہا اور مجھے ساتھ لے کر اپنے نور نظر کے پاس لے گئیں۔ آپ ﷺ سفید صوف کے کپڑے میں لپیٹے تھے۔ جو دودھ کی طرح سفید تھا۔ اور نیچے سبز رنگ کی ریشمی چادر بچھی تھی۔ آپ ﷺ آرام فرما رہے تھے۔ اور بھینی بھینی کستوری کی مہک آپ علیہ السلام سے آ رہی تھی میں آپ ﷺ کو دیکھتے ہی فدا ہو گئی۔ اور میں نے اپنا ہاتھ آپ ﷺ کے سینہ مبارک پر رکھا۔ آپ ﷺ نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔ اور مسکرانے لگے۔ آپ کی آنکھوں سے انوار نکل رہے تھے۔ میں نے آپ ﷺ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا۔ آپ ﷺ کو اٹھایا، سینے سے لگایا اور اپنے خاوند کے پاس لے آئی۔

میں نے آپ ﷺ کو دودھ پلانے کے لیے اپنی دائیں چھاتی پیش کی حضور علیہ السلام نے اسے پیا۔ جتنا چاہا۔ پھر میں نے اپنی بائیں چھاتی پیش کی۔ تو حضور ﷺ نے انکار فرما دیا۔ کیونکہ حضور ﷺ کا ایک رضاعی بھائی تھا اور اللہ تعالیٰ نے الہام کے ذریعے آپ ﷺ کو بتا دیا تھا۔ اور آپ علیہ السلام نے بائیں چھاتی کا دودھ کا حصہ اپنے بھائی کے لیے رکھ دیا پہلے میری چھاتیوں میں برائے نام دودھ تھا۔ آپ کی برکت سے میری دونوں چھاتیاں دودھ سے بھر گئیں۔

میرا خاوند جب لاغر اونٹنی کے پاس گیا تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ اس کی کھیری بھی دودھ سے لبالب بھر گئی تھی اس نے اسے دھویا خود بھی دودھ پیا اور ہمیں بھی پلایا۔

جب تمام عورتیں اپنے بچے لے کر واپس گھروں کو چلنے لگیں تو میں بھی ان کے ساتھ اپنی گدھی جو پہلے بہت کمزور و ناتوان تھی پر سوار ہو کر ان کیے ساتھ چلنے لگی۔ تو وہ گدھی ہوا کے ساتھ باتیں کرنے لگی۔ سب قافلے والے حیران ہو گئے۔ کہ حلیمہ یہ تمہاری پہلے والی گدھی ہے، میں نے کہا ہاں ہے تو وہی لیکن دیکھو اَب اس پر سوار کون ہے؟

آخر کار ہم واپس اپنے گھروں کو پہنچ گئے۔ ہمارا علاقہ بہت قحط زدہ تھا۔لیکن میری بکریاں شام کو خوب چر کر آتیں اور ان کی کھریاں دودھ سے بھی بھری ہوئی ہوتی تھیں۔ دوسرے لوگ کہتے۔ جہاں حلیمہ سعدیہ کی بکریاں چرتی ہیں وہاں تم لوگ بھی بکریاں چرایا کروں لیکن پھر بھی ان لوگوں کی بکریوں کی دودھ کی کھریاں تقریباً خشک ہی ہوتیں تھیں۔

دن بدن انعامات اور برکتیں ظہور پذیر ہوتی رہتی تھیں۔ دو سال کا عرصہ گزر گیا۔ میں نے حضور ﷺ کا دودھ چھڑا دیا ۔آپ ﷺ ماشاء اللہ کافی قوی اور توانا ہو گئے۔

ایک دن حلیمہ سعدیہ حضور ﷺ کو لے کر گود میں بیٹھی تھیں ۔بکریوں کے ایک ریوڑ کا ادھر سے گزر ہوا۔ایک بکری ان میں سے آئی ۔حضور ﷺ کو سجدہ کیا۔ اور سر مبارک کو بوسہ دیا۔حضور ﷺ کی برکتیں سارے قبیلہ میں پھیل گئیں۔ ہر گھر سے کستوری کی مہک اٹھتی تھی۔جس کسی کو کوئی بدنی تکلیف ہوتی ۔وہ آتا حضور اکرم ﷺ کی مبارک ہتھیلی کو پکڑ کر اس جگہ لگا تا۔اس کو آرام آجاتا تھا۔

دو سال بعد ہم آپ کو لے کر واپس بی بی آمنہ کے پاس آئے۔ ہم لوگ آپ علیہ السلام کی جدائی سے بہت آزردہ تھے ۔ ہم نے بی بی آمنہ پاک سے دوبارہ بچے کو کھلے ماحول اور صاف آب وہوا میں لے جانے کے لیے اتنا اصرار کیا۔کہ آپ کو یہ بات ماننی ہی پڑی۔

واپسی پر تقریباً تین ماہ کا عرصہ بیت گیا۔تو ایک دن آپ کا رضاعی بھائی جو آپ کے ساتھ مکانوں کے عقب میں بکریاں چرا رہا تھا۔ دوڑتا ہوا آیا۔ اور کہنے لگے کہ دو آدمی سفید لباس میں میرے بھائی کے پاس آئے ہیں۔انہوں نے میرے بھائی کو لٹایا ہے اور اس کے پیٹ کو چاک کر دیا ہے۔

میرا خاوند اور میں دوڑتے ہوئے حضور ﷺ کے پاس گئے دیکھا تو آپ علیہ السلام ایک طرف کھڑے ہیں ۔اور چہرہ مبارک زرد ہو رہا ہے۔میرے خاوند نے آپ ﷺ کو گلے سے لگا لیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ سفید کپڑوں میں ملبوس آدمیوں نے مجھے زمین پر لٹایا۔پھر میرے شکم کو چیرہ۔اس میں سے کوئی چیز نکالی اس کو باہر پھینک دیا پھر میرے پیٹ کو پہلے کی طرح کر دیا، ہم آپ کو لے کر واپس گھر آگئے ۔میرے خاوند نے کہا شاید یہ کوئی آسیب وغیرہ ہو۔اس سے پہلے کہ اس کے اثرات ظاہر ہوں بچے کو واپس اس کے گھر بی بی آمنہؓ کے پاس چھوڑ آؤ۔

چنانچہ میں بچے کو لے کر واپس مکہ شریف بی بی آمنہ کے پاس آئی۔ وہ گھبرا گئیں کہ کیوں واپس کر رہی ہو۔ دوبارہ تو اتنے اصرار سے لے کر گئی تھی۔ میں نے بہانہ بنانا چاہا لیکن جب آپ نے بہت اصرار کیا تو میں نے شق صدر کا واقعہ بتایا۔آپ فرمانے لگیں بخدا میرے بچے کو شیطان ہرگز تکلیف نہیں پہنچا سکتا۔میرے بچے کی شان ہی نرالی ہے۔اور میرا یہ بچہ آفتاب بن کر چمکے گا۔ پھر آپ نے حلیمہ سعدیہ کو پیدائش تک کے تمام واقعات بتائے ۔اور بچے کو اپنے پاس ہی رکھ لیا۔

مدینہ منورہ کی طرف پہلا سفر

چونکہ آپ علیہ السلام کے والد پاک کا ننھال مدینہ منورہ تھا۔اس وقت لوگ اسے یثرب کہتے تھے۔اس لیے ملک شام کے سفر سے واپسی پر آپ یہاں رک گئے۔اسی اثناء میں وہ بیمار ہو گئے۔آپ کے ساتھیوں نے کچھ انتظار کیا۔جب آپ کی بیماری زیادہ ہوگئی۔تو تمام ساتھی واپس مکہ مکرمہ چلے آئے کچھ دنوں کے بعد آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔اور آپ کو مدینہ منورہ میں ہی مدفون کر دیا گیا۔یہ جانکاہ خبر جب مکہ المکرمہ پہنچی تو حضرت عبدالمطلب اور بی بی آمنہ پر ایک قیامت ٹوٹ پڑی۔اتنے جواں سال بیٹے کا صدمہ بڑی مشکل سے حضرت عبدالمطلب نے برداشت کیا۔اور کتنی حسرتیں تھیں۔جو بی بی آمنہ پاک کے دل میں تھیں۔وہ سب دھری کی دھری رہ گئیں آپؓ کے دل میں اپنے خاوند کی قبر دیکھنے کا جوشوق تھا۔وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرائض کی بدولت اندر ہی اندر بڑھتا چلا گیا۔جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تقریباً چھ سال کے ہو گئے۔اور دیکھنے میں آپ علیہ السلام تقریباً آٹھ سال کے صحت مند لگتے تھے۔تو آپ نے حضرت عبدالمطلب سے اپنے خاوند کی قبر کی زیارت کے لیے مدینہ منور جانے کی اجازت چاہی۔آپ نے بخوشی اجازت دے دی۔

سیدہ آمنہؓ اپنے معصوم بیٹے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ روانہ ہوئیں۔آپ کے ساتھ آپ کی کنیز ام ایمن تھی۔جن کا نام برکت تھا۔اور آپ کا تعلق حبشہ سے تھا۔یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے دادا سے ورثہ میں ملیں تھیں یہ مختصر سا قافلہ حضرت عبدالمطلب کے ننہال بنو عدی بن نجار کے ہاں اترا۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ماہ تک اپنی والدہ کے ہمراہ اپنے والد پاک کے ننہال میں رہے۔اس دوران میں آپ علیہ السلام نے بنی عدی بن نجار کے تالاب میں نہانے کی مہارت حاصل کی اور ہجرت کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے۔تو فرمایا:

ھھنا نزلت لی امی واحسنت العوم فی بئر عدی النجار۔

یعنی میں اس مکان میں اپنی والدہ کے ساتھ اترا تھا۔اور میں نے بنی عدی بن نجار کے تالاب میں تیرنے کی مہارت حاصل کی تھی۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کے بعد یہاں تشریف فرما ہوئے۔تو اکثر پرانی یادوں کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔

مدینہ منورہ میں قیام کے دوران ایک یہودی نے آپ علیہ السلام کو دیکھا۔تو اس نے آپ علیہ السلام کا نام پوچھا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرا نام احمد ہے۔پھر اس نے آپ علیہ السلام کی پشت مبارک کو دیکھا۔تو اس نے کہا کہ اس امت کا نبی علیہ السلام ہے۔پھر اس نے دوسرے یہودیوں کو بتایا۔تو وہ یکے بعد دیگرے مجھے دیکھنے کے چلے آتے تھے۔میری والدہ کو یہودیوں کی طرف سے مختلف اندیشے پیدا ہونے لگے۔آپ نے یہاں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور مکہ جانے کی تیاری شروع کر دی۔ام ایمن کہتی ہیں۔جب ہم ابواء کے مقام پر پہنچے تو بی بی آمنہ کی طبیعت خراب ہوگئی۔اور بگڑتی ہی چلی گئی۔

بی بی آمنہ پاک کو جب اپنی زندگی کی امید نہ رہی۔اور آپ نے اپنے پاس اپنے پیارے بیٹے حضرت محمد ﷺ کو دیکھا کہ اس حالت میں ان کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے حوالے کر کے چھوڑ کر جا رہی ہیں۔تو بے اختیار آپ کے لبوں پر شعر آ گئے۔

اسما بنت درھم کی والدہ آپ کی وفات کے وقت حاضر تھیں۔ابو نعیم نے دلائل میں روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:
میرا خواب اگر صحیح ہے (اور یقیناً صحیح ہے)

"ان صح ما ابصرت فی المنام

"فا انت مبعوث الی الانام　　تبعث فی الحل وفی الحرام
تبعث فی التحقیق والاسلام　　دین ابیك البر ابراھام
فالله انھاك عن الاصنام　　و الا تولیھا مع الاقوام"

"یعنی میں نے جو خواب دیکھا ہے وہ صحیح ہے آپ علیہ السلام تمام لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجے جائیں گے۔حل اور حرام سب جگہ آپ ﷺ نبی ہوں گے۔آپ علیہ السلام کو اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کے دین پر مبعوث کیا جائے گا۔اور میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر بتوں سے روکتی ہوں۔کہ آپ دوسری قوموں کے ساتھ مل کر ان سے دوستی نہ کریں"

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ

کل حی میت و کل جدید بال و کل کبیر یفنی و انا میتة و ذکری باق ولدت طھرا۔

"یعنی ہر زندہ موت کا مزہ چکھے گا۔اور ہر نئی چیز پرانی ہو جائے گی اور ہر بڑی چیز فنا ہو جائے گی میں تو مر رہی ہوں لیکن میرا ذکر ہمیشہ باقی رہے گا کیونکہ میں نے ایک پاکباز بچہ جنا ہے۔(ضیاء النبی از پیر کرم شاہ الازھری بھیرہ شریف صفحہ ۷۷)

علامہ زرقانی شرح مواھب الدینہ میں ان اشعار کو نقل کرنے کے بعد علامہ سیوطی کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

یہ اشعار اس بات کی دلالت کرتے ہیں۔کہ سیدہ آمنہ موحدہ تھیں انہوں نے دین ابرہیمی کا ذکر کیا انہوں نے یہ بھی بتایا کہ ان کا فرزند اسلام کے ساتھ اللہ کی طرف سے مبعوث ہو گا۔اور آپ نے اپنے فرزند کو خدا کا واسطہ دے کر بتوں کی دوستی سے منع فرمایا۔اور یہی عین توحید ہے۔جو آپ نے بیان فرمائی۔

من بندہ آں رو ے کہ دیدن نہ گزراں
دیوانہ زلف کہ کشیدن نہ گزارن

میں اِس حسین مکھڑے کا غلام ہوں جس کو دیکھنے کی تاب ہی نہیں اور ان حسین زلفوں کا اسیر ہوں جن تک پہنچنے کی تاب نہیں۔

دیدہ لبریزم سراپا انتظار کیستم　　ذوق دیدار تو دارم بے قرار کیستم

یا رسول اللہ آپ کے انتظار میں میرے صبر کا پیمانہ بھر چکا ہے اور میں سراپا انتظار ہوں اور آپ کے دیدار کے ذوق نے میرے جسم کے رُوئے رُوئے کو بے قرار کر دیا ہے۔

خسرو تو بس بلند شوی در طریق عشق　　　گویا بہ پائے بوس سگانش رسیدہ ای

خسرو کا اس دن سے عشق میں طریق بہت بلند ہو چکا ہے۔جس دن سے اس نے آپ کی گلی کے کتے کے پاؤں کو چوما ہے۔دم توڑتی ہوئی ماں کی ممتا نے جب اپنے بیٹے کو جو پوری دنیا اور آخرت کا سردار ہے کو آخری دم اپنے شہزادے کو دیکھا ہوگا۔تو اس پر کیا گزری ہوگی۔شفیق باپ کا سایہ پہلے ہی اٹھ چکا ہے۔اَب والدہ ماجدہ بھی اپنے گھر سے دور مکہ شریف سے تقریباً ڈیڑھ سو کلو میٹر ابواء کے مقام پر اپنے خالق حقیقی سے مل رہی ہیں۔ارد گرد نہ کوئی آبادی نہ کوئی پرسان حال اس نازک قلب مصطفی ﷺ پر کیا بیت رہی ہوگی۔

وہ نازک قلب جس نے پوری امت کے یتیموں۔بے کسوں۔دردمندوں اور بے آسروں کا بوجھ اٹھایا ہے۔اس کو بچپن سے ہی درد آشنا کیا جا رہا ہے۔اے میرے پیارے حبیب ﷺ تیرے لیے میں ہی کافی ہوں۔تو کیوں بے چین ہوتا ہے۔تیرا دل کیوں تڑپتا ہے۔تیرے لیے تو مین نے ساری دنیا بنائی ہے۔وہ مالک ہے اس کے فیصلے بھی حکمت پر مبنی ہیں۔

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢١﴾

ترجمہ:　اور وہ خدا واحد و یکتا اپنے حکم میں غالب ہے۔لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں۔

حضور نبی کریم رووٴف ورحیم ﷺ نے فرمایا ہے کہ سب سے زیادہ تکلیفیں و مصیبتیں انبیاء علیہ السلام پر آتیں ہے۔ اور سب انبیاء سے مجھ پر سب سے زیادہ آئی ہیں۔پھر اولیاء اللہ پر یہ تکلیفیں مصیبتیں آتی ہیں۔پھر جو کوئی ان کے جتنا جتنا مثل ہو۔ان کے نزدیک ہو۔اُس پر آتی ہیں۔

ہمارے پیرو مرشد کے پوتے میاں عبداللہ صاحب جو ایک کامل انسان تھے فرماتے تھے۔"یہ لوگوں نے روپے پیسے کو ہی اللہ تعالیٰ کا کرم و رحمت سمجھ لیا ہے۔حالانکہ اس کا کرم کچھ اور چیز ہے۔"

مکۃ المکرمہ واپسی

حضرت ام ایمن بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا کو جب ابوا کے مقام پر حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ مل کر جب اوپر ٹیلے پر دفن کر چکیں تو آپ نے نبی پاک ﷺ کے نازل دل کو کیا تسلی دی ہوگی۔بلکہ آپ علیہ السلام نے ہی ام ایمن کو تسلی دی ہوگی۔کیوں کہ جس نے سب امت کے دلوں پر مرہم رکھا ہے۔اس کو کوئی دوسرا کیا تسلی دے سکتا ہے۔وہ تو سراپا تسلیم و رضا ہیں۔خدا تعالیٰ کے ہر ہر فیصلے کے آگے۔وہ تو بچپن سے ہی سراپا تسلیم خم تھے،اور آپ علیہ السلام کے پیش نظر تو شروع سے آخر تک صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی خشنودی تھی۔

سیاہ فام ام ایمن کی بے مثال محبت خلوص اور محنت نے آپ کو دوسری ماں کا درجہ دے دیا۔اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں حضور نبی کریم ﷺ کی ایسی محبت اور خدمت کا جذبہ بھر دیا کہ اس کا اٹھنا سونا جاگنا ہر چیز کا مقصد حضور آقا دو جہاں

سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت ہوگیا۔ (از ماخوذ ضیا النبی جلد دوم صفحہ ۱۹۶ از پیر کرم شاہ صاحب الازہری بھیرہ شریف) 

ایک دفعہ حضور علیہ السلام نے اپنے کسی صحابہ کو دوسرے کو عار دلاتے ہوئے سنا۔ اُس نے کہا:

یا ابن السوداء۔

ترجمہ: اے کالی ماں کے بیٹے!

تو حضور نبی کریم ﷺ ایک دم غضب میں آ گئے۔ آپ نے بڑے جوش سے فرمایا:

لقد طفح الکیل لقد طفح الکیل لقد طفح الکیل لیس لابن البیضاء علی ابن السوداء فکان ابنا لھما معا۔

''پیمانہ چھلک گیا۔ پیمانہ چھلک گیا۔ پیمانہ چھلک گیا۔ کسی سفید رنگ والی ماں کے بیٹے کو کسی سیاہ رنگ والی ماں کے بیٹے پر کوئی فضیلت نہیں۔ بجز تقوی کے پس محمد (ﷺ) سفید رنگ والی ماں کا بیٹا ہے۔ اور اس کی پرورش سیاہ رنگ والی ماں نے کی ہے۔ پس وہ ان دونوں کا بیک وقت بیٹا ہے۔''

حضرت ام ایمن کے ساتھ حضور ﷺ اونٹنی پر سوار ہو کر سنگلاخ چٹانوں تپتے ہوئے ریگزاروں کو عبور کرتے ہوئے پتہ نہیں کتنے دنوں میں کس حال کے ساتھ مکہ المکرمہ پہنچے ہوں گے۔ یہ آپ علیہ السلام کا رب ہی جانتا ہے۔

جب حضرت عبدالمطلب نے سیدہ آمنہ کی وفات کا سنا تو آپ پر غم و اندوہ کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی نشانی کو آپ رضی اللہ عنہ نے بار بار چوما سینے سے لگایا۔ اور آپ کے اندر محبت کے جذبات نے جو حضور نبی کریم ﷺ کے بارے میں تھے، نے ایک طوفان کی شکل اختیار کر لی۔

اے جان من، جانان من، اَز من نگر سلطان مَن

ہر دم ہر وقت اور ہر جگہ وہ حضور نبی کریم ﷺ کو ساتھ ساتھ رکھتے تھے۔

کعبہ شریف میں اس کے سائے تلے حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی نشت لگائی جاتی تھی۔ کسی بڑے سے بڑے آدمی کی یہاں بیٹھنے کی جراَت نہیں ہوتی تھی سوائے حضور نبی کریم ﷺ کے وہ بلاجھجک اس پر بیٹھ جاتے تھے۔ اور آپ ﷺ کے چچا آپ ﷺ کو روکنے کی کوشش کرتے تو حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ فرماتے میرے اس بیٹے کو مت روکو۔ خدا کی قسم اس کی بہت بڑی شان ہوگی۔

یہ اپنے دادا کی عظیم شفقت و محبت بھی صرف دو سال ہی آپ ﷺ کا ساتھ دے سکی جب عمر مبارک آٹھ سال کی ہوئی۔ تو دادا کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا۔ وفات سے پہلے آپ ﷺ نے اپنے بیٹے حضرت ابوطالب کو اپنے پاس بلایا۔ اور آقا دو عالم ﷺ کی نگہداشت اور خدمت کو ان کے سپرد کیا۔ کیوں آپ حضرت عبداللہ کے آپ ﷺ کے والد پاک رضی اللہ عنہ کے سگے بھائی تھے۔ دونوں فاطمہ بنت عمرہ بن عائد کے بطن سے تولد ہوئے تھے۔

حضرت عبدالمطلب نے ایک سو دس اور ایک روایت کے مطابق ایک سو چالیس سال عمر پائی اور آپ کی وفات پر کئی دن بازار بند رہے آپ کی چھ بیٹیاں تھیں۔

سرکار دو عالم ﷺ عم محترم حضرت ابو طالب کے ساتھ

باوجود حضرت ابوطالبؓ کی مالی حالت اچھی نہ تھی۔لیکن وہ آنحضرت ﷺ کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے۔اور آپ علیہ السلام کی محبت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر آپ کے رگ و پے میں سرایت کر گیا تھا۔اور وہ کسی حال میں بھی آپ علیہ السلام کو اپنے سے جدا نہیں کرتے تھے۔اور ہمیشہ اپنے ساتھ کھلاتے اور اگر حضور علیہ السلام کہیں باہر ہوتے تو اس وقت تک کھانا شروع ہی نہیں کرتے تھے جب تک آپ علیہ السلام تشریف نہیں لے آتے تھے یا آپ علیہ السلام کو بلوا نہ لیتے۔حضرت ابوطالب کے بچے اگر آپ علیہ السلام کے بغیر کھانا کھا لیتے تو کھانا جلدی ختم ہو جاتا تھا اور وہ بھوکے ہی اٹھ جاتے۔جب آقا دو عالم ﷺ ساتھ بیٹھتے تو سب خوب سیر ہو کر کھاتے تھے اور کھانا بھی بچ جاتا تھا۔تو آپ کے چچا فرماتے تھے۔

انك مبارکٌ۔

میرے بھتیجے کا حال اس کے عظیم مستقبل کا پتہ دیتا ہے ایک دفعہ ایک قیافہ شناس مکہ المکرمہ آیا لوگ اس کے پاس اپنے بچے لے کر آئے حضرت ابوطالب بھی حضور کو لے کر اس کے پاس گئے تو اس نے کہا خدا کی قسم اس کی شان بہت بلند ہو گی۔

عہد شباب اور کسب معاشی کا دور

جب حضور نبی کریم ﷺ نو دس سال کے ہوئے تو چونکہ آپ علیہ السلام کے چچا کی مالی حالت تسلی بخش نہ تھی۔تو آپ کے احساس میں آپ ﷺ نے اجرت پر بکریاں چرانا شروع کر دیں۔امام بخاری نے صحیح بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

قال قال رسول الله ﷺ کما بعث الله نبیا الا راعی غنم و قال له اصحابه وانت یارسول الله قال وانا راعیتها لاهل مکة بالقرایط۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو بھی مبعوث نہیں فرمایا کہ اس نے بکریوں کو نہ چرایا ہو۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ کیا آپ نے بھی فرمایا کہ میں قراریط کے عوض اہل مکہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔

قراریط قراط کی جمع ہے۔اور یہ دینار کے چھٹے حصے کی چوتھائی کو کہتے ہیں۔

لیکن شیخ ابو زہر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔کہ قراریط بکریوں کے دودھ کا حصہ ہوتا تھا جو حضور ﷺ کو بطور اجرت مہیا

کرتے تھے۔اور جو حضرت ابو طالب کے اہل وعیال کے ساتھ بطور غذا استعمال فرماتے تھے۔ 47

اور یہی مفہوم قریب تر معلوم ہوتا ہے۔

سفر شام

جب سرکار دو عالم ﷺ کی عمر مبارک بارہ سال کی ہوگئی، تو حضرت ابو طالب نے اپنے تجارتی مقاصد کے لیے شام کے سفر کی تیاری کی۔تو رحمت دو عالم ﷺ نے ساتھ جانے پر اصرار فرمایا آپ ﷺ نے اونٹنی کی مہار پکڑ لی۔اور فرمایا آپ مجھے کس کے سپرد کر کے جا رہے ہیں۔میرا باپ ہے اور نہ ہی ماں۔چنانچہ آپ ﷺ کے چچا آپ ﷺ کو ساتھ لے جانے پر راضی ہو گئے اور آپ کو اپنے ساتھ اپنی اونٹنی پر سوار کر لیا۔

کئی دنوں کی مسافت کے بعد جب یہ قافلہ بصریٰ پہنچا تو عیسائی راہبوں کی خانقاہ کے قریب شب بسری کی۔وہاں ایک عیسائی راہب جرجیس تھا جو بحیرہ کے نام سے مشہور تھا۔اس کی نظر اپنے دریچہ سے قدرتی طور پر اس قافلہ پر پڑ گئی اس نے دیکھا کہ ایک نوخیز بچے پر بادل نے اپنا سایہ کیا ہوا ہے وہ بچہ جدھر جاتا ہے۔بادل ادھر ہی جاتا ہے۔جب قافلہ ایک درخت کے سایہ میں اترا تو درخت کے سائے میں جب سب قافلے والے بیٹھ گئے۔وہ بچہ سائے سے باہر بیٹھا۔تو درخت ادھر ہی جھک گیا۔اس نے اپنی کتابوں میں آخری نبی کی یہ نشانیاں پڑھ رکھی تھیں۔اس کو اس بچے کو دیکھنے کا شوق ہوا۔اس نے تمام قافلہ والوں کی دعوت کی۔تمام قافلے والے حیران ہو گئے۔کہ ہم کئی دفعہ گزرے تھے لیکن اس راہب نے کبھی رتی برابر بھی پروا نہیں کی تھی۔اب اس کو کیا ہو گیا ہے۔انہوں نے اس سے پوچھا تو اس نے ٹال دیا۔

جب قافلے والے آ گئے تو اس نے اس میں جان عالم ﷺ کو نہ پایا پوچھا تو انہوں نے کہا کہ پیچھے تو کوئی نہیں رہا۔بس ایک بچے کو چیزوں کی حفاظت کے لیے چھوڑ آئے ہیں۔اس نے کہا کہ اس بچے کو بھی ضرور بر ضرور بلائیں۔قافلے والوں کو کیا پتہ کہ اس بچے کے لیے تو اس راہب نے سب کی دعوت کی تھی۔آپ کے چچا حارث بن عبد المطلب گئے اور آپ ﷺ کو ساتھ لے آئے۔وہ آپ کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگا۔جب قافلے والے کھانا کھا چکے تو اس نے آپ ﷺ کو روک لیا۔اس نے آپ ﷺ کو آزمانے کے لیے لات وعزیٰ وغیرہ کا واسطہ دے کر کہا کہ جو بات پوچھوں آپ صحیح بتائیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔

بخدا جتنی مجھے لات وعزیٰ سے نفرت ہے۔اتنی کسی سے نہیں۔

پھر اس نے کہا۔کہ میں آپ ﷺ کو خدا کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں کہ آپ میری بات کا صحیح صحیح جواب دیں آپ ﷺ نے فرمایا پوچھو:

وہ آپ ﷺ سے آپ کی نیند و بیداری اور دوسرے کئی سوالات پوچھتا رہا۔تو اس نے دیکھا کہ یہ سب نشانیاں تو نبی

اخرالزمان ﷺ کی ہیں ۔پھر آخر میں اس نے آپ ﷺ کی پشت مبارک پر مہر نبوت کے دیکھنے کی خواہش ظاہر کی ۔آپ ﷺ نے قبول فرمالیا۔اس نے اسے دیکھا تو بے اختیار چوم لیا۔ پھر اس نے آپ ﷺ کے چچا حضرت ابو طالب سے آپ کا رشتہ پوچھا آپ نے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے ۔وہ کہنے لگا کہ یہ آپ کا بیٹا نہیں ہوسکتا۔

آپ نے فرمایا کہ اِن کے باپ کا انتقال ہوگیا تھا۔جب یہ شکم مادر میں تھے۔

پھر اس نے آپ ﷺ کی ماں کے متعلق پوچھا آپ نے فرمایا کہ ان کی ماں بھی کچھ عرصہ ہوا۔آپ کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے پاس چلی گئیں ہیں ۔اس نے کہا کہ اب آپ نے سچی بات کہی ہے۔

پھر وہ آپ ﷺ کے چچا کو کہنے لگا کہ آپ کے بھتیجے کی بڑی شان ہوگی۔آپ انہیں جلدی جلدی واپس اپنے وطن لے جائیں۔کہیں یہودی ان کو نقصان نہ پہنچائیں اور وہ یہ سارے جہانوں کے سردار ہیں اور یہ رب العالمین کے رسول ﷺ ہیں اور یہ رحمت العالمین ﷺ ہیں آپ کے چچا نے جلدی شام میں کاروبار کیا۔اور بہت جلد آپ ﷺ کو واپس مکہ المکرمہ لے آئے۔

اَبر رحمت

ایک دفعہ مکہ شریف میں شدید قحط پڑھ گیا۔لوگ پانی کی ایک بوند کو ترسنے لگے۔کافی دیر یہ حالت رہی آخر میں کسی نے کہا۔آؤ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نشانی کے پاس چلتے ہیں۔وہ لوگ حضرت ابو طالب کے پاس آئے تو آپ نے حضور نبی کریم ﷺ سے سراپا نیاز بن کر عرض کی ۔کہ آپ کی قوم کا بہت برا حال ہوا ہوا ہے۔خدارا اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں۔آپ تیار ہوگئے اور حضرت ابوطالب آپ کو لے کر کعبہ شریف میں آئے۔اور ساری قوم یہ دیکھ رہی تھی۔آپ نے نبی کریم ﷺ کی پشت مبارک کعبہ شریف کے ساتھ لگائی اور آپ کے ننھے ننھے ید بیضا والے ہاتھ اللہ تعالیٰ کے حضور بلند ہوئے۔اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی ابھی ہاتھ نیچے بھی نہیں ہوئے تھے۔کہ وہ آسمان جہاں پہلے بادل کا ٹکڑا تک نہ تھا وہاں ہر طرف سے بادل اُمڈ اُمڈ کر آگئے۔اور اتنی بارش ہوئی۔اتنی بارش ہوئی کہ ہر طرف جل تھل ہوگئی۔

حضرت ابو طالب نے اسی وقت فی البدیہہ شعر کہے:

و ابیض یستسق الغمام بوجه الکریم

ثمام الیتامی وعصمة الارامل

ترجمہ: یہ سفید رنگت والے ہیں، ان کے رخ انور کا واسطہ دے کر بارش کی بھیک مانگی جاتی ہے۔وہ یتیموں کی پناہ گاہ اور بیواؤں کی عصمتوں کے محافظ ہیں۔

یلوزبه الھلاك من آل ھاشم

فھم عنده فی نعمة و فواضِل

ترجمہ: ہاشم خاندان کے مسکین لوگ آپ کے دامن کرم میں ہلاک ہونے سے پناہ لیتے ہیں آپ ان کو ہر قسم کے احسانات اور انعامات سے مالا مال فرما دیتے ہیں۔

ایک دفعہ مدینہ منورہ میں ایک اعرابی حاضر ہوا۔ عرض کرنے لگا یا رسول اللہ ﷺ مال مویشی ہلاک ہو گئے لوگ ایک ایک بوند پانی کو ترس گئے۔ بارش کے لیے دعا فرما لیتے۔

آپ نے بارش کی دعا کے لیے ہاتھ بلند کیے۔ ابھی ہاتھ نیچے بھی نہیں آئے تھے کہ موسلہ دار بارش ہونے لگی۔۔

تو نبی کریم ﷺ مسکرا دیے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دندان مبارک ظاہر ہوئے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا آج اگر ابوطالب زندہ ہوتے۔ تو دیکھ کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں کون ہے۔ جو آپ کے شعر سنائے۔ تو سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہ اٹھے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ کی مراد ان اشعار سے ہے۔

وابیض یستسق الغمام بوجهه الکریم۔

آپ نے فرمایا کہ ہاں یہی شعر مراد ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی حفاظت

حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ جب کبھی میں ایسے کام کا ارادہ کرتا جو میری شان کے لائق نہ ہوتا، تو اللہ تعالیٰ مجھے بچا لیتے۔

ایک دفعہ میں دوسرے بچوں کے ساتھ پتھر ایک جگہ سے دوسری جگہ رکھ رہا تھا۔ چونکہ عرب شریف میں قمیض بہت لمبی ہوتی تھیں۔ تو دوسرے بچوں نے اپنے تہبند اتار کر کندھوں پر رکھے ہوئے تھے تاکہ پتھروں کی سختی محسوس نہ ہو میں نے بھی ایسا کرنے کا ارادہ کیا تو کسی غیر مرئی طاقت نے مجھے اس سے باز کر دیا۔ اور آواز آئی جلدی کرو۔ تہبند باندھ لو۔

ایک دفعہ میں بچپن میں دوسرے لوگوں کے ساتھ بکریاں چرایا کرتا تھا۔ لوگ قصے کہانیاں سننے مکہ شریف جایا کرتے تھے۔ کیونکہ ہم باہر صحرا میں ہی رات بسر کرتے تھے۔ ایک دفعہ میں نے اپنے دوسرے ساتھی سے کہا تم میری بکریوں کا خیال رکھنا۔ میں مکہ شریف ہو کر آتا ہوں۔

میں مکہ چلا آیا۔ وہاں ایک شادی تھی۔ لوگ دف بجا رہے تھے۔ مجھے گانے دفوں اور مزامیر کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں وہاں سننے کیسے لیے بیٹھا ہی تھا۔ کہ مجھے نیند نے آلیا صبح سورج کی گرمی کی تمازت نے میری آنکھ کھول دی۔ واپس آیا۔ تو دوسرے ساتھی نے پوچھا رات کیسی گزری۔ میں کہا۔ مجھ پر تو نیند مسلط ہو گئی تھی۔

ایک مرتبہ پھر میں نے مکہ کی دفوں سے لطف اندوز ہونے کی کوشش کی اس کا بھی یہی انجام ہوا۔

حربِ فجار

زمانہ جاہلیت میں مختلف جنگیں لڑی جاتی تھیں۔ یہ بے مقصد جنگیں قبائلی عصبیت وتفاخر اور شخصی رعونت، انانیت اور تفاخر کی وجہ سے ہوتی تھیں لوگ ذرا ذرا سی بات پر لڑ پڑتے اور تلواریں چل پڑتی تھیں۔ ایسی ایک جنگ میں حضور اکرم ﷺ نے اپنے چچاؤں کے ساتھ شرکت فرمائی تھی۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک صرف پندرہ سال تھی۔ اس جنگ میں فریق قریش اور بنی کنانہ تھے اور دوسرا فریق بنی ہوازن تھا۔ یہ جنگ مکہ کے نزدیک ''شرب'' گاؤں کے پاس لڑی گئی۔

اور یہ ان لوگوں کی تیسری جنگ تھی۔ جو ہر سال لڑی جارہی تھی۔ اور ایک معمولی سی بات اس جنگ کا باعث بنی تھی کہ حیرہ کے بادشاہ کے قافلے کو ہوازن قبیلہ کے عروۃ الرجال نے پناہ دی تھی۔ لیکن برافی نامی ایک شخص نے اس کو ہلاک کر دیا۔ اس بات پر بنی ہوازن اور قریش و بنی کنانہ کی آپس میں جنگ ہر سال مقررہ جگہ پر ہوتی تھی۔

پہلے دو جنگوں میں بنی ہوازن کی فتح ہوئی تھی۔ اس جنگ میں چونکہ نبی کریم ﷺ تشریف فرما تھے۔ اس لیے اس جنگ میں قریش کو فتح ہوئی۔ آپ علیہ السلام ترکش سے تیر نکال نکال کر اپنے چچاؤں کو دیئے جاتے تھے۔

چوتھے سال جنگ کے لیے قریش اور بنی ہوازن اکھٹے ہوئے تو عتبہ بن ربیعہ نے ان دونوں فریقوں کی صلح کرادی۔

حضور ﷺ نے صرف تیسری جنگ میں اپنے چچاؤں کی حفاظت کے لیے حصہ لیا۔ اور ترکش سے تیر نکال نکال کر اپنے چچاؤں کو دیتے رہے۔

حلف الفضول

پورے عرب کے جزیرہ میں کوئی منظم حکومت نہ تھی اور نہ ہی کوئی عدالت تھی اگر کوئی قتل ہوجاتا تو قاتل قبیلے کے پورے افراد کو ذمہ دار ٹھہرایا جاتا۔ اور سب سے بدلہ لیا جاتا۔ نہ کہ فرد واحد سے اور صرف طاقتور قبائل ہی اس پر پورے اتر سکتے تھے۔ کمزور لوگ بدلہ نہیں لے سکتے تھے۔

ایک دفعہ زبید جو یمن کا ایک تاجر تھا اپنے سامان تجارت کے ساتھ مکہ آیا یہاں عاص بن وائل نے اس سے سامان تجارت خریدا۔ جب اس نے سامان لے لیا۔ تو اس کی قیمت دینے سے انکار کر دیا زبید نے کعبہ شریف میں جب قریش کی محفلیں لگی ہوئی تھیں آ کر دہائی دی، اور اپنی فریاد کے اشعار پڑھے اور کہا کہ کوئی ہے جو مجھے میرے پیسے واپس دلائے۔

حضرت زبیر بن عبد المطلب کھڑے ہو گئے اور کہا کہ میں تمہیں اس سے پیسے واپس دلاؤں گا۔

چنانچہ عبداللہ بن جدعان کے گھر میں بنی ہاشم، بنی زہرہ، بنی تمیم بن مرہ کے قبائل جمع ہوئے ابن جدعان نے سب کو پر تکلف کھانا کھلایا۔

ان سب لوگوں نے کھانے کے بعد کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ وہ ”سب متحد ہو کر ظالم کے خلاف مظلوم کی مدد کریں گے۔ یہاں تک کہ ظالم مظلوم کو اس کا حق ادا کر دے اور ہم اس عہد پر پابند رہیں گے۔ جب تک سمندر صوف (اون) کو تر کرتا رہے اور جب تک حراء واور ثبیر کے پہاڑ اپنی جگہ پر قائم رہیں اور ہم ایک دوسرے کی ہمدردی کریں گے۔“

رحمت دو عالم ﷺ کی عمر مبارک اس وقت بیس سال تھی۔ اور آپ نے اس میں شرکت فرمائی تھی۔ بعثت کے بعد بھی حضور ﷺ اس معاہدے میں شرکت پر اظہار مسرت فرماتے تھے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

لقد شهدت في دار عبدالله بن جدعان حلفاً ما أُحب آن لی به حمر البحر ولو دعی به في اسلام لاحببت۔

ترجمہ: کہ میں عبداللہ بن جدعان کے گھر میں حاضر تھا۔ جب حلف الفضول طے پایا گیا اس کے بدلے میں اگر کوئی مجھے سرخ اونٹ دے۔ تب بھی میں لینے کے لیے تیار نہیں اور اس قسم کے معاہدہ کی دعوت آج بھی اسلام میں مجھے کوئی دے۔ تو میں اسے قبول کرنے کو تیار ہوں۔

اس طرح سب لوگوں نے مل کر زبید کو عاص بن وائل سے اس کے پیسے واپس دلا دیے اور یوں یہ معاہدہ مدتوں نافذ العمل رہا۔

اس کے بعد مظلوموں میں سے جو کوئی بھی دہائی دیتا حلف الفضول کے ارکان کے مسلح دستے اس کی فریاد رسی کے لیے سامنے آجاتے۔

حلف الفضول کا آغاز حضرت زبیر بن عبدالمطلب کی تحریک پر شروع ہوا تھا اور اس کا پہلا اجلاس عبداللہ بن جدعان کے گھر ہوا تھا اور اس میں حضور ﷺ بھی شریک ہوئے تھے۔ اور حضور ﷺ کی تحریک پر ہی نوجوانوں کا ایک مسلح دستہ تیار ہوا۔ جو اس کے فیصلوں کو عملی جامہ پہنانے میں سر دھڑ کی بازی لگا دیتا تھا۔ اور کسی بڑے سے بڑے آدمی کو بھی اس سے انحراف کی مجال نہیں تھی اس لیے مورخ حلف الفضول کے نظریہ کو حضور ﷺ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

آقا دو جہاں ﷺ اگرچہ اپنی قوم کی مشرکانہ رسوم اور دوسری بری حرکات سے مکمل دور رہا کرتے تھے۔ لیکن ان کے اچھے کاموں اور ہر غمی وخوشی میں ضرور شرکت فرماتے تھے۔

شام کی طرف دوسرا سفر

مکہ کے اکثر لوگ تجارت پیشہ تھے یہ مشرق اور شرق بعید کے ممالک سے درآمد کی ہوئی اجناس اور گرم مصالحے اور کئی دوسری مصنوعات یمن کی بندرگاہوں سے خرید کر اور ان کو اپنے اونٹوں پر لاد کر بحیرہ روم کی بندرگاہوں اور شام کی طرف لے

جاتے اور گرمیوں میں یہ قافلے شام کی طرف جاتے اور لوگ ان میں بڑا بڑا بھاری سرمایہ لگاتے تھے۔ 47

مکہ المکرمہ میں ایک نیک دل خاتون جن کا نام نامی حضرت خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن الغری بن قصی تھیں۔ آپ بہت ہی بااخلاق اور پاک دامن خاتون تھیں۔ اور جہاں سب قافلے والوں کا جتنا سامان ہوتا تھا۔ وہاں اکیلے آپ کا اتنا سامان ہوتا تھا۔ اور آپ یا تو اجرت پر لوگ رکھتیں تھیں۔ یا بصورت دیگر آپ لوگوں کا نفع میں کوئی سا نصف تہائی یا چوتھا حصہ مقرر کر لیتیں۔

پس اگر نفع ہو جاتا تو لوگ حصہ لے لیتے اور بصورت نقصان دیگر ساری ذمہ داری حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ پر ہوتی تھی اس کو شریعت میں ''عقد مضاربہ'' کہتے ہیں۔

کاش یہ چیزیں ہمارے معاشرے میں بھی آجائیں۔ جہاں سود کا کاروبار عروج پر ہے اور جس کی بے برکتی میں پورا معاشرہ مبتلا ہے اور سود کے ڈسے ہوئے لوگوں میں اٹھنے کی سکت نہیں رہتی ہے اور یہ خدا اور اس کے رسول ﷺ سے کھلی جنگ ہے۔

اگر کسی کے جسم پر خارش کے دانے نمودار ہوتے ہوں۔ کچھ لوگ اس کا آدھا علاج ہی کرتے ہیں۔ کہ ان دانوں پر مرہم لگا دیتے ہیں۔ پھر دانے جسم کے کسی اور حصے سے باہر نکل آتے ہیں۔ لیکن اس کا اصل علاج تو دانوں پر مرہم لگانے کے ساتھ ساتھ خون کا علاج کرنا اور خون کو صاف کرنے والی دوائیاں کھانا ہے۔ تا کہ جڑ سے اس کی بیماری ختم ہو سکے۔

یہی حال ہمارے معاشرے میں انگریز کے بنے ہوئے کالے قوانین کا ہے۔ آج ہمارے معاشرہ میں اگر شریعت محمدی ﷺ اور قرآن کا قانون نافذ ہو جائے۔ تو سب کے سب مسائل چشم زدن میں ختم ہو جائیں گے، اور اتنے اتنے بڑے مفکر اور سمجھدار دنیا داری پڑھے لکھے لوگ جو ٹی وی چینلوں پر اپنا سر پیٹتے رہتے ہیں۔ کوئی کسی قسم کے مشورے دیتا ہے۔ کوئی کسی قسم کے لیکن اسلامی قوانین کا مشورہ کوئی نہیں دیتا۔

وہ خدا تعالیٰ کی ذات پاک جس نے اس انسان کو تخلیق کیا ہے۔ اس کو اس کی سب کمزوریوں کا پتہ ہے۔ اس کی سب لغزشوں سے وہ آگاہ ہے۔ اس کو پتہ ہے۔ اس کو کیسے ٹھیک کرنا ہے۔

اگر انسان کوئی گناہ کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کی ایسی سزائیں تجویز فرمائی ہیں۔ اور وہ ایسی نفسیاتی سزائیں بھی ہیں۔ کہ اس کو دیکھ کر پورا معاشرہ سیدھا ہو جاتا ہے۔ اور اس میں خدا تعالیٰ کی شرم و حیا اور اس کا خوف پیدا ہو جاتا ہے۔

اور ایک یہ ہمارے قانون ہیں کہ اگر ان کی سزا میں کوئی جیل جاتا ہے تو بہت بڑا مجرم بن کر ابھرتا ہے۔

اور ہمارا انصاف اور ہماری عدالتیں انگریز کے بنائے ہوئے کالے قوانین کی وجہ سے کئی پیچیدگیوں میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔ اور ہمارے کیس بعض دفعہ کئی کئی سالوں پر محیط ہو جاتے ہیں۔ اور انہیں انصاف نہیں مل سکتا۔ اور بعض دفعہ گناہ گار صاف بچ جاتا ہے۔ اور کئی بے گناہ دھر لیے جائے ہیں۔

اور بعض لیڈر جن کو لوگ دھکے دے دے کر اور گلے سے پکڑ کر کرسی سے اتار دیتے ہیں۔ اگر کوئی اسلامی قوانین نافذ

کرنے میں اور اپنے خدا اور اس کے رسول ﷺ کو خوش کرنے کے لیے اپنے فیصلوں پر ڈٹ جائے گا۔ اور اسلامی قانون نافذ کر دے گا۔ تو دنیا اور آخرت میں بھی سرخرو ہو جائے گا۔ اور لوگ اسے اسلامی دنیا کا ہیرو بنا دیں گے۔ اور شاید اس کی کرسی بھی تادیر قائم رہے۔ لیکن وہ کرسی کی خاطر نہیں بلکہ خدا اور اس کے رسول کو خوش کرنے کے لیے یہ کام کریں تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر ہوگا۔

''کیوں کہ اگر کوئی خالق کو خوش کرنے کے لیے مخلوق کی پروا نہ کرے۔ تو خالق اس سے خود بھی خوش ہو جاتا ہے۔ اور مخلوق کو بھی اس سے خوش کر دیتا ہے۔

اور اگر کوئی مخلوق کو خوش کرنے کے لیے خالق کی پروا نہیں کرتا۔ تو خالق بھی اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔ اور مخلوق کو بھی اس سے ناراض کر دیتا ہے۔''

خیر شریعت میں عقد مضاربہ کا بیان ہو رہا تھا۔ جو حضرت خدیجہ ؓ اپنے کاروبار میں کرتیں تھیں۔ اور شریعت کے قوانین کا خیال آتے ہی بات ہمارے معاشرے کی کمزوریوں کی طرف چلی گئی۔ جن کو ٹھیک کرنے کی از حد ضرورت ہے۔

حضرت ابو طالب جن کی مالی حالت اچھی نہ تھی۔ جب ان کو حضرت خدیجہ (ؓ) کے قافلے کے جانے کا علم ہوا۔

تو آپ نے حضور نبی کریم ﷺ سے اپنی مالی مجبوریوں کا ذکر فرمایا اور آپ کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس جانے کے لیے کہا۔

لیکن حضور پاک ﷺ کی غیرت نے اِن کے پاس جانا گوارہ نہ کیا اور فرمایا: لعلها ترسِلُ الی فی ذاك کہ شاید وہ خود ہی اس سلسلہ میں مجھے بلا بھیجے۔

حضرت ابو طالب کہنے لگے کہ شاید وہ کسی اور کو مقرر کر دے۔ تو پھر آپ ایسی چیز کو طلب کریں جو پیٹھ پھیر چکی ہو۔

جواب میں سرکار دو عالم ﷺ نے خاموشی اختیار کر لی۔

حضرت خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے نبی کریم ﷺ کے اخلاق آپ ﷺ کی ایمانداری اور دیانت اور آپ کی پاکبازی کی شہرت سن رکھی تھی لیکن اس کو آپ ﷺ کو کہنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ جب اسے چچا بھتیجے کی گفتگو کا علم ہوا تو اس نے فوراً پیغام بھیج کر بلایا۔ اور عرض کی کہ اگر آپ ﷺ قبول فرمائیں تو سب سے دوگنا معاوضہ آپ ﷺ کو دوں گی۔

حضور نبی کریم ﷺ بڑا خوش ہوئے اور اپنے چچا سے فرمایا کہ یہ رزق اللہ تعالیٰ نے اپنی بارگاہ سے ہماری طرف بھیجا ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے غلام میسرہ کو حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ آپ کی خدمت کے لیے روانہ فرمایا اور ساتھ اسے نصیحت کی کہ آپ کے کسی فرمان کی خلاف ورزی نہ کرنا۔

ایک روایت کے مطابق حضرت ابو بکر صدیق ؓ بھی اس سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔

چند روز کی کٹھن مسافت کے بعد یہ قافلہ شام کے شہر بصریٰ میں جا اترا اور ایک خانقاہ کے قریب ایک سایہ دار درخت

کے نیچے پڑاؤ کیا۔

حضور اکرم ﷺ پہلے بھی شام کے سفر کے دوران یہاں ہی پڑاؤ کر چکے تھے۔ دونوں سفروں میں تقریباً تیرہ سال کا فرق تھا۔

اَب یہاں ایک دوسرا راہب نسطورا تھا۔ اس نے آپ ﷺ کے غلام میسرہ سے آپ کے بارے میں پوچھا اور آپ علیہ السلام کی ملاقات کا خواہشمند ہوا۔ اور جو جو نشانیاں آخری نبی ﷺ کی تھیں۔ جب آپ علیہ السلام میں موجود پائیں اور آپ علیہ السلام کی مہر نبوت کی زیارت بھی کی تو پاؤں مبارک پر گر گیا۔ اور اس کے بوسے لینے لگا۔ (آج بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ پاؤں کا بوسہ لینا شرک ہے) کاش خدا ان کے دل میں اپنی محبت اور اپنے پیارے رسول پاک ﷺ کی محبت کا طوفان ڈال دے۔

اور اس راہب نے کہا کہ کیا آپ ﷺ وہی نبی علیہ السلام ہیں جن کے آنے کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی؟

میسرہ راستہ میں حضور ﷺ کے کئی کمالات دیکھ کر پہلے بھی گرویدہ ہو چکا تھا۔ اس نے بار بار دیکھا۔ تو سخت دھوپ میں حضور ﷺ پر بادل کا سایہ ہوتا تھا۔

جب اس نے یہ بات سنی تو اپنا سب کچھ حضور ﷺ پر قربان کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ اس سفر میں حضور نبی کریم ﷺ کی برکت سے اتنا زیادہ نفع ہوا جو پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ دوران سفر کسی نے لین دین پر نبی کریم ﷺ سے لات وعزیٰ کی قسم کھانے کو کہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں ان جھوٹے خداؤں کی قسم نہیں کھایا کرتا۔ وہ آپ کی بات سے بہت متاثر ہوا اور آپ کو صادق اور امین کہا۔ واپسی پر نبی کریم ﷺ جب مکہ شریف کے نزدیک مرامظہران کے نزدیک پہنچے تو میسرہ کو آگے جا کر اپنی مالکن کو خوشخبری دینے کا فرمایا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے مکان کے اوپر چڑھ کر قافلے کا نہیں بلکہ نبی کریم ﷺ کا استقبال کیا اور خود دیکھا کہ سخت دھوپ میں فرشتوں نے نبی پاک ﷺ پر سایہ کر رکھا ہے۔

میسرہ نے تمام راستے حضور ﷺ کی جو خوبیاں دیکھی تھیں، آپ سے بیان کیں اور خاص کر نسطورا راہب کا واقعہ بھی بیان کیا اور حضور پاک ﷺ کی امانت دیانت اور کاروباری خوبیوں کا ذکر کیا۔

آپ کی ہر ہر ادا اس پاک باز عورت کے دل میں سرایت کر گئی اور وہ آپ پر فریفتہ ہو گئیں اور انہوں نے دل میں طے کر لیا کہ اگر آپ ﷺ اس کو اپنی زوجیت میں قبول فرمالیں تو یہ اس کی بڑی خوش قسمتی ہو گی۔

نکاح کا پیغام

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دل میں حضور نبی کریم ﷺ کے سفر سے واپس آنے کے بعد ہر روز نبی کریم ﷺ کی عقیدت کے چراغ اور نمایاں ہوتے جا رہے تھے۔ آپ کی پہلے دو شادیاں ہو چکی تھیں اور دونوں شوہر فوت ہو چکے تھے۔ اس وقت ان کی

عمر مبارک تقریباً چالیس سال تھی ۔ کئی ایک رشتے آئے تھے ۔لیکن آپ نے قبول نہیں کیے تھے ۔لیکن حضور اکرم ﷺ کی مرضی معلوم کرنے کے لیے آپ نے اپنی ہمراز سہیلی نفیسہ کو مامور کیا ۔نفیسہ کہتی ہیں ۔میں آپ علیہ السلام کے پاس گئی اور آپ ﷺ سے پوچھا کہ آپ شادی کیوں نہیں فرماتے آپ نے فرمایا کہ میرے پاس سرمایہ نہیں کہ شادی کا فریضہ ادا کرسکوں میں نے کہا اگر آپ کو خوش حالی شرافت اور خوبصورت جمال کی طرف دعوت دی جائے تو کیا آپ اسے قبول فرمائیں گے ۔آپ نے فرمایا: کون؟ عرض کی: ''خدیجہ'' حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ کیوں کر ممکن ہے ۔آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں اور سب کچھ بیان کر دیا ۔اور انہوں نے حضور ﷺ کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی اور عرض کی کہ آپ رشتہ میں میرے چچا زاد قریبی ہیں اور آپ کی شان اپنی قوم میں بہت بلند ہے امانت دیانت حسن خلق اور سچائی اس طرح کی آپ میں بہت صفات ہیں ۔اس طرح انہوں نے نہایت ادب واحترام سے اپنی خواہش کا اظہار فرمایا ۔آپ علیہ السلام نے قبول فرمایا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ آپ علیہ السلام حضرت ابوطالب کے پاس جائیں اور انہیں ہمارے پاس بھیجیں ۔آپ ﷺ حضرت ابوطالب کے پاس گئے اور سارا ماجرا ان سے فرمایا ۔آپ نے قبول کیا دوسرے روز حضرت ابوطالب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے آپ نے عرض کی کہ آپ میرے چچا کے پاس جائیں اور اپنے بھتیجے کے لیے میرا رشتہ طلب کریں آپ نے خوشی کا اظہار کیا ۔اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا کے پاس گئے ۔اور حضور نبی کریم ﷺ کا رشتہ مانگا ۔جو انہوں نے قبول فرمایا اور نکاح کے لیے تاریخ مقرر کر دی ۔(ضیاء النبی صفحہ ۱۳۶)

مقررہ تاریخ پر مکہ کے شرفاء و امراء اور قبیلہ مضر کے رؤسا اکٹھے ہوئے حضرت خدیجہ کی طرف سے ان کے چچا عمرو بن اسد وکیل بنے ۔اور حضور نبی کریم ﷺ کی طرف سے حضرت ابوطالب ۔

حضرت ابوطالب کا خطبہ نکاح

حضرت ابوطالب نے فرمایا:

''سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں ۔جس نے ہمیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی کھیتی میں معد کی نسل اور مضر کے اصل سے پیدا فرمایا نیز ہمیں اپنے گھر کا پاسبان اور اپنے حرم کا منتظم مقرر کیا ۔ہمیں ایسا گھر دیا جس کا حج کیا جاتا ہے اور ایسا گھر بخشا جہاں امن میسر آتا ہے ۔نیز ہمیں لوگوں کا حکمران مقرر کیا ۔اللہ تعالیٰ کی حمد کے بعد یہ میرا بھتیجا جس کا نام نامی محمد بن عبداللہ (ﷺ) ہے اس کا دنیا کے جس بھی نام نامی کے ساتھ موازنہ کیا جائے ۔اس کا پلڑا بھاری ہے اور اگر یہ مالدار نہیں تو کیا ہوا مال تو ایک ڈھلنے والا سایہ اور بدل جانے والی چیز ہے ۔اور محمد (ﷺ) جس کی قرابت کو تم خوب جانتے ہو اس کا خدیجہ بنت خویلد سے رشتہ میں ساڑھے بارہ اوقیہ سونا مہر مقرر کیا ہے ۔بخدا مستقبل میں اس کی شان بہت بلند ہو گی ۔

حضرت ابو طالب کے خطبہ کے بعد ورقہ بن نوفل کھڑے ہوئے ۔جو حضور ﷺ کے چچا زاد بھائی تھے نے کہا کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں ۔کہ جس نے ہمیں ان انعامات سے نوازا جن کا آپ نے ذکر کیا ہے ۔اور ہمیں وہ فضیلتیں بخشیں

جن کو آپ نے گنا ہے پس ہم سب عرب کے سردار و راہبر ہیں۔ اور تم بھی ان صفات سے متصف ہو قبیلہ کا کوئی فرد ان کا اِنکار نہیں کرتا اور کوئی فرد تمہاری فضیلت کو رد نہیں کرتا ہے۔ ہم اپنا تعلق تم سے استوار کرنے میں بڑا اشتیاق رکھتے ہیں۔

اے خاندان قریش کے سردارو!

گواہ رہو! میں نے خدیجہ دختر خویلد کا نکاح محمد بن عبداللہ (ﷺ) کے ساتھ کر دیا ہے۔ حضرت ابو طالب نے فرمایا اس کارِ خیر میں مَیں چاہتا ہوں کہ خدیجہ کے چچا بھی شریک ہوں چنانچہ حضرت خدیجہ کے چچا بولے: ''اے قبائل قریش گواہ رہنا! میں نے خدیجہ بنت خویلد کا نکاح محمد بن عبداللہ (ﷺ) سے کر دیا ہے۔''

اس پر قریش کے سردار گواہ مقرر ہوئے۔ یہ آقا دو جہاں حضور ﷺ کی پہلی شادی مبارک تھی۔ اس وقت آپ علیہ السلام کی عمر مبارک صرف پچیس سال اور حضرت خدیجہ کی عمر چالیس سال تھی۔ اور آپ دو مرتبہ بیوہ ہو چکی تھیں۔

(ضیاء النبی جلد دوم، صفحہ ۱۳۷، خاتم النبیین، جلد اول، صفحہ ۱۶۲)

اَزواجی زندگی کا آغاز

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کی یہ شادی بڑی ہی بابرکت ثابت ہوئی۔ امت مسلمہ کو اس سے بہت ہی فائدہ ہوا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنا تن من دھن سب کچھ حضور اکرم ﷺ پر قربان کر دیا۔

سیدنا حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا سے ہی آپ کی اولاد مبارک سیدنا حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن سے آپ ﷺ کی کنیت ابوالقاسم اور آپ علیہ السلام کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو طیب اور طاہر کے لقب سے مقلب ہوئے، دونوں پیدا ہوئے۔

آپ کے تیسرے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ پاک میں حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ تینوں بیٹے عالم شیر خوارگی میں انتقال فرما گئے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی چار صاحب زادیاں سیدہ رقیہ، سیدہ زینب، سیدہ ام کلثوم اور سیدۃ النساء العالمین حضرت فاطمہ البتول الزہرا رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ولادتِ باسعادت بھی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے ہی ہوئی اور سب نے عہد نبوت پایا اور مشرف بااسلام ہوئیں۔ (ضیاء النبی، جلد دوم، صفحہ ۱۳۶)

اللھم صل علی سیدنا محمد بنی امی و علی آلہ و صحبہ و بارك وسلم۔

(نثار النبی بن صوفی محمد ریاض بن صوفی محمد چراغ)

کعبہ شریف کی تعمیر نو

جب حضور نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک تقریباً پینتیس سال ۳۵ سال ہوئی اور آپ کی شادی کو تقریباً دس سال بیت گئے۔ اس وقت قریش کو کعبہ شریف کو دوبارہ تعمیر کرنے کا خیال آیا۔ جب حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو ان کے شیر خوار بیٹے اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام اس جگہ میں چھوڑ کر گئے تھے۔ تو یہ ایک بے آب وگیاہ میدان تھا۔ جو پہاڑوں سے گھرا ہوا تھا۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام چلے گئے اور بچے کو شدید پیاس لگی تو بی بی ہاجرہ پاک رضی اللہ عنہا بہت بے چین ہوگئیں انہوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام (اپنے شیر خوار بچے) کو بٹھایا۔ اور ساتھ صفا کی پہاڑی تھی آپ اس پر دوڑتی ہوئی تشریف لے گئیں۔ کہ دور کہیں آبادی یا پانی کا نشان نظر آئے تو بچے کو وہاں لے جائیں۔ جب کچھ نظر نہ آیا۔ تو وہاں سے دوڑتے ہوئے سامنے مروہ کی پہاڑی جو تقریباً ایک کلومیٹر ہے، دوڑتی ہوئی وہاں تشریف لے گئیں۔ وہاں سے بھی کوئی پانی یا آبادی نظر نہ آئی تو واپس دور سے ہی بچے کو دیکھتے ہوئے واپس صفا پہاڑی پر تشریف لائیں۔ اس طرح دوڑتے ہوئے بے قراری میں جو ان کو اپنے بچے کے لیے تھی سات چکر پورے کیے۔ تب دیکھا کہ بچے کے پاس سے پانی کا چشمہ اُبل رہا ہے۔ آپ دوڑتی ہوئی بچے کے پاس تشریف لائیں۔ اور پانی کو کہا: زمزم، زمزم۔ یعنی ٹھہر جا، ٹھہر جا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر بی بی ہاجرہ رضی اللہ عنہا پانی کو زمزم زمزم یعنی ٹھہر جا ٹھہر جا نہ کہتیں تو تمام روئے زمین پر یہ پانی پھیل جاتا اللہ تعالیٰ کو بی بی ہاجرہ پاک رضی اللہ عنہا کا بے قراری میں دوڑنا اتنا پسند آیا کہ قیامت تک سب مسلمانوں کو حکم فرما دیا کہ تمہارا حج وعمرہ مکمل تب ہوگا جب میرے رسول ﷺ کی ماں، میرے نبی (علیہ السلام) کی بیوی اور میرے نبی (علیہ السلام) کی والدہ کی سنت پوری کرو گے۔ سب سے پہلے حضرت ابرہیم علیہ السلام نے کعبہ مشرفہ کو تعمیر فرمایا حضرت اسماعیل علیہ السلام اُس وقت بڑے ہو گئے ہوئے تھے، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سب سے پہلے کعبہ کو تعمیر کرنے کا حکم دیا گیا تو حضرت اسماعیل علیہ السلام۔

پتھر پکڑاتے جاتے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کی تعمیر کرتے جاتے تھے۔ اور ایک روایت کے مطابق وہ پتھر جو مقام ابراہیم علیہ السلام پر نصب ہے۔ اور جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاؤں مبارک کے نشانات ہیں۔ خود بخود پتھر لگانے کے لیے بلند ہو جاتا تھا۔ اب تک کعبہ شریف پر کئی سال بیت چکے تھے۔ پتہ نہیں کسی نے تعمیر نو کی یا نہیں۔ بہر حال اب کعبہ شریف صرف ایک چار دیواری تھا۔ جو انسانی قد سے ذرا اونچی تھی، اور جو پتھر جوڑ جوڑ کر بنایا گیا تھا اور پتھروں کو ایسے ہی جوڑا گیا تھا۔ کوئی چیز ان کو جوڑنے کے لیے استعمال نہیں کی گئی تھی اور کعبہ شریف کے اوپر چھت بھی نہیں تھی اور جس کو تعمیر کرنے کی بار بار ضرورت محسوس کی جاتی تھی کعبہ شریف کے اندر ایک کنواں تھا۔ جس میں خزانہ تھا۔ تمام سونے وغیرہ کی اور قیمتی چیزیں اس میں ڈالی جاتی تھیں۔ ہوا یہ کہ ایک دن اس سے کچھ قیمتی چیزیں چوروں نے چرالیں۔ جب تلاش کی گئیں تو دو یک

نامی ایک شخص کے پاس ملیں۔ دو یک بنو ملیح بن عمرو خزاعی کا آزاد کردہ غلام تھا۔قریش نے چوری کے جرم میں اس کا ہاتھ کاٹ دیا۔اس لیے بھی قریش نے کعبہ شریف کی تعمیر نو کو ضروری سمجھا اور سب نے اپنے حلال مال سے اس کی تعمیر کرنے کا عہد کیا اتفاق سے انہیں دنوں میں ایک بادبانی کشتی کو سمندر کے طوفان نے جدہ کے ساحل پر پھینک دیا۔جو ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔قریش نے اس کے تختے خرید لیے۔

شیخ ابراہیم مرجون فرماتے ہیں کہ قیصر روم نے حبشہ کے گرجا گھر کی مرمت کے لیے اس کشتی میں تعمیر کا سامان بھی بھیجا تھا۔جب یہ کشتی شعیبہ کی بندرگاہ پر پہنچی تو سمندری طوفان کی وجہ سے ساحل سے ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔قریش کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے تختے خرید لیے اور باقوم جس کو قیصر روم نے کشتی کے ساتھ حبشہ میں گرجا گھر کی مرمت کے لیے ساتھ بھیجا تھا اور جو ایک انجینئر تھا،کو ساتھ لیا۔ابن اسحاق کے مطابق وہ ایک قبطی بڑھئی تھا جو مکہ ہی میں رہتا تھا۔

قریش نے اس کی خدمات حاصل کیں لیکن اب کعبہ کو گرانے کا مسئلہ درپیش تھا۔قریش کو ابرہہ کا انجام معلوم تھا۔اس کے علاوہ کعبہ کے اندر جو کنواں تھا جس میں سونے چاندی وغیرہ کی قیمتی چیزیں لوگ ڈالتے تھے۔اس میں بڑا سا سانپ رہتا تھا۔جو کبھی کبھی کعبہ شریف کی دیور پر آ کر بیٹھ کر دھوپ سینکتا تھا۔انہی دنوں ایک دن وہ کعبہ کی دیوار پر بیٹھا تھا کہ ایک پرندہ آیا اور اسے اچک کر لے گیا۔اس چیز کو قریش نے اللہ تعالیٰ کی مدد سمجھا۔اب ولید بن مغیرہ آگے بڑھا اور اس نے کعبہ شریف کی جنوبی دیوار کو گرانا شروع کر دیا اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ ہم بھلائی کا ارادہ رکھتے ہیں۔پھر وہ اس کا انجام دیکھنے کے لیے بیٹھ گئے۔جب ایک رات خیریت سے گزر گئی تو صبح اٹھ کر سب لوگ مل کر کام کرنے لگے۔مختلف قبائل کو ایک ایک دیوار دی گئی۔

اور کعبہ شریف کے دروازہ والی سائیڈ بنو عبد مناف اور بنو زہرہ قبیلوں کے سپرد کی گئی جنوبی دیوار حجر اسود سے لے کر رکن یمانی تک بنو مخزوم اور چند دوسرے قریشی قبائل کے حوالے کی گئی مغربی دیوار یعنی پشت کعبہ بنو جمع بنو سہم جو عمرو بن ھصیص بن کعب لوئی کے سپرد کی گئی شمالی دیوار حطیم والی بنو عبدالدار، بنو اسد، بنو عدی کے سپرد ہوئی۔

سب قریش مل کر کام کرنے لگے لیکن جو ان کے پاس ساز و سامان تھا۔جلد ان کو معلوم ہوگیا کہ وہ کام کو مکمل نہیں کر سکیں گے۔اس لیے انہوں نے فیصلہ کیا کہ ہم کچھ حصہ کعبے کا بغیر تعمیر کے چھوڑ دیتے ہیں اور اس کی حد بندی میں جس کو حطیم کہتے ہیں۔اور باقی حصہ پر چھت ڈال لیتے ہیں۔

حضور آقا دو جہاں حضرت محمد ﷺ شروع سے آخر تک اس کار خیر میں شریک رہے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی ساتھ شریک رہے اور آپ کے کندھوں مبارک پر پتھروں کی رگڑ سے خراشیں پڑ گئیں۔جب باقی کام مکمل ہوگیا اور حجر اسود رکھنے کی باری آئی تو ہر قبیلہ نے اس برکت والے کام کو خود کرنا چاہا اور آپس میں الجھ پڑے اور قریب تھا کہ تلواریں نکل آتیں بنو عبدالدار نے اجتماعی طور پر ایک خون کا بھرا ہوا پیالہ لے کر اس میں سب نے اپنے ہاتھ ڈبوئے اور اپنے عہد پر ثابت قدم رہنے کی قسمیں کھائیں۔مسلسل چار پانچ روز تک حالات بہت خراب رہے۔

آخر سب لوگ اس کا فیصلہ کرنے کے لیے مسجد حرام میں اکٹھے ہوئے۔ ابو امیر نے کہا کہ اے گروہ قریش تم لوگ اپنے فیصلے کے لیے اس شخص کو اپنا حاکم مان لو جو کل سب سے پہلے مسجد حرام میں داخل ہو۔ اس پر سب لوگ مان گئے۔

دوسری صبح حضور نبی کریم ﷺ باب بنی شیبہ سے تشریف لائے۔ جب دوسرے لوگ حرم شریف میں آئے تو حضور ﷺ کو دیکھ کر لوگ خوش ہو گئے اور کہنے لگے یہ حضرت محمد (ﷺ) ہیں، یہ امین ہیں۔ ہم ان کے فیصلہ پر راضی ہیں انہوں نے اپنا مسئلہ آپ علیہ السلام کے سامنے پیش کیا۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ ھلم الی ثوبا۔ ایک چادر لائی جائے۔

وہ چادر لے آئے حضور ﷺ نے چادر کو بچھایا اور اپنے ہاتھ مبارک سے حجر اسود کو اٹھا کر اس کے درمیان میں رکھ دیا۔ اور ہر قبیلہ کے سردار کو بلایا اور کہا کہ اس چادر کو پکڑ کر اٹھاؤ اور پتھر کو اٹھا کر مخصوص جگہ پر لے آؤ۔ اس طرح وہ پتھر کو چادر کے درمیان لیے ہوئے مخصوص جگہ تک پہنچ گئے۔ تو حضور ﷺ نے وہ پتھر چادر کے درمیان سے اٹھا کر مقررہ جگہ پر رکھ دیا۔ اس طرح سب لوگوں کی اس نیک کام میں شرکت ہو سکی اور سب لوگ خوش ہو گئے اور حضور علیہ السلام کے اِس حُسنِ عمل سے بہت بڑا فتنہ وفساد ٹل گیا اور کعبہ کی تعمیر کا باقی کام دوبارہ شروع ہو گیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

ان رسول الله ﷺ قال لها الم تری ان قومك قد قصرت بهم النفقة ولو حدثان قومك بكفر لنفضت الكعبة ووجعلت لها بابا شرقيا وبابا غربيا وادخلت فيها الحجر (الصحيحين)

آپ فرماتی ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ! تو نہیں دیکھتی کہ تیری قوم کا سرمایہ کم ہو گیا تو انہوں نے حجر کا رقبہ کعبہ سے باہر نکا دیا اگر تیری قوم کفر سے نئی نئی تائب نہ ہوئی ہوتی۔ تو کعبہ کو گرا دیتا اور اس کے شرقاً غرباً دروازے رکھ دیتا اور حجر کو کعبہ میں داخل کر دیتا۔ یہ عمارت عہد رسالت، عہد خلافت راشدہ اور اس کے بعد کچھ عرصہ تک جوں کی توں رہی۔

حضرت عبداللہ بن زبیر نے ۶۴ھ میں مکہ مکرمہ پر قبضہ فرما لیا۔ تو یزید نے اپنا لشکر حصین بن ثمیر کی قیادت میں بھیجا۔ اس نے کعبہ پر پتھر برسا برسا کر اس کی عمارت کو شہید کر دیا اسی دوران اسے یزید کی موت کی اطلاع ملی تو وہ واپس لوٹ گیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر نے کعبہ مقدسہ کی دوبارہ تعمیر فرمائی، دو دروازے شرقاً وغرباً رکھے۔ حطیم کو کعبہ میں داخل کیا۔

پھر کچھ عرصہ بعد حجاج بن یوسف نے کعبہ پر قبضہ کیا اور عبداللہ بن زبیر کو شہید کیا اور از راہِ تعصب کعبہ کو دوبارہ گرا کر پہلے کی طرح تعمیر کیا۔ حجر کو دوبارہ کو کعبہ سے باہر نکال دیا اور صرف ایک ہی دروازہ رہنے دیا۔

یہ کام حجاج کو اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان نے کرنے کا کہا تھا۔ جب حجاج نے اس کام کو مکمل کیا۔ تو خلیفہ کو اپنی غلطی

کا شدید احساس ہوا اور وہ حجاج پر لعنت کیا کرتا تھا۔ جب بنی امیہ کا دور ختم ہوا اور عباسی خلیفہ آیا تو سیدنا حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے دوبارہ کعبہ مقدسہ کو پہلے کی طرح تعمیر کرنے کے متعلق مشورہ کیا۔

آپ نے منع فرما دیا اور کعبہ کو جوں کا توں رہنے دیا اور کہا کہ اس طرح کعبہ شریف بادشاہوں کے ہاتھ میں کھلونا بن جائے گا اور وہ اپنی مرضی سے کعبہ کا تقدس مجروح کرنے لگیں گے۔

بعثت سے پہلے

بعثت سے پہلے قریش نے لوگوں پر حج کے متعلق مختلف قسم کی ناجائز پابندیاں لگا رکھی تھیں کیونکہ وہ اپنے آپ کو ان سب سے بالاتر سمجھتے تھے۔ گو کہ فریضہ حج بھی ان چیزوں میں سے ایک تھا۔ جو کہ دین ابراہیمی میں لوگوں کی تحریف اور تبدیلی سے بچا ہوا تھا۔

نو (۹) ذوالحج کو لوگ عرفات کے میدان میں اکٹھے ہوتے تھے۔ لیکن قریش اور ان کے حلیف قبائل کنانہ اور خزاعہ نے آپس میں فیصلہ کیا تھا کہ وہ وقوف کے لیے میدان عرفات میں نہیں جائیں گے اور نہ ہی طواف افاضہ کریں گے نہ ہی از راہ غرور وہ کسی مکان یا خیمہ میں احرام کی حالت میں داخل ہوں گے۔ وہ صرف چمڑے کے بنے ہوئے خیموں کے سایہ میں بیٹھ سکتے ہیں۔

انہوں نے باہر سے آئے ہوئے حاجیوں پر بھی بہت پابندیاں لگا رکھی تھیں کہ کوئی حاجی احرام کی حالت میں اپنے ساتھ لائے ہوئے کھانے کے سامان میں سے کھانا نہیں کھا سکتا اور وہ صرف قریشیوں کا کھانا ہی کھائیں گے۔

نیز طواف کے وقت وہ صرف قریشوں سے کپڑے مانگ کر ہی پہن سکتے تھے اور اگر ان کو قریشیوں کے کپڑے میسر نہ ہوں تو وہ برہنہ طواف کریں گے چاہے مرد ہو یا عورت اور اگر وہ اپنے کپڑوں میں طواف کریں گے۔ تو بعد طواف ان کو اتار کر پھینک دیں گے نہ وہ دودھ کو بلو کر مکھن نکال سکتے تھے اور نہ ہی پنیر، اپنے کھانے کو نہ چربی سے اور نہ ہی گھی سے پکا سکتے تھے۔

یہ تمام بدعات ان میں پائی جاتی تھیں ان سب کو ''الحمس'' کہا جاتا تھا۔

حضور نبی کریم ﷺ نے ان تمام خرافات کو یکسر منسوخ فرما دیا۔

اور خود بھی حضور نبی کریم ﷺ وحی نازل ہونے سے پہلے عرفات شریف کے میدان میں گئے اور طواف افاضہ بھی فرمایا۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶﴾

ترجمہ: میں تمہارے درمیان عمر کا ایک حصہ اس سے پہلے گزار چکا ہوں کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے۔

اللھم صل علی محمد قدر حسنه بجماله و جوده بکماله وعلی آله وصحبه وبارك وسلم ابدا ابدا برحمتك یا ارحم الرحمین۔

بعثت مبارک

حضور نبی کریم ﷺ پر آثار نبوت کا آغاز سچے خوابوں سے ہوا۔ رات کو جو آپ علیہ السلام خواب دیکھتے۔ صبح وہ ہو بہو بالکل سچ ہو کر سامنے آتا تھا۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک چالیس سال ہوگئی تھی۔

پھر آپ کے دل مبارک میں خلوت نشینی کی محبت پیدا ہوگئی۔ آپ کچھ سامان خورد ونوش ساتھ لے جاتے۔ تو غار حرا میں کئی کئی دن اور راتیں بسر فرماتے۔ کبھی کبھی رمضان کے مہینہ میں پورا پورا مہینہ بھی بسر فرماتے۔ یہ غار مکہ مکرمہ سے تین میل کے فاصلے پر ہے۔ یہ پہاڑ جس کی چوٹی پر غار حرا ہے کو ''جبل نور'' کہتے ہیں۔ یہ دور ہی سے سب پہاڑوں میں ممتاز دکھائی دیتا ہے۔ اس کی چوٹی پر اللہ تعالیٰ کا نور برستا نظر آتا ہے۔ ۱۹۸۱ میں جب میں جرمنی سے واپس حج کرنے کے لیے آیا تو اس غار کو دیکھنے کے لیے گیا۔ تو اس کی چوٹی پر بیٹھا ہوا تھا۔ تو ایک ایسی اللہ تعالیٰ کی محبت کی لہر چلی۔ جس کی باوجود کم عمری کے (تقریباً ۲۱ سال کا میں تھا) میں نے محسوس کیا اور اس محبت کی ہوا کے جھونکے میں میرا تن بدن سب اور میری روح بھی محو ہوگئی۔ اور کچھ لحظہ کے لیے میں دنیا و مافیہا سے بے پروا ہوگیا۔ واقعی اس پہاڑ کے ایک ایک ذرہ سے حضور نبی کریم ﷺ کی یاد ٹپکتی ہے۔ پہاڑ کی چوٹی پر جا کر بائیں طرف تھوڑا سا پھر اترنا پڑتا ہے اس پہاڑ کی چوٹی بہت مشکل ہے۔ اور نیچے راستہ بہت خطرناک اور تنگ ہے۔ لیکن حضور نبی کریم ﷺ رات دن یہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت فرمایا کرتے تھے۔

یہ غار بارہ فٹ لمبی اور تقریباً ۶ فٹ چوڑی ہے۔ ایک آدمی آسانی سے یہاں لیٹ سکتا ہے۔ اس غار کی خوبی یہ ہے کہ اس کے سامنے والے حصہ میں پہاڑ کے دو حصے آپس میں اس طرح سے ملے ہیں کہ ان میں درز پیدا ہوگئی ہے۔ جو کافی چوڑی ہے اور آسانی سے وہاں سے کعبہ شریف کی زیارت ہوتی ہے۔ غار کے دائیں طرف دو تین قدم کے فاصلہ پر بالکل سیدھی پہاڑ کی ڈھلوان ہے جو بہت ہی گہری اور خطرناک ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ یہاں اپنے رب کی یاد میں محو ہو جایا کرتے تھے۔

القرآن: وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ﴿٨﴾

غار حرا میں آپ ﷺ اس طرح اللہ تعالیٰ کی یاد میں محو ہوتے کہ اس کو خدا ہی جانتا ہے۔ یا اس کا محبوب ہی جانتا ہے۔ وہ راز و نیاز، وہ دل ربائیاں، وہ کیفیتیں کوئی اس کا کیا اندازہ لگا سکتا ہے۔ اِسی طرح ایک دن حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور علیہ السلام کے پاس تشریف لائے۔

حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

فجاءۃ الملك فقال اقرأ قال مآنا بقاری قال فاخذنی فغطنی حتی بلغ منی الجھد ثم
ارسلنی فقال اقرا قلت ما انا بقاری فاخذنی فعطنی الثانیة حتی بلغ مِنی الجھد ثم

ارسلنی فقال اقرا فقلت ما انابقاری فا اخذنی فغطنی الثالثۃ ثم ارسلنی فقال اقرا باسم ربك الذی خلق خلق الانسان مِن علق۔ اقرا و ربك الا کرام۔ فَرَجَعَ بِهَا رسول اللہ ﷺ۔

پھر آپ ﷺ کے پاس (غار میں) فرشتہ حاضر ہوا اور کہا پڑھیے آپ نے جواب دیا کہ میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ پھر اس فرشتہ نے مجھے پکڑا مجھے اپنے سینہ سے لگا کر خوب بھینچا۔ یہاں تک کہ مجھے اس کے زور سے بھینچنے سے تکلیف محسوس ہوئی پھر مجھے چھوڑ دیا اور دوبارہ کہا کہ پڑھیے میں نے پھر کہا کہ میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ اس نے دوبارہ مجھے پکڑا اور اپنے سینے سے لگا کر زور سے بھینچا کہ مجھے بھینچنے سے درد محسوس ہوئی۔ پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھیے میں نے کہا کہ میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ اس نے تیسری بار مجھے پکڑا اور اپنے سینے سے لگا کر زور سے بھینچا یہاں تک کہ اس کے بھینچنے سے مجھے درد محسوس ہوئی۔ اور مجھے چھوڑ دیا۔ اور تیسری بار مجھے کہا:

”آپ پڑھیے اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے (سب کو) پیدا فرمایا۔ پیدا کیا انسان کی جمے ہوئے خون سے پڑھیے آپ ﷺ کا رب بڑا کریم ہے۔ جس نے علم سکھایا قلم کے واسطہ سے اسی نے سکھایا انسان کو جو وہ نہیں جانتا تھا۔“

جب تک حضرت جبرئیل علیہ السلام نے صرف اقراء کہا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مَا انا بقاری۔ یعنی میں پڑھنے والا نہیں ہوں اور جب اُنہوں نے اقرا باِسم ربك الذی خلق کہا۔ کہ اپنے رب کے نام کے ساتھ پڑھیے! تو آپ ﷺ نے فوراً پڑھنا شروع فرما دیا۔

اس کے بعد حضور اکرم ﷺ گھر تشریف لے گئے۔

و رجَعَ بها رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم یرجف فواده و دخل علی خدیجه بنت خویلد رضی الله عنها فقالا زملونی زملونی فزملوه حتی ذهب عنه الروع فقال لخدیجة و اخبرها الخبر لقد خشیت علی نفسی فقالت خدیجةُ كَلَّا والله ما یخزیك اللهُ اَبدًا انك لتصل الرحمة، و تحمل الكل و تكسب المعدو مَرد تقدی الضیف و تعین علی نوائب الحق۔ (ضیاء النبی حصہ دوم صفحہ ۱۹۱)

پَس: اِن آیات کو سن کر دل میں محفوظ کر کے آپ ﷺ واپس گھر تشریف لائے۔ حضور ﷺ کا دِل مبارک کانپ رہا تھا۔ آپ ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور فرمایا کہ مجھے چادر اُڑھاؤ۔ مجھے چادر اُڑھاؤ۔ پس اُنہوں نے حضور ﷺ کو چادر اُڑا دی۔ یہاں تک کہ وہ ہراس دور ہو گیا۔ حضور ﷺ نے حضرت خدیجہ کو سارا ماجرہ سنایا اور فرمایا کہ مجھے اپنے بارے میں ڈر لگ رہا ہے۔ آپ نے عرض کی: ہرگز نہیں!

خدا کی قسم اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی بے آبرو نہیں کرے گا۔ آپ قریبی رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ کمزوروں اور ناتوانوں کا بوجھ اُٹھاتے ہیں جو مفلس نادار ہو اُس کو اپنی نیک کمائی سے حصہ دیتے ہیں۔ مہمان کی مہمان نوازی کرتے ہیں۔ حق کی وجہ سے کِس پر کوئی مصیبت آجائے تو آپ اُس کی مدد اور دستگیری فرماتے ہیں۔ [47]

اللہ تعالیٰ کے جو انبیاء علیہ السلام ہوتے ہیں اُن میں اپنی نبوت کا عرفان اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیدا ہوتا ہے اور اس سے پہلے بھی کئی شجر و حجر آپ کو اسلام علیک یا رسول اللہ کہا کرتے تھے۔ جب یہ قرآن پاک قلب انور پر نازل ہوا تو اُس قرآن کی ہیبت جس سے پہاڑ لرز جائیں کو سوائے نبی کریم ﷺ کے اور کون اُٹھا سکتا تھا۔

القرآن: لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِؕ (الحشر:۲۱)

ترجمہ: اگر ہم اِس قرآن کو پہاڑ پر نازل کرتے تو آپ ﷺ دیکھتے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ہیبت سے پھٹ کر ریزہ ریزہ ہو جاتا۔

وہ قلب نازک اِس قرآن پاک کے اُترنے سے لرز لرز گیا ہوگا۔

علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں کہ

''حضور (ﷺ) کو اِس بات پر اندیشہ ہوا کہ اِس کار عظیم کی ذمہ داریوں کے آپ ﷺ کیونکر متحمل ہو سکیں گے اور وحی کے اِس بارگراں کو آپ ﷺ کیوں کر اُٹھا سکیں گے۔''

(عمدۃ القاری، طبع البابی الحلبی جلد اول صفحہ ۶۸، فتح الباری جلد اول صفحہ ۲۰)(ضیاالنبی جلد ۲ صفحہ ۱۹۴)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ایک چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل تھے جو بتوں کی پوجا نہیں کرتے تھے اور تلاش حق میں کئی ممالک بھی ہو آئے تھے انہوں نے عیسائیت قبول کر لی تھی اور عبرانی زبان پر بھی مہارت حاصل کر لی تھی اور اُنہوں نے انجیل کو بھی پڑھا ہوا تھا۔ حضرت خدیجہ حضور اکرم ﷺ کو لے کر اُن کے پاس آئیں۔ آپ نے عرض کیا۔ اے میرے چچا کے بیٹے حضور ﷺ کی بات سنو! اُنہوں نے کہا کہ آپ ﷺ کو کیا نظر آیا ہے۔ آپ ﷺ نے سارا ماجرہ بیان فرمایا۔

ورقہ بن نوفل نے کہا کہ یہ وہی ناموس جبرائیل علیہ السلام ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اُتارا تھا اے کاش میں اِس وقت جوان ہوتا زندہ ہوتا۔ جب آپ کی قوم آپ کو مکہ سے نکالتی۔ حضور ﷺ نے پوچھا کیا میری قوم مجھے نکال دے گی۔ ورقہ نے کہا جو چیز آپ لے کر آئے ہیں جو کوئی بھی وہ لے کر آیا اُس کی قوم نے اُس کو نکال دیا۔ اے کاش میں اُس وقت زندہ ہوتا تو آپ کی پرزور مدد کرتا۔

اِس کے بعد ورقہ بن نوفل زیادہ دیر زندہ نہ رہے۔

کچھ عرصہ کے لیے وحی کا سلسلہ رُک گیا۔ اِس عرصہ کو ''فترۃ الوحی'' کہا جاتا ہے۔

وہ دِل جو وحی کی لذت سے آشنا ہو چکا تھا آپ پھر اِس کے انتظار میں دِن رات بے چین رہنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب پاک ﷺ کو یوں بے قرار دیکھا تو دوبارہ وحی کا سلسلہ شروع فرما دیا۔

آپ ﷺ غارِ حرا سے واپسی تشریف لا رہے تھے۔ تو آپ ﷺ نے آسمان کی طرف نظر کی تو آپ کو حضرت جبرئیل علیہ السلام آسمان و زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھے نظر آئے۔ اِس حالت میں آپ ﷺ اِن کو دیکھ کر مرعوب سے ہو گئے۔

جب نبی کریم ﷺ گھر تشریف لائے تو چادر لے کر لیٹ گئے تو آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی۔

يَاأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝١ قُمْ فَأَنذِرْ ۝٢ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝٣ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝٤ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝٥

(المدثر، آیت: ۱ تا ۵)

ترجمہ: اے چادر میں لپٹنے والے! اُٹھئے اور لوگوں کو ڈرائیے اور اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کیجئے اور اپنے لباس کو پاک رکھیے اور بتوں سے (حسب سابق) دور رہیے۔

اِس کے بعد نزول وحی کا سلسلہ بڑی سرگرمی سے شروع ہو گیا۔

یا ایھا المدثر والی آیات کریمہ نازل ہونے سے حضور نبی کریم ﷺ کی رسالت کا آغاز ہو گیا۔

سب سے پہلے حضور اکرم ﷺ پر سورۃ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝١ نازل ہوئی پھر کچھ دن وحی کا سلسلہ رکا رہا۔ تاکہ جو پہلی وحی نازل ہوئی اُس کا خوف جاتا رہے اور ایک بڑے کام رسالت کے لیے حضور نبی کریم ﷺ اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے تیار کر لیں۔ کچھ عرصہ پہلے وحی کے نازل ہونے کے بعد جب وحی رُکی رہی تو دوبارہ وحی نازل ہونے کا شوق بھی دل میں بہت زیادہ ہو گیا۔

پھر سورۃ مدثر نازل ہونے سے آغاز رسالت ہو گیا۔ پھر آپ ﷺ کچھ عرصہ بیمار ہو گئے اور قیام لیل بھی موقوف ہو گیا اور ایک مشرک عورت نے یہاں تک کہہ دیا کہ (نعوذ باللہ) شیطان نے آپ ﷺ کو چھوڑ دیا ہے اِس سے قلب نازک کو بہت ٹھیس پہنچی اور آپ از حد غمگین ہو گئے۔

تو پھر سورۃ والضحیٰ نازل ہوئی۔

حضور نبی کریم ﷺ نے بھٹکی ہوئی اِنسانیت کو خدا کے حکم سے سیدھی راہ دکھانے کے لیے اپنے آپ کو سرگرم فرما لیا۔

نزولِ وحی کے بعد سب سے پہلا حکم نماز کا ہوا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور نبی کریم ﷺ کو لے کر ایک وادی میں آئے۔ آپ نے پَر مارا۔ ایک چشمہ نمودار ہو گیا اس میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے وضو فرمایا اور حضور نبی کریم ﷺ نے بھی وضو فرمایا پھر جبرئیل علیہ السلام نے حضور ﷺ کی معیت میں نماز ادا کی سب سے پہلے دو رکعتیں صبح سورج طلوع ہونے سے قبل اور دو رکعتیں سورج غروب ہونے کے بعد فرض ہوئیں اور حضرت جبرئیل علیہ السلام اِن اوقات میں دو روز برابر آتے رہے۔ پہلے دن حضور علیہ السلام کی معیت میں پانچوں نمازوں کو اولین وقت میں اور دوسرے دن آخر وقت میں ادا فرمایا گیا۔ اور جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی کہ حضور علیہ السلام آپ کی امت کی نمازوں کا وقت اِن دو وقتوں کے درمیان ہے۔



دعوت اِسلام

سب سے پہلے حضور نبی کریم ﷺ پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ایمان لائیں۔ تمام اُمت کا اِس پر اجماع ہے۔

حضرت سیدنا خدیجہ رضی اللہ عنہا ہر وقت حضور اکرم ﷺ کی ڈھارس بندھاتی رہتی تھیں۔ طعن و تشنیع کے جو تیر مشرکین حضور نبی کریم ﷺ کے قلب نازک اور قلب اکرم پر چلاتے۔ آپ اُن کو مندمل فرمایا کرتی تھیں۔ آپ کا غم ہلکا فرماتیں۔ ایک دن اللہ تعالیٰ اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ کی معرفت آپ کو سلام پہنچایا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کے ذریعے آپ کو جنت میں موتیوں سے بنے ہوئے ایک محل کی خوشخبری دی۔ جس میں کوئی شور نہیں ہوگا۔

آپ نے عرض کی۔ اللہ تعالیٰ خود سلام ہے پس جبرئیل پر سلام ہو اور یا رسول اللہ ﷺ آپ پر بھی سلام اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں۔

کتنا پیارا، کتنا خوبصورت اور دانشمندانہ جواب ہے۔

حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ

حضرت زید بھی حارثہ کا پورا نام زید بن حارثہ بن شرجیل الکعبی تھا۔ ان کی والدہ کا نام سعدی تھا۔ جو بنی معض خاندان کی ایک خاتون تھیں بچپن میں وہ اپنی ماں کے ساتھ ننھیال آئے ہوئے تھے کہ بنی قیس کے شہسواروں نے ان کے خیموں پر حملہ کر دیا۔ ان کے ساز و سامان کو لوٹا اور زید کو بھی پکڑ کر ساتھ لے گئے اور عکاظ کی منڈی میں اسے فروخت کر دیا۔ حکیم بن حزام جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بھتیجے تھے، نے چار سو درہم کے عوض ان کو خرید لیا اور انہیں اپنی پھوپھی صاحبہ کو پیش کر دیا۔ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی زوجیت میں آئیں تو آپ نے حضرت زید کو حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بطور تحفہ دے دیا۔ آپ ﷺ نے حضرت زید کو فوراً آزاد کر دیا اور بچوں کی طرح آپ کے ساتھ محبت و پیار سے پیش آتے رہے۔ حضرت زید کو آپ سے بہت زیادہ انسیت و پیار ہوگیا۔

ادھر حضرت زید کا والد اپنے بیٹے کے فراق میں دن رات روتا رہتا تھا اور غم میں ڈوبے ہوئے درد والے اشعار بھی پڑھتا رہتا تھا۔

اتفاق سے بنی کلب قبیلہ کا ایک قافلہ حج کے لیے مکہ آیا حضرت زید نے انہیں دیکھا۔ اور پہچان لیا انہوں نے زید کو بتایا کہ تیرا باپ تیری جدائی میں بہت غمگین ہے۔ اور ہر وقت روتا رہتا ہے۔ آپ نے اپنے باپ کو پیغام بھیجا۔

''میرے دل میں بھی اپنی قوم کا شوق ہے اگرچہ میں بہت دور ہوں۔ لیکن ایسے گھر میں رہتا ہوں جو مشاعر کے

نزدیک ہے میں اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی سے ایک نہایت ہی شریف خاندان میں زندگی بسر کر رہا ہوں۔ جو بڑے کریم النفس ہیں اور پشت ہا پشت سے اپنے علاقہ کے رئیس ہیں۔''

قافلہ جب واپس گیا تو انہوں نے حضرت زید کا پیغام اس کے والد کو دیا۔ اِن کا والد اپنے بھائی کعب کو لے کر مکہ آیا اور نبی کریم ﷺ کے سامنے سراپا التجا بن گیا اور عرض کی کہ آپ احسان فرمائیں، فدیہ لے کر ہمارے بیٹے کو آزاد فرما دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو میں نے پہلے دن ہی آزاد کر دیا تھا۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنے بیٹے کو بلائیں اور اسے اختیار دیں کہ چاہے تو آپ کے ساتھ واپس چلا جائے، چاہے تو ہمارے ساتھ رہے۔ انہوں نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بلایا اور پوچھا تو حضرت زید نے اپنے باپ کے ساتھ جانے سے صاف انکار کر دیا۔ ان کا باپ اور ان کا چچا حضرت زید رضی اللہ عنہ کے اس فیصلہ سے سخت حیران رہ گئے اور انہوں نے کہا:

''اے زید تو آزادی پر غلامی کو اور اپنے ماں باپ پر اِن کو پسند کر رہا ہے۔''

حضرت زید نے جواب دیا:

''کہ تم کو کیا پتہ کہ جس ہستی کی غلامی کو میں ترجیح دے رہا ہوں وہ کتنی دلربا، کتنی اچھی، کتنی شفیق مہربان اور کتنی عظیم ہے اور اس کو چھوڑنے کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا۔''

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

اَللّٰهُ یَجْتَبِیْۤ اِلَیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَهْدِیْۤ اِلَیْهِ مَنْ یُّنِیْبُ ﴿۱۳﴾ (الشوریٰ، آیت: ۱۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنے لیے چُن لیتا ہے اور جو اُس کی طرف رجوع کرتا ہے اُس کو اپنی راہ دکھاتا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

ما دعوت احد اِلی الاِسلام اِلَّا کَانَتْ عنده کبوة و تَرَدُّدٌ وَ نَظَرٌ اِلا ابابکر ما عکم عَنْهُ حین ذکر ته له و لا تَرَدَّدَ۔ (ضیاء النبی جلد دوم، صفحہ ۲۲۶، از ماحوذ سبل الھدی والرشاد، جلد دوم، صفحہ ۴۰۶)

ترجمہ: میں نے جس کو بھی اِسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو اُس کا پاؤں پھسلا اور وہ تشویش میں مبتلا ہوا اور غور و فکر کرنے لگا۔ سوائے ابوبکر کے۔ اس نے نہ تردد کیا نہ جھجکا۔

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنے حبیب پاک ﷺ کی رفاقت کے لیے سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو چن لیا تھا۔

بعثت سے پہلے بھی آپ کے نبی کریم ﷺ کے ساتھ گہرے دوستانہ مراسم تھے اور وہ سفر و حضر میں آپ کے ساتھ رہتے تھے اور آپ کے کمالات اور آپ کے محالات کے معترف تھے۔ بیرون ملک شام کے سفر میں بھی حضور ﷺ کے ہمراہ رہے تھے اور راہب جس کا نام نسطورا تھا کی گفتگو بھی آپ نے سنی تھی۔ ورقہ بن نوفل کی زبانی بھی آپ کی نبوت کا سنا تھا اور کئی دوسرے علماء

سے بھی آنے والے نبی کے بارے میں سُن رکھا تھا۔ 

ایک دن آپ نے خواب دیکھا کہ چاند مکہ میں اُترا ہے ہر گھر میں اس کا ٹکڑا گرا ہے۔ پھر وہ یکجا ہو کر مکمل آپکی گود میں آ گیا ہے۔ اہل کتاب میں سے آپ نے کسی عالم سے تعبیر پوچھی۔ اُس نے کہا کہ وہ نبی جس کی آمد کے ہم سب منتظر ہیں وہ عنقریب ظاہر ہوگا اور آپ اُس کی اطاعت سے سارے جہان میں سعید ترین شخص ہوں گے۔

آپ تو انتظار فرما رہے تھے کہ کب وہ سورج طلوع ہو اور کب وہ سرِ تسلیم خم اُس کے قدموں میں کریں۔

ایک روز آپ حکیم بن حزام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اُن کی لونڈی آئی کہنے لگی کہ آپ کی پھوپھی حضرت خدیجہؓ کے خاوند نے کہا ہے کہ وہ نبی مرسل علیہ السلام ہیں۔ اُس کی یہ بات سنکر آپ چپ کر کے وہاں سے اُٹھ گئے اور فوراً حضور نبی کریم رؤوف و رحیم صلی اللہ علیہ والہٖ واصحابہٖ و بارک وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ علیہ السلام نے وحی کے نازل ہونے کا واقعہ اِن کو سنایا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول مبعوث فرمایا ہے۔

آپ نے فوراً پڑھا:

اَشھدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ و اشھدُ انکَ رسول اللہ۔

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

ایک دفعہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آپس میں تلخ کلامی ہوئی۔ اِس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دل میں بڑی تکلیف پہنچی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی بنا کر مجھے مبعوث کیا تو تم نے مجھے جھٹلایا اور ابوبکر نے کہا کہ یہ سچا ہے۔ اِس نے اپنی ذات اور اپنے مال سے میری دلجوئی کی کیا تم میرے لیے میرے اِس دوست کو چھوڑو گے یا نہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق کا پرانا نام عبد الکعبہ بدل کر عبداللہ رکھا ابوبکر آپ کی کنیت تھی۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ

مکہ مکرمہ میں قحط کے باعث حضرت ابوطالب کی حالت پہلے سے بھی کمزور ہو چکی تھی۔ آپ کے چار بیٹے تھے۔ طالب، عقیل، جعفر اور علی رضوان اللہ علیہم اجمعین چاروں میں دس دس سال کا فرق تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے چھوٹے تھے اور آپ کی عمر مبارک اُس وقت دس سال تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپس میں فیصلہ کیا کہ اُن کا بوجھ ہلکا کریں۔ یہ حضرت ابوطالب کے پاس گئے۔ آپ نے کہا کہ طالب اور عقیل کو میرے پاس رہنے دیں اور باقی بچوں کے بارے میں جیسا آپ فیصلہ کریں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس رکھ لیا اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو حضرت عباسؓ کو دے دیا گیا۔

ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ گھر میں نماز ادا فرما رہے تھے۔ حضرت علی حاضر ہوئے۔ اُنہوں نے

دونوں کو نماز پڑھتے دیکھا۔نماز کے بعد آپ ﷺ سے پوچھا کہ یہ کیا ہے آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے اور یہ نماز ہم پر فرض کی ہے اور اے علیؓ تم بھی ایمان لے آؤ۔آپ نے فرمایا: اچھا میں اپنے ابا جان سے پوچھ لوں۔آپ گھر گئے اور ایک روایت کے مطابق آپ کے دل کو اللہ تعالیٰ نے نور ایمان بھر دیا اور آپ اپنے والد کو بتائے بغیر ہی دوسرے دن منگل کو حضور نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ کے ہاتھ پر ایمان قبول کرلیا۔

حضرت ابوطالب نے آپ کو حضور ﷺ کی معیت میں ایک دفعہ نماز پڑھتے دیکھا تو نبی کریم ﷺ سے اِس دین کے بارے میں پوچھا۔آپ نے فرمایا:

هذا دین الله و دین ملئکته و دین رسله و دین آبیناء ابراهیم۔ بعثنی الله رسولاً إلی العباد و انت ای عم احق من بذلت لهٔ الاصیحة و دعوتهٔ الی الهدی و احق آجابنی الیه و اعاننی علیه۔ (سیرت النبویہ ابن ہشام جلد اول صفحہ ۲۶۵)

ترجمہ: اے محترم چچا یہ اللہ کا دین ہے اس کے فرشتوں کا دین ہے اِس کے رسولوں اور ہمارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر مجھے اپنے بندوں کی طرف بھیجا ہے اور اے محترم چچا آپ اِس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ میں آپ کو نصیحت کروں اور ہدایت کی دعوت دوں اور آپ سب سے زیادہ حق دار ہیں کہ آپ میری دعوت کو قبول کریں اور اِس سلسلہ میں میری مدد کریں۔

حضرت ابوطالب نے عرض کی کہ اے میرے بھتیجے ابھی سردست میں اپنے آباء کے دین کو نہیں چھوڑ سکتا لیکن کوئی شخص جب تک میں زندہ ہوں تیرے نزدیک تجھے تکلیف پہنچانے کے لیے نہیں آسکتا۔

اِس سے پہلے جب آپ نے حضرت علی کو حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے دیکھا تو کہا کہ اے میرے بیٹے یہ کیا دین تو نے اختیار کیا ہے آپ نے فرمایا کہ اے میرے باپ میں اللہ اور اُس کے رسول علیہ السلام پر ایمان لے آیا ہوں اور جو دین یہ لے کر آئے ہیں میں نے اِس کی تصدیق کی ہے اور آپ ﷺ کی معیت میں مَیں نے اللہ کی نماز پڑھی ہے اور آپ ﷺ کی پیروی کی ہے حضرت ابوطالب نے کہا کہ اے میرے بیٹے اُنہوں نے تجھے خیر کی طرف بلایا ہے اُن کا دامن مضبوطی سے پکڑے رکھنا۔

میرے ذاتی خیال میں حضرت ابوطالب کی حضور نبی کریم ﷺ سے از حد دلی محبت تھی اور آپ کے لائے ہوئے دین کو بھی آپ دل سے چاہتے تھے۔ اِسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ نے اِس دین کو مضبوطی سے پکڑنے کو کہا اور کافروں سے آپ کو خیال تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ کو بہت تکالیف دیں گے کہ حضور علیہ السلام اِس دین مبارک پر ہیں اور حضرت ابوطالب کے خیال میں وہ اگر سردست اِس دین کو قبول کرنے کا اعلان کر دیں تو وہ کفار سے حضور نبی کریم ﷺ کا دفاع کیوں کر کرسکیں گے حضرت فاطمہ بنت اسد والدہ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے مطابق جب حضرت علی رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو حضور اکرم ﷺ نے سب سے پہلے اپنا لعاب دہن آپ کے منہ میں ڈالا اور حضرت علیؓ نے آپ کی زبان مبارک چوسی اور چوستے چوستے سو گئے۔



سیدنا حضرت ابوبکر صدیق کی اسلام کی اشاعت

آپ خاندان قریش میں بہت معزز تھے بہت بڑے تاجر تھے۔ صاف اور کھرے دیانت دار، غریبوں، یتیموں کے آسرہ تھے اور آپ زمانہ جاہلیت کی آلودگیوں سے پاک تھے آپ نے کبھی کسی بت کو سجدہ نہیں کیا تھا مکہ کے تمام لوگ آپ کی بہت زیادہ تعظیم کرتے تھے۔

جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل کو اِسلام سے منور فرما دیا تو آپ نے گوارہ نہ کیا کہ آپ لوگوں کو اندھیرے سے نہ نکالیں۔ آپ نے اپنے قریبی حلقہ احباب میں اِسلام کی تبلیغ کا کام شروع کر دیا۔ آپ کی کوششوں سے حضرت سیدنا عثمان بن عفان، حضرت زبیر بن عوام، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہم یہ خاص خاص چیدہ چیدہ ہستیاں تھیں جنہوں نے اسلام قبول کیا اور عالم اِسلام میں بڑا نام پیدا فرمایا۔

سیدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

آپ حضرت ابوبکر صدیق کی وساطت سے مسلمان ہوئے۔ آپ اِن دس خوش نصیبوں میں سے ہیں جن کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زندگی ہی میں جنت کی بشارت دی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یکے بعد دیگرے دو صاجزادیاں آپ کے نکاح میں دیں۔ اِس لیے آپ کو ذوالنورین بھی کہا جاتا ہے۔

آپ بہت امیر تاجر تھے۔ اِسلام کی ترقی کے لیے آپ نے دل کھولکر سخاوت کی۔

آپ بہت خوبصورت، گھنی داڑھی اور گندم گوں چہرہ کے مالک تھے۔ آپ کو بیالیس سال کی عمر میں باغیوں نے شہید کر دیا آپ کے عہد میں دور دور تک اِسلامی سلطنت پھیل گئی تھی۔

۲- حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ کو اسلام کی طرف راغب کیا۔ آپ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبد المطلب کے فرزند تھے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے تھے۔ پندرہ سال سے کم عمر ہی میں آپ نے اِسلام قبول کر لیا۔ آپ کا چچا آپ کو چٹائی میں لپیٹ کر دھونی دیتا۔ لیکن آپ فرماتے خدا کی قسم میں کبھی بھی واپس کفر کی طرف لوٹ کر نہیں جاؤں گا۔ آپ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔

۳- حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

یہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔آپ نے پہلے حبشہ پھر مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔آپ بہت بڑے دولتمند تاجر اور سخی تھے۔آپ نے بہتر سال کی عمر پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

۴- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

آپ حضرت صدیق اکبرؓ کی کوششوں سے مسلمان ہوئے۔آپ بھی عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔آپ اِسلام کے پہلے تیر انداز ہیں۔آپ کے لیے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تیر چلاؤ۔میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔تمام ہجرتوں میں آپ نے شرکت کی اور فارس اِسلام کے شہسوار کے نام سے مشہور ہوئے جس لشکر نے شہنشاہ ایران کو شکست دی۔آپ اُس کے سپہ سالار تھے۔

آپکی ماں کو جب آپ کے اِسلام لانے کا پتہ چلا تو اُس نے کھانا پینا چھوڑ دیا۔نہ ہی وہ سائے میں بیٹھتی تھی۔

آپ نے اُس کا یہ حال دیکھا تو کہا۔اے ماں اگر تیری سو جانیں ہوں اور وہ یکے بعد دیگرے نکلتی جائیں تو پھر بھی میں یہ دین نہیں چھوڑوں گا جب اُس نے آپ کا پختہ عزم دیکھا۔تو کھانا پینا شروع کر دیا۔

۵- حضرت طلحہ بن عبید اللہ

آپ بھی سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی کوششوں سے مسلمان ہوئے۔آپ بصری تجارت کے لیے گئے۔تو وہاں ایک راہب نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی خوشخبری دی اور آپ کو نصیحت کی کہ آپ سب سے پہلے ایمان لائیں واپس آ کر آپ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت بارے علم ہوا تو آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے انہوں نے آپ کو اسلام کی طرف راغب کیا اور اُن کو لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے اور وہ ایمان سے مشرف ہوئے۔آپ کی چونسٹھ برس عمر تھی اور آپ کا مزار مبارک بصرہ میں ہے۔

اِس کے علاوہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح۔ابوسلمہ عبداللہ بن عبد الاسد، ارقم بن ابی الارقم، عثمان بن مطعون رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی آپ کی کوششوں سے مسلمان ہوئے۔(سیرۃ النبویہ، ابن کثیر جلد اول صفحہ ۴۳۹)

تبلیغ اِسلام کا یہ سلسلہ خفیہ جاری رہا

اللہ تعالیٰ نے اِن میں سے حضرت عبیدہ بن حارث سعید بن زید۔اِن کی اہلیہ فاطمہ (حضرت عمر فاروقؓ کی بہن) اسما اور عائشۃ (دختران حضرت ابوبکر صدیق) خباب بن الارث عمیر بن ابی وقاص حضرت سعد کے بھائی، عبداللہ بن مسعود، مسعود بن القاری۔سلیط بن عمر اور اِن کے بھائی حاطب، عباس بن ربیعہ اِن کی اہلیہ اسما، حسنین بن خذافہ۔عامر بن ربیعہ، عبداللہ بن جحش،

اِن کے بھائی ابو احمد، حضرت جعفر بن ابی طالب اور اُن کی اہلیہ اسما بنت عمیس، حاطِب بن الحارث عثمان بن مطعون کے دو بھائی قدامہ اور عبداللہ وغیرہم رضوان اللہ عنہم اجمعین سب لوگ تقریباً پیش ہو گئے لیکن یہ سب لوگ سابقون الاولون خفیہ مسلمان ہوئے۔

(محمد رسول اللہ محمد رضا جلد اول صفحہ ۶۹/ضیا النبی جلد دوم صفحہ ۳۳۷)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اظہارِ اِسلام

جب مسلمانوں کی تعداد تقریباً اڑتیس ہوگئی تو سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ ہم کیوں نہ کھلم کھلا اعلان کر دیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ابھی ہماری تعداد کم ہے لیکن سیدنا صدیق اکبر بار بار عرض کرتے رہے کہ آخر حضور نبی کریم ﷺ نے بات مان لی اور آپ دار ارقم سے نکل کر حرم شریف کعبہ معظمہ کے صحن میں جس وقت سب کافر یہاں جمع تھے تشریف لائے۔ سب مسلمان اپنے اپنے قبیلہ میں تشریف فرما ہوئے۔ تو سیدنا صدیق اکبر نے اُٹھ کر اِسلام کا اعلان کیا اور لوگوں کو حضور اکرم ﷺ کی نبوت کا بتایا اور سب کو کہا کہ ایک خدا کی عبادت کرو! بتوں کی پرستش چھوڑ دو اور حضور اکرم ﷺ کی نبوت پر ایمان لاؤ۔

تمام لوگ بپھر گئے اور سب لوگ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر پل پڑے اور اُن کو مار مار کر ادھ موا کر دیا۔ اِس کے علاوہ دوسرے مسلمانوں پر جنہوں نے اپنی اپنی جگہ اپنے ایمان لانے کا اعلان کیا تھا۔ اُن پر بھی برس پڑے۔

سب سے زیادہ غصہ تو اُنہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر نکالا۔ اُن کو نیچے گرا کر ڈنڈوں اور لاتوں سے مارتے رہے عتبہ بن ربیعہ نے تو حد ہی کر دی۔ اُس نے اپنا جوتا اُتار کر سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے منہ چہرہ مبارک پر مارنا شروع کر دیا۔ اتنا مارا اتنا مارا کہ آپ کا چہرہ مبارک سوج گیا۔ آنکھیں بڑی مشکل سے نظر آتی تھیں۔ اِس حالت میں اُٹھا کر آپ کے قبیلہ بنی تمیم کے لوگ آپ کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر کافروں سے زبردستی باہر نکال لائے اور آپ کو گھر لے گئے۔

قبیلہ بنو تمیم کے لوگ آپ کو گھر چھوڑ کر واپس حرم شریف آئے اور اعلان کیا کہ اگر حضرت ابوبکر صدیق کی موت (خدانخواستہ) واقع ہوگئی تو وہ عتبہ کو مار دیں گے۔

سارا دن آپ بے ہوشی کی حالت میں رہے۔ شام کے وقت آپ کے منہ مبارک سے تھوڑا ہوش آتے ہی یہ الفاظ نکلے کہ

مَا فَعَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

ترجمہ: میرے محبوب میرے آقا رسول اللہ ﷺ کا بتاؤ کیا حال ہے؟

لوگ جو آپ کا پتہ لینے کے لیے آئے ہوئے تھے۔ آپ کو بُرا بھلا کہنے لگے اور وہاں سے واپس جانے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے اور اِن کی والدہ ام الخیر کو آپ کا خیال رکھنے کا کہہ کر چلے گئے۔ آپ کی والدہ جب اکیلی رہ گئیں تو وہ بھی بار بار آپ کو بلاتی رہیں۔ آپ کو پھر جب ہوش آتی تو فرماتے کہ میرے کریم آقا علیہ السلام کی مجھے خبر دو۔

مَا فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم 

ترجمہ: میرے رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے؟

آپ کی والدہ نے کہا کہ مجھے خبر نہیں آپ نے فرمایا کہ ام جمیل بنت خطاب سے آپ دریافت فرما آئیں۔

ام جمیل کے پاس آپ کی والدہ گئیں تو اُنہوں نے صاف لاعلمی کا اظہار کیا لیکن کہا کہ میں خود حضرت ابوبکرؓ کے پاس جاتی ہوں جب وہ خود آئیں تو آپ کی حالت دیکھ کر رونے لگیں۔ حضرت ابوبکر صدیق نے آپ سے پھر حضور اکرم ﷺ کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے کہا کہ آپ کی والدہ سُن رہی ہیں۔ آپ نے فرمایا کوئی بات نہیں آپ بیان فرمائیے۔ آپ نے کہا کہ حضور نبی کریم ﷺ دارارقم میں خیر خیریت سے ہیں۔ آپ نے کہا کہ مجھے اُن کے پاس لے چلو میں اُس وقت تک کہ جب تک آپ کو دیکھ نہ لوں کچھ نہیں کھاؤں پیوں گا۔

رات کے وقت جب لوگوں کی آمد و رفت ختم ہوگئی اور ہر طرف خاموشی چھا گئی تو یہ چپکے سے آپ کو لے کر نکلیں یہ دونوں حضور ﷺ کی خدمت میں آپ کو سہارا دے کر لائیں۔

نبی کریم ﷺ نے آپ کو دیکھا تو آپ پر جھک گئے اور آپ کو بوسے دیے۔ دوسرے مسلمان بھی آپ پر جھک گئے۔

آپ نے عرض کی کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ سوائے عتبہ کی جوتیوں کے مجھے اور کسی ضرب کی اتنی تکلیف نہیں۔

اور نبی کریم ﷺ کے حضور عرض کی کہ میری والدہ کے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اِن کا سینہ اِسلام کے لیے کھول دے اور اِس کو مسلمان کر لیں۔

حضور ﷺ نے آپ کی والدہ کے بارے میں دعا کی اور اُن کی والدہ کو اسلام لانے کو کہا۔ اُنہوں نے اس کو قبول فرما لیا اور مشرف باسلام ہوگئیں۔

خفیہ تبلیغ

پھر مسلمان ایک مہینہ تک دارارقم میں خفیہ طریقے سے تبلیغ کرتے رہے اور کچھ اور لوگ اسلام کے دائرہ میں داخل ہوئے۔ اِن میں سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

آپ مکہ کے گرد و نواح میں ایک روز بکریاں چرا رہے تھے کہ آپ کے پاس حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق تشریف لے آئے اور فرمایا کہ ہمیں دودھ پلاؤ۔ آپ نے عرض کی کہ حضور میں اِن بکریوں کا مالک نہیں ہوں آپ نے فرمایا ایسی نوعمر بکری لاؤ جس سے کسی نر نے جفتی نہ کی ہو۔

وہ لائے تو نبی کریم ﷺ نے اُس کی سکڑی ہوئی کھیری پر اپنا برکت والا ہاتھ پھیرا تو وہ سکڑی ہوئی کھیری ایک دم دودھ سے بھر کر بڑی ہوگئی آپ نے دودھ دوہا۔ پہلے حضرت عبداللہ بن مسعود پھر حضرت ابوبکر اور پھر خود نوش فرمایا پھر کھیری پر ہاتھ پھیر کر اُس کو دوبارہ سکڑنے کو کہا تو وہ سکڑ گئی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ معجزہ دیکھ کر میں آپ پر ایمان لے آیا اور مسلمان ہوگیا۔

میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مجھے کچھ سکھلایئے۔ عَلِّمْنِیْ نبی کریم ﷺ نے میرے سر پر دست شفقت پھیرا اور فرمایا بارك اللهُ فَاِنَّكَ غُلَامٌ مُعَلِّمٌ ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی برکتوں سے نوازے تم تعلیم یافتہ نوجوان ہو۔ حضور نبی کریم ﷺ کی دعا سے آپ کا شمار امت کے بڑے بڑے علما میں ہوتا ہے اور آپ ﷺ کی خاص نوازشوں سے یہ آپ ﷺ کے ذاتی خدمتگار بھی رہے اور عشرہ مبشرہ میں داخل ہوئے۔ (السیرۃ حلبیہ جلد اول۔ سیرہ النبویہ ابن کثیر جلد اول صفحہ ۴۴۴، ضیا النبی جلد اول صفحہ ۲۴۱، صفحہ ۲۶۶)

حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ

سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں حضرت خالد بن سعید بھی تھے۔ اُنہوں نے خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ نے اُن کو دوزخ میں گرنے سے بچایا ہوا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اپنا خواب بیان کیا۔ اُنہوں نے کہا نبی کریم ﷺ کا دامن پکڑلو تو بچ جاؤ گے۔ آپ کے ساتھ حضور پاک ﷺ جب آپ محلہ جیاد میں تھے حاضر خدمت ہوئے اور آپ ﷺ سے اسلام کے بارے میں پوچھا کہ آپ ﷺ کیا دعوت دیتے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں دعوت دیتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کو ایک وحدہٗ لا شریک مانو۔ مجھے اُس کا بندہ اور اُس کا رسول مانو۔ بتوں کی پوجا نہ کرو وہ نہ تمہیں فائدہ نہ نقصان دے سکتے ہیں آپ نے بے ساختہ کہا:

فانی اشھد اَن لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللهُ و اشھد انك رَسُولَ الله۔

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ﷺ ہیں۔

آپ کے والد کو پتہ چلا تو اُس نے ہر طرح آپ کو سمجھایا لیکن آپ کے پائے اِستقلال میں کوئی لغزش نہیں ہوئی۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ

سابقون الاولون میں حضرت سیدنا ابوذر غفاری بھی تھے۔ آپ کا نام نامی جندب بن جنادہ تھا۔ یہ قبیلہ بنی غفار سے تعلق رکھتے تھے یہ شروع ہی سے کفر و شرک سے بیزار تھے۔ آپ نے حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت کے بارے میں سنا تو اپنے بھائی کو پتہ کرنے کا کہا۔ وہ مکہ شریف آئے واپس جا کر آپ کو بتایا کہ واقعی مکہ مکرمہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک نبی علیہ السلام کو مبعوث فرمایا ہے۔

آپ مکہ معظمہ آئے اور کعبہ شریف میں رات سونے کے لیے لیٹے تو حضرت علی کرم اللہ وجہ آپ کو ساتھ اپنے گھر لے گئے۔کھلایا پلایا اور صبح آپ وہاں سے واپس کعبہ شریف میں آ گئے۔رات پھر آپ کو اکیلا دیکھ کر اپنے ساتھ گھر لے گئے آپ کی خدمت کی وہ صبح آپ کے پاس سے اُٹھ کر واپس حرم شریف آ گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ تیسرے دن پھر رات کو آپ کو اکیلا دیکھ کر آپ کو ساتھ گھر لے گئے۔اب آپ کو پوچھا کہ کیسے آنا ہوا۔آپ نے بشرط راز داری آپ کو بتایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام کی تلاش میں ہوں آپ حضرت ابوزر کو صبح اپنے ساتھ بڑی احتیاط سے حضور اکرم ﷺ کے پاس لے گئے انہوں نے آپ ﷺ سے اِسلام کے بارے میں پوچھا۔حضرت ابوزر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایسے پیارے انداز سے مجھے تبلیغ کی کہ آپ ﷺ کی ہر ہر بات میرے دل میں اُترتی چلی گئی اور میرا رونگٹا رونگٹا آپ کی محبت میں سرشار ہوتا چلا گیا۔

جب حضور ﷺ نے مجھے کلمہ پڑھا کر مسلمان کیا تو اس خوشی میں سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ہم سب کی حضور نبی کریم ﷺ سمیت رات کی دعوت کی اور میں نے پہلی مرتبہ طائف کے خشک میوہ جات کھائے۔

آپ علیہ السلام نے میری اِس بات پر بیعت لی کہ اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروانہ کرنا اور حق بات کہنا چاہے وہ کتنی کڑوی ہو۔

حضور پاک ﷺ نے انہیں ہدایت کی کہ اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھیں اور اپنے قبیلہ کے پاس واپس جا کر اُن کو اِسلام کی دعوت دیں جب ہمارے فتح یاب ہونے کی خبر ملے تو پھر ہمارے پاس آ جائیں۔

آپ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اِس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔میں تو بھرے مجمع میں اپنے ایمان لانے کا اور آپ ﷺ کی رسالت کا اقرار کروں گا۔

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز جب سب قریش کعبہ شریف میں جمع تھے تو میں نے زور سے کہا:

اشھد اَن محمد رسول اللہ۔

یہ سن کر سب لوگ بھڑک اُٹھے اور مجھے خوب مارا۔حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے مجھے پہچانا اور مجھے اُن سے چھڑایا۔

دوسرے روز میں نے پھر ایسا ہی کیا تو پھر لوگوں نے مجھے بہت مارا پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ آئے اور فرمایا بے وقوفو! یہ قبیلہ بنی غفار کا آدمی ہے جہاں سے تمہارے قافلے گزرتے ہیں۔تب اُنہوں نے مجھے چھوڑا۔

وطن واپس آ کر میں نے بھائی کو سارا واقعہ سنایا اُس نے کہا کہ میں پہلے ہی اسلام قبول کر چکا ہوں پھر میں نے دوسرے لوگوں کو اِسلام کی دعوت دی اور میرے نصف قبیلہ نے اُسی وقت اِسلام قبول کر لیا اور نصف نے بعد میں جب نبی کریم ﷺ مدینہ پاک تشریف لائے تو اِسلام قبول کیا۔نبی کریم ﷺ نے آپ کے بارے میں فرمایا کہ

مَا اَظَلَّتِ الخضراءُ (اسماءُ) ولا اقلّتِ الغبراءُ (الارض) اَصْدَقُ مِن ابی زر رضی اللہ عنہ۔

ترجمہ: جن پہ نیلگوں آسمان سایہ فگن ہے اور جن کو گرد آلود زمین نے اُٹھایا ہوا ہے کہ اِن میں سب سے زیادہ سچا ﷺ (ابوزر) ہے۔(سیرۃ النبویہ احمد بن زینی دحلان جلد اول صفحہ ۱۹۳ المطابق ضیاء النبی جلد اول صفحہ ۲۴۷)

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ

سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔آپ کو بچپن ہی میں رومی سپاہی ایران سے اُٹھا کر روم لے گئے وہیں آپ جوان ہوئے۔وہاں کسی عرب تاجر نے آپ کو خریدا اور عکاظ کی منڈی میں عبداللہ بن جدعان کے ہاں فروخت کیا۔حضور نبی کریم ﷺ کے گھر مبارک کے پاس آپ کی ملاقات حضرت عمار بن یاسر سے ہوگئی۔اُنہوں نے آپ سے پوچھا کدھر کا ارادہ ہے آپ نے نبی کریم ﷺ کے پاس جانے کا کہا۔وہ بھی ساتھ ہو لیے۔آپ ﷺ کے پاس حاضر خدمت ہوئے۔آپ ﷺ بہت خوش ہوئے اور اُنہیں اِسلام کے بارے میں بتایا۔اللہ تعالیٰ نے دونوں کے دلوں کو ایمان سے منور کر دیا اور دونوں آپ ﷺ پر ایمان لے آئے۔عمار بن یاسر جب رات کو اپنے گھر گئے تو والدین نے پوچھا تو آپ نے صاف صاف اپنے ایمان لانے کا بتا دیا اور اُن کے آگے قرآن پاک کی تلاوت کی وہ دونوں بھی ایمان لے آئے۔

حضرت حصین رضی اللہ عنہ

حصین کے بیٹے عمران پہلے ہی حضور نبی کریم ﷺ پر ایمان لے آئے تھے۔

لوگوں نے حصین رضی اللہ عنہ کو کہا کہ حضرت محمد (ﷺ) ہمارے بتوں کو برا بھلا کہتے ہیں تم اُن کو سمجھاؤ۔آپ اُن کے ساتھ کاشانہ اقدس کی طرف چلے وہاں پہنچ کر وہ باہر بیٹھے۔آپ اندر چلے گئے۔نبی کریم ﷺ نے آپ کو دیکھا تو کہا اپنے سردار کے لیے جگہ کشادہ کرو! سب لوگوں نے سکڑ کر آپ کے لیے جگہ کشادہ کر دی۔آپ بیٹھ گئے۔آپ نے کہا کہ میں نے سنا ہے آپ ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہتے ہیں۔کیا یہ ٹھیک ہے۔

آپ نے فرمایا: تم کتنے خداؤں کی پوجا کرتے ہو۔حصین نے کہا۔سات خداؤں کی۔زمین میں اور ایک کی آسمان میں۔

آپ نے پوچھا کوئی تکلیف پہنچے تو کس خدا کو پکارتے ہو۔وہ کہنے لگا آسمان والے خدا کو۔پھر پوچھا اگر مال ہلاک ہو جائے تو کس خدا کو پکارتے ہو۔وہ کہنے لگا آسمان والے خدا کو پکارتے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ تکلیف کے وقت تو تم آسمان والے خدا کو پکارو۔وہی تمہاری دعائیں قبول کرتا اور تکلیفوں سے تمہیں نجات دیتا ہے لیکن جب عبادت کا وقت آئے تو زمین کے خداؤں کو اِس میں شریک کر لیتے ہو۔کتنے افسوس کی بات ہے کیا تم اِس شرک کو پسند کرتے ہو۔آپ نے فرمایا حصین اِسلام قبول کرلو اور اللہ کے دوزخ کے عذاب سے بچ جاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے اِن کا دل نورِ ایمان سے بھر دیا۔اِنہوں نے اُسی وقت پڑھا اشھد لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ و اشھد اَنک

رسول اللہ۔حضرت حصین رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عمران فوری اُٹھے اور اپنے باپ کے ہاتھ اور پاؤں چومنے لگے۔ یہ دیکھ کر نبی کریم ﷺ پر رقت طاری ہوگئی۔آپ نے فرمایا جب اِس کا باپ آیا تو یہ خاموش رہا جب اِس کا باپ مسلمان ہوگیا تو یہ جوش میں اُٹھا اور اِس نے اپنے باپ کے ہاتھ اور پاؤں کے بوسے لینے شروع کر دیے۔

حضرت حصین رضی اللہ عنہ کے ساتھ آئے ہوئے دوسرے لوگ جو باہر آپ کا اِنتظار کر رہے تھے جب اُنہوں نے آپ کا بدلہ ہوا چہرہ دیکھا تو سمجھ گئے کہ یہ بھی اُن کے ہاتھ سے جاتے رہے۔

حضرت عمرو بن عتبہ سلمی رضی اللہ عنہ

اِن ہی پہلے اولین لوگوں میں حضرت عمرو بن عتبہ سلمی رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔

آپ فرماتے ہیں میں شروع ہی سے بتوں کی پرستش سے بیزار تھا۔ایک دن اہل کتاب کے ایک عالم نے مجھے بتایا کہ عنقریب مکہ مکرمہ میں ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے۔وہ ایک خدا کی عبادت کریں گے۔بتوں سے مُنہ موڑیں گے تم سب پر اُن کی اطاعت فرض ہے مکہ معظمہ میں بار بار اُن کی جستجو میں جاتا تھا یا پھر مکہ جانے والی شاہراہ جو ہمارے علاقے کے قریب سے گزرتی تھی پر بیٹھ کر مکہ معظمہ کے حالات پوچھتا رہتا تھا۔چونکہ وہاں سے کافی قافلے مکہ جانے یا آنے والے گزرتے تھے۔ایک دن ایک قافلے میں سے ایک آدمی نے مجھے بتایا کہ وہاں ایک نبی علیہ السلام ظاہر ہوئے ہیں جنہوں نے اپنی قوم کے معبودوں کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے اور وہ ایک خدا وحدہٗ لا شریک کی عبادت کا فرماتے ہیں۔

یہ سن کر میری خوشی کی کوئی حد نہ رہی میں نے سامان سفر باندھا اور فوراً مکہ مکرمہ روانہ ہوگیا۔بڑی مشکل سے تلاش کرتے کرتے میں آپ علیہ السلام تک پہنچ گیا۔آپ ﷺ کو سلام کیا۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا نبی ہوں کہ خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم صلہ رحمی کرو۔خونریزی سے اجتناب کرو۔راستوں کو پُر امن رکھو۔بتوں کو توڑ دو اور ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور کسی کو اُس کا شریک نہ بناؤ۔

میں نے کہا کہ یہ بہترین دعوت ہے میں کلمہ پڑھ کر آپ ﷺ پر ایمان لے آیا۔

میں نے آپ ﷺ سے وہاں رہنے یا چلے جانے کا پوچھا۔آپ علیہ السلام نے فرمایا یہاں سے تم چلے جاؤ۔جب میں ہجرت کر کے یہاں سے چلا جاؤں تو تم میرے پاس آجانا۔

جب آپ ﷺ مدینہ منورہ پہنچے تو میں آپ ﷺ کے پاس پہنچ گیا۔آپ ﷺ نے مجھے پہچان لیا اور فرمایا کہ میں نے تمہیں مکہ معظمہ میں یہ یہ باتیں کہی تھیں۔میں نے عرض کی دعا کی قبولیت کی بہترین ساعتیں کون کون سی ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا:

قَالَ جُوْفُ اللَّیْلِ اٰخِرِ وَالصَّلٰوۃَ مَشْھُوْدَمتقبلَۃٌ۔

(ضیاء النبی از پیر کرم شاہ صاحب بھیرہ شریف جلد دوم صفحہ ۲۵۱)

ترجمہ: نصف رات کا پچھلا پہر اور نماز کے وقت فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ وہ بھی دعا کی قبولیت کا وقت ہے۔ ؑ47

اللہ تعالیٰ کی ذات پاک نے جن اکابر صحابہ کے ساتھ اِس دین کو مضبوط فرمایا اُن میں سے سیدنا حضرت امیر حمزہ بھی ہیں۔

حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ

آپ کے متعلق زیادہ نزدیک ترین قول آپ کے اِسلام لانے کا یہ ہے کہ آپ نبوت کے دوسرے سال اِسلام لائے۔

ایک دن حضور نبی کریم ﷺ صفا کی پہاڑی کے پاس تشریف فرما تھے۔ کہ ابو جہل لعین وہاں آ گیا اور آپ ﷺ سے اُس نے بہت زیادہ نازیبا گفتگو کی۔ آپ ﷺ خاموش رہے تو اُس نے ڈنڈے سے آپ کو خوب زد و کوب کیا۔ آپ پھر بھی خاموش رہے ابو جدعان کا گھر صفا کی پہاڑی سے قریب تھا۔ اُس کی لونڈی یہ سارا منظر دیکھ رہی تھی۔ وہاں سے ابو جہل سیدھا کعبہ شریف گیا جہاں کے لوگوں نے محفلیں سجا رکھی تھیں۔ نبی کریم ﷺ وہاں سے گھر تشریف لے گئے۔ اِتنے میں آپ ﷺ کے چچا حضرت امیر حمزہ تشریف لائے جو کہ آپ کے رضاعی بھائی اور خالہ کے بیٹے بھی تھے اور اُن کو نبی کریم ﷺ سے بڑا پیار تھا۔ آپ شکار پر گئے ہوئے تھے چاشت کے وقت واپس آ رہے تھے ابو جدعان کی لونڈی فوراً آپ کے پاس آئی اور سارا آنکھوں دیکھا واقعہ آپ سے بیان کیا کہ کس طرح ابو جہل لعین نے آپ کے بھتیجے کو مار مار کر لہولہان کر دیا ہے۔

آپ وہاں سے غصہ میں بھرے ہوئے فوراً حرم شریف گئے۔ ابو جہل کو تلاش کر کے وہ کمان جس سے آپ شکار کر کے آئے تھے ابو جہل کے سر پر اِس زور سے ماری کہ اُس کے سر سے خون کا فوارہ نکل پڑا دوسرے لوگوں کو مداخلت کی جرأت نہ ہوئی آپ نے کہا کہ تو نے میرے بھتیجے کو گالیاں نکالنے اور زد و کوب کرنے کی جرأت کیسے کی؟ خبردار آج کے بعد تو نے ایسا کیا۔ اگر تیری جرأت ہے تو مجھے روک کر دیکھ۔ میں اپنے اِسلام قبول کرنے کا اعلان کرتا ہوں۔ کسی کی آپ کو روکنے کی جرأت نہ ہوئی۔

اور مشہور سیرت نگار قاضی محمد سلمان منصور پوری کے مطابق آپ وہاں سے فوراً آنحضرت ﷺ کے پاس گئے اور عرض کی اے بھتیجے میں نے آپ کا بدلہ لے لیا ہے آپ نے فرمایا اے چچا اگر آپ ایمان لے آئیں تو اِس کی مجھے زیادہ خوشی ہو گی۔ آپ نے فوراً کلمہ پڑھ لیا اور مسلمان ہو گئے۔ (رحمۃ العالمین جلد اول صفحہ ۶۳)

آپ وہاں سے گھر چلے گئے اور اپنے اعلان اِسلام پر ساری رات گومگو کی کیفیت میں رہے۔ صبح اُٹھ کر حضور نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی:

يَا ابن اخی اِنِّی قَدْ وَقَعْتُ فِی اَمْرٍ لَا اعرِفُ الْمَخْرَجَ مِنْهُ وَاِقَامَةُ مَثْلِی علی مَالا آدری مَا هُوَ۔ اَرُشْدٌ اَمْ هُوَ غَیٌّ شَدِیْدٌ و حَدِّثْنِی وَ قَدْ اَشْتَهِیْتُ يَا اِبْنِ اَخِی اَن تُحَدِّثَنِی۔

ترجمہ: اے میرے بھتیجے میں بڑی مشکل میں گرفتار ہوگیا ہوں جس سے نکلنے کا راستہ میں نہیں جانتا اور ایسی بات پر قائم رہنا میرا بڑا مشکل ہے جس کے بارے میں مجھے پتہ نہیں یہ ہدایت ہے یا گمراہی اِس لیے مجھے اِس بارے میں کچھ ارشاد فرمائیے میرے بھتیجے میری خواہش ہے کہ آپ اس سلسلہ میں گفتگو کریں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے نگاہ کرم فرمائی کہ اُن کے دل کی کیفیت ہی بدل گئی اور آپ نے بڑے حکیمانہ انداز میں آپ کو سمجھایا۔ ہر بات حضرت امیر حمزہ کے دل میں اُترتی چلی گئی اور آپ نے فوراً کلمہ طیبہ پڑھ لیا اور فرمایا۔ اَشْھَدُ اَنَّكَ صَادِقٌ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ سچے ہیں آپ اپنے دین کا اظہار فرماتے رہیں اور دنیا کی تمام نعمتیں جن پر آسمان سایہ فگن ہے وہ بھی اگر مجھے مل جائیں تو میں اپنے سابقہ دین کی طرف نہیں جاؤں گا۔ (ضیاء النبی جلد دوم صفحہ ۲۵۴)

آپ کے اسلام لانے سے کفار پر رعب طاری ہوگیا اور غریب مسلمانوں پر جور وستم میں کمی آگئی۔

ایک دن پہلے حضور نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے حضرت عمر بن خطاب یا ابوجہل کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ایمان لانے کے لیے دعا مانگی۔ آپ کی دعا اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر بن خطاب کے بارے میں قبول فرمالی اور آپ اِسلام لے آئے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا اسلام

ہوا یہ کہ ایک دن عمر بن خطاب غصہ میں بپھرے ہوئے اُٹھے کہ وہ آج نعوذ باللہ حضور نبی کریم ﷺ کی زندگی کا خاتمہ کر دیں گے کہ اُنہوں نے نعوذ باللہ مکہ میں اِنتشار پیدا کر دیا ہے اور وہ ہمیں ہمارے بُتوں کی پیروی سے روکتے ہیں۔ آپ نے تلوار اپنے گلے میں لٹکائی اور چل پڑے۔ راستہ میں ایک قریشی نوجوان نعیم بن عبداللہؓ سے ملاقات ہوئی جو کہ خفیہ مسلمان ہو چکے تھے۔ پوچھا عمر کدھر کا ارادہ ہے کہنے لگے آج میں (نعوذ باللہ) فتنے کو ہمیشہ کے لیے ختم کرنے جا رہا ہوں۔ (حالانکہ حضور علیہ السلام کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں بخل کو ختم کرنے کا سامان بنا رہا تھا)

اُنہوں نے فرمایا پہلے اپنے گھر کی خبر تو لو! آپ کی بہن اور بہنوئی تو مسلمان ہو چکے ہیں۔

آپ نے اپنا رخ اپنی بہن کے گھر کی طرف موڑ لیا۔ گھر کے اندر سے آہستہ آہستہ قرآن پاک کی تلاوت کی آواز آرہی تھی۔

زور سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اندر بہن بہنوئی سہم گئے قرآن پاک کے اوراق کو احتیاط سے رکھا۔ بہن نے ڈرتے ڈرتے دروازہ کھولا۔ آپ نے اندر داخل ہوتے ہی ڈنڈے سے اپنی بہن کو مارنا شروع کر دیا کہ اُس نے اپنے آبائی دین کو کیوں چھوڑ دیا ہے۔ یہاں تک کہ اُن کے سر سے خون نکل پڑا۔

پھر اپنے بہنوئی کو ڈنڈے سے مارنے لگے اور لہولہان کر دیا۔

جب حد سے بڑھنے لگے تو بہن نے چیخ کر کہا کہ اے عمر تو اگر ہمارے ٹکڑے ٹکڑے کر کے بھی مار دے تو ہم اپنا دین

چھوڑنے والے نہیں۔

یہ بات آپ کے دِل میں تیر کی طرح لگی کہ وہ کون سا دین ہے جس کی اتنی کشش ہے کہ اتنی مار کے باوجود یہ لوگ اُس کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں۔ آپ نے کہا۔ اے بہن ذرا مجھے بھی وہ صحیفہ دکھاؤ جس کو تو پڑھ رہی تھی۔

بہن نے کہا خبردار اُس کو تو ہاتھ نہ لگانا تم مشرک، نجس اور ناپاک ہو۔ پہلے غسل کرو پھر تمہیں یہ پڑھنے کے لیے دوں گی۔ اُٹھے، غسل کیا۔ واپس آئے۔ بہن نے صحیفہ پڑھنے کے لیے دیا۔ سامنے سورہ طٰہٰ کی آیتیں تھیں۔

جوں جوں پڑھتے گئے آیتیں دل میں اُترتی چلی گئیں۔ ایسا پیارا کلام تو پہلی بار سنا تھا۔ آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب چھلک پڑا۔ عرض کی مجھے حضور اکرم ﷺ کے قدموں میں لے چلو کہ میں بھی اپنی بگڑی قسمت سنوار لوں۔

آپ کے بہنوئی اور آپ کی بہن آپ کو لے کر دارارقم جہاں آپ تشریف فرما تھے لے کر چلے۔ دارارقم کے نزدیک پہنچے تو مسلمانوں نے دیکھا کہ عمر آرہا ہے۔ تلوار گلے میں حائل ہے حضور ﷺ کو اطلاع دی۔ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اِسے آنے دو اگر اُس نے کوئی غلط حرکت کرنے کی کوشش کی تو اُسی کی تلوار سے اُس کا سر قلم کر دوں گا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دروازہ کھول دو۔

وَقَالَ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ و الہٖ وسلم اِفْتَحُوْلَہٗ اِنْ یُرِدْبِہٖ خَیْرً یَّھْدِبِہٖ۔

ترجمہ: رسول کریم ﷺ نے فرمایا دروازہ کھول دو۔ اللہ تعالیٰ نے اگر اِس کی بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے تو اُس کو ہدایت دے دے گا۔

دروازہ کھولا تو دو آدمیوں نے حضرت عمر کو دائیں بائیں سے پکڑ کر حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اِسے چھوڑ دو۔ حضور ﷺ اُٹھے اور حضرت عمر کی چادر کو پکڑ کر زور سے جھٹکا اور فرمایا:

اَسْلِمْ یَا اِبْنِ خَطَّابْ! اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَلْبَہٗ اللھم اِھْدِ عُمَرَ بِن خَطَاب اللھم اعز الدین بعمر بن الخطاب اللھم اُخْرُجْ مَا فی صدر عُمَر مِن غِلٍّ و اَبْدِلْہٗ اِیْمَانًا۔

(ضیاالنبی از پیر کرم شاہ صاحب صفحہ ۲۶۱)

ترجمہ: فرمایا اے عمر ایمان قبول کر لے اے اللہ ہدایت کے نور سے اِس کے دل کو روشن کر دے اے اللہ عمر بن خطاب کو ہدایت عطا فرما۔ اے اللہ عمر بن خطاب کے ذریعہ دین کو عزت دے۔ اے اللہ عمر کے سینہ میں اِسلام کی جو عداوت ہے اُس کو نکال دے اور اُس کو ایمان سے تبدیل کر دے۔

حضرت عمر فرماتے ہیں میں نے اِس کے بعد عرض کی:

اشھد اَن لا اِلٰہَ اِلَّا اللہ و انک رسول اللہ۔

حضور نبی کریم ﷺ نے یہ سنا تو فرطِ مسرت سے زور سے نعرہ تکبیر بلند فرمایا۔ دوسرے مسلمانوں نے بھی آپ کے پیچھے

نعرہ تکبیر اِس زور سے بلند کیا کہ مکہ کے در و دیوار گونج اُٹھے۔ 

پھر آپ نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا ہم حق پر نہیں؟ خواہ ہم مریں یا جئیں۔ آپ نے فرمایا تم حق پر ہو خواہ تم جیو یا مرو۔

میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ پھر ہم کیوں چھپتے پھرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہماری تعداد کم ہے اور تم دیکھتے ہو کہ کفار ہمارے ساتھ جو برتاؤ کرتے ہیں۔

آپ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اُس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے میں ہر اُس محفل میں ایمان کے ساتھ جاؤں گا جس میں میں ایمان لانے سے پہلے بیٹھا کرتا تھا۔ میں اِن سب میں بیٹھوں گا۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ ہم دو لائنوں میں دار ارقم سے باہر نکلے ایک کے آگے آگے حضرت امیر حمزہ تھے اور دوسری لائن میں میں آگے آگے حضور ﷺ کی حفاظت میں چل رہا تھا۔ اِسی حالت میں ہم حرم کعبہ کے صحن میں پہنچے۔

میں نے اپنے ایمان کی خبر منتشر کرنے کے لیے جمیل بن معمر کو اطلاع دی۔ اُس نے صحن کعبہ میں میرے ایمان کے متعلق شور مچا دیا۔

میں حضور ﷺ کے آگے آگے چل رہا تھا اِسی حالت میں حضور ﷺ نے طواف فرمایا۔ میں نے زور سے کہا کہ اگر کسی نے کوئی حرکت کرنے کی کوشش کی تو میں اپنی تلوار سے اُسے گھائل کر دوں گا۔

اُس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عمر صرف چھبیس سال تھی اور یہ واقعہ حضرت امیر حمزہ کے ایمان لانے کے صرف تین دن بعد کا ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ بتاتے ہیں کہ اِس طرح میرے ایمان لانے سے جو پہلے اُنتالیس مسلمان تھے اب ہم پورے چالیس ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ کا اپنے قریبی رشتہ داروں کو دعوت حق دینے کا حکم!

بعثت کے بعد تین سال تک آپ خفیہ طریقہ سے دین کی تبلیغ فرماتے رہے۔ حضور اکرم ﷺ نے پُر امن رہتے ہوئے بڑی بڑی اسلام کی نامور ہستیوں کے دلوں کو اپنے من موہنے انداز سے اپنا گرویدہ بنا لیا۔ جو بندہ ایک بار آپ کے قدموں میں آجاتا وہ اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کر دیتا۔ دنیا کی کوئی طاقت اُس کے چہرہ کا رُخ تبدیل نہیں کر سکتی تھی۔ اُس کی زندگی کا مقصد نبی کریم ﷺ کے ہر فعل کی اطاعت بن جاتا۔ وہ کون سی طاقت تھی جو اتنے اتنے زیرک اور باہوش مکہ کے سرداروں کو آپ کے قدموں کے نیچے لے آئی۔ مکہ کے سردار تو ایک طرف اگر کوئی نادار عاجز مسلمان غلام بھی آپ کے پاس آجاتا تو دنیا کی کوئی طاقت کوئی سا بھی سلوک اُس کو واپس پہلی دنیا میں نہیں دھکیل سکتا تھا۔

یہاں آیا ہوا ہر آدمی ہر ستم تو برداشت کر سکتا تھا لیکن اِس دین کو چھوڑنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا اور ہر ہر آدمی اپنی

جان سے بھی زیادہ نبی کریم ﷺ کو چاہتا تھا۔ پیار کرتا تھا بعثت کے تین سال بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں:

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿٢١٤﴾ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢١٥﴾

(الشعراء، آیت: ۲۱۴، ۲۱۵)

ترجمہ: اور آپ ڈرایا کریں اپنے قریبی رشتہ داروں کو اور نیچے کیا کیجئے اپنے پروں کو اِن لوگوں کے لیے جو اہل ایمان سے آپ کی پیروی کرتے ہیں۔

اِس حکم الٰہی کے بعد آپ کے لیے ایک بہت ہی کٹھن اور پُر خطر کام کا آغاز ہوگیا اور یہ کام کیونکر مکمل ہو گا اِسی سوچ میں آپ ﷺ کئی ہفتے مستغرق رہے اور رات دن اِسی سوچ میں گزار دیے۔ اتنے بڑے اور بھاری بھر کام کو شروع کرنا بھی تو معنی رکھتا تھا۔ حضور اکرم ﷺ گھر ہی میں تشریف فرما رہے یہاں تک کہ آپ کی پھوپھیوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ حضور کہیں بیمار تو نہیں ہو گئے وہ جب عیادت کے لیے آئیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری صحت بالکل ٹھیک ہے کہ میں اِس سوچ میں ہوں کہ رب کریم کے حکم کو کیوں کر اور کس طرح شروع کروں۔ اُنہوں نے عرض کیا۔ آپ سب کو بلائیں لیکن ابولہب کو نہ بلائیں کیونکہ وہ آپ کی بات نہیں مانے گا۔

بنی عبد المطلب

آپ نے سب بنی عبد المطلب کو بلایا تو وہ بھی اور عبد مناف کی اولاد میں سے بھی لوگ آئے تو ابولہب بھی بغیر بلائے ہی آ گیا تقریباً پینتالیس لوگ ہو گئے تو آپ کے ارشاد فرمانے سے پہلے ہی ابولہب بول اُٹھا

کہ اے بھتیجے جس طرح کا فتنہ وفساد کا پیغام لے کر آپ آئے ہیں۔ اس طرح کا پیغام لے کر کوئی بھی نہیں آیا۔ آپ کے سب رشتے داروں کو چاہیے کہ آپ کو اِس کام سے روک دیں۔ یہ ہمارے لیے پورے اہل عرب سے مخالفت مول لینے سے زیادہ آسان کام ہو گا۔ ابولہب ہانکتا رہا لیکن سرکار دو عالم ﷺ خاموش رہے اور کوئی گفتگو نہ فرمائی۔

(السیرۃ حلبیہ جلد اول صفحہ ۲۷۲، از سیرۃ النبویہ زینی وحلان جلد اول صفحہ ۱۶۸، بمطابق ضیاء النبی جلد دوم صفحہ ۲۶۹، از پیر کرم شاہ صاحب)

چند روز خاموشی میں گزر گئے پھر حضرت سیدنا جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کی کہ آپ اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں تک پہنچائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و مددگار ہو گا۔ دوسری بار پھر سب جمع ہو گئے تو آپ نے ارشاد فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نُؤْمِنُ بِهٖ وَ نَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَ اَشْهَدُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ

ثُمَّ قَالَ

اِنَّ الرَّائِدَ لَا يَكْذِبُ اَهْلَهٗ وَاللّٰهِ لَوْ كَذَبْتُ النَّاسَ جَمِيْعًا مَا كَذَبْتُكُمْ وَ لَوْ غَرَرْتُ

النَّاسَ مَا غَرَرْتُكُمْ وَاللهِ الَّذِى لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللهِ اِلَيْكُمْ خَاصَّةً وَ اِلَى النَّاسِ كَافَّةً وَاللهِ لَتَمُوْتُنَّ كَمَا تَنَامُوْنَ وَ لَتُبْعَثُنَّ كَمَا تَسْتَيْقِظُوْنَ وَ لَا تُحَاسَبَنَّ بِمَا تَعْلَمُوْنَ وَ تُجْزَوُنَّ بِالْاِحْسَانِ اِحْسَانًا وَ بِالسُّوْءِ سُوْءًا۔ وَ اِنَّهَا لِلْجَنَّةِ اَبَدًا وَ النَّارِ اَبَدًا وَاللهِ يَا بَنِىْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ مَا اَعْلَمُ شَابًّا جَاءَ قَوْمَهٗ بِاَفْضَلَ مِمَّا جِئْتُكُمْ بِهٖ اِنِّىْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاَمْرِ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ۔

ترجمہ: سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ میں اِس کی حمد کرتا ہوں اور اِس سے مدد طلب کرتا ہوں اور اِس پر ایمان لایا ہوں اور اسی پر توکل کرتا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی عبادت کے لائق نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے جو یکتا ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ پھر فرمایا: قافلہ کا پیشرو اپنے قافلہ والوں سے جھوٹ نہیں بولتا۔ بفرض محال اگر میں دوسرے لوگوں سے جھوٹ بولوں تو بخدا میں تم سے جھوٹ نہیں بول سکتا۔ بفرض محال میں ساری دنیا سے دھوکہ کروں تو تم سے دھوکہ نہیں کرسکتا۔ اس ذات کی قسم جس کے بغیر اور کوئی معبود نہیں میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ تمہاری طرف بالخصوص اور ساری انسانیت کی طرف بالعموم۔ بخدا تمہیں موت اِس طرح آئے گی جس طرح تمہیں نیند آتی ہے اور قبروں سے زندہ یوں اُٹھائے جاؤ گے جیسے تم خواب سے بیدار ہوتے ہو اور جو عمل تم کرتے ہو اِس کا تم سے محاسبہ ہوگا۔ تمہارے اچھے اعمال کی اچھی جزا اور تمہارے برے اعمال کی بری سزا تمہیں دی جائے گی۔ ٹھکانہ یا ابدی جنت یا ابدی جہنم۔ بخدا اے فرزندان عبدالمطلب میں کسی ایسے نوجوان کو نہیں جانتا جو اس چیز سے بہتر اپنی قوم کے پاس کوئی چیز لے کر آیا ہو جو میں لے کر آیا ہوں میں تمہارے پاس دنیا و آخرت کی فلاح لے کر آیا ہوں۔

دوسرے لوگوں نے تو اِس کا معقول جواب دیا لیکن ابولہب نے پھر بڑی ذلالت کا ثبوت دیا کہنے لگا تم آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ پکڑلو۔ پیشتر اس کے کہ دوسرے لوگ اس کے ہاتھوں کو پکڑیں۔ یہی چیز ہماری ذلت و رسوائی کا سبب بنے گی۔ اِس وقت اگر تم لوگ اِس کو اُن کے حوالے کردو تو ذلیل و خوار ہوگے اور اگر اِس کا دفاع کروگے تو وہ لوگ تمہیں تہ تیغ کردیں گے۔

حضرت صفیہ رسول خدا ﷺ کی پھوپھی نے کہا کہ اے ابولہب تمہیں یہ بات زیب نہیں دیتی کہ تو اپنے بھتیجے کو بے یار و مددگار چھوڑ دے۔ بخدا! ہمیں اہل علم ہمیں آج تک یہ بتاتے رہیں ہیں کہ بنی عبدالمطلب کی اولاد سے ایک نبی ﷺ ظاہر ہوگا۔ بخدا یہ وہی نبی علیہ السلام ہے۔ ابولہب کہنے لگا کہ سب باتیں بے سر و پا اور خوش فہمیاں ہیں اور پردہ نشین عورتوں کی باتیں ہیں کہ جس وقت سارے قریش تمہارے خلاف کھڑے ہو جائیں گے اُس وقت تمہیں اپنی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

اِس کے بعد ابوطالب اُٹھے اور اُنہوں نے اعلان کردیا:

وَاللهِ لَنَمْنَعَنَّهٗ مَا بَقِيْنَا۔ (السیرۃ حلبیہ جلد اول صفحہ ۲۷۱ بمطابق ضیاء النبی جلد دوم صفحہ ۲۶۸ تا ۲۷۱)

ترجمہ: بخدا جب تک ہمارے جسم میں جان ہے ہم اِن کی حفاظت اور دفاع کریں گے۔

صفا کی چوٹی پر تشریف آوری

ان دو پہلے اجتماعات میں صرف عبدالمطلب کا خاندان مدعو تھا اور وہی لوگ شریک ہوئے تھے۔ اَب حضور علیہ السلام نے تیسرے اجتماع کا اہتمام فرمایا۔ امام بخاری نے ابوہریرہ سے امام مسلم نے امام قبیصہ بن المخارق سے اور بلاذری نے ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آیت کریمہ وَاَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَكَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ ﴿۲۱۴﴾ نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفا پہاڑ کی چوٹی پر تشریف لے گئے اور بلند آواز سے اعلان کیا یا صباحاہ ''میری فریاد سنو۔'' یا صباحا ''میری فریاد سنو۔'' عرب کے رواج کے مطابق لوگ اِس آواز پر دوڑتے ہوئے آتے تھے۔ چنانچہ جب سب لوگ اکٹھے ہو گئے تو آپ نے فرمایا:

اے لوگو! اگر میں تم سے کہوں کہ پہاڑ کی دوسری جانب سے ایک لشکر حملہ کرنے کے لیے تم پر بڑھتا چلا آ رہا ہے کیا تم میری بات تسلیم کرو گے؟ سب نے جواب دیا کہ تسلیم کریں گے آج تک آپ کی زبان سے کوئی ایسی بات نہیں سنی جو غلط ہو۔

(ضیاالنبی جلد دوم صفحہ ۲۷۰)

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے گروہ قریش آگ سے اپنے آپ کو بچاؤ کیونکہ میں تمہیں اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔ میں عذاب شدید سے پہلے تمہیں بروقت ڈرانے کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ اے کعب بن لوی کے بیٹو آگ سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اے مرہ بن کعب کے فرزندو آگ سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اے بنی ہاشم آگ سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اے بنی عبد مناف آگ سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اے بنی زہرہ آگ سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اے بنی عبدالمطلب آگ سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اے فاطمہ آگ سے اپنے آپ کو بچا۔ اے صفیہ آگ سے اپنے آپ کو بچا۔ میں اللہ تعالیٰ سے تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں مگر یہ کہ تم کہو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ۔ (السیرۃ حلبیہ جلد اول صفحہ ۲۷۱، بمطابق ضیاالنبی جلد دوم صفحہ ۲۷۱)

یہ سن کر ابولہب لعین (نعوذ باللہ) بولا: خدا اُسے برباد کرے کہ کیا اِسی لیے آج ہمیں جمع کیا تھا۔ اور اُس نے حضور علیہ السلام کی طرف اُنگلی اُٹھائی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رب نے اپنے محبوب کی گستاخی کو برداشت نہ کیا اور اُسی وقت سورۃ لہب نازل ہوئی۔ اے ابولہب تو نے ایک اُنگلی میرے محبوب کی گستاخی میں اُٹھائی تیرے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں تیرا مال اور جو تو نے کمایا سب تیرے کچھ کام نہ آئے اور تو دوزخ کی بڑھکتی آگ میں داخل ہو اور تیری بیوی (بھی ہلاک ہو)

اُس کے گلے میں مونجھ کی رسی ہو۔ اور اِسی طرح ہی ہوا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے فرزندان عبدالمطلب بخدا کوئی نوجوان اپنی قوم کے پاس اِس سے بہتر اور افضل چیز لے کر نہیں آیا جیسی میں تمہارے لیے لایا ہوں۔ میں تمہارے پاس دنیا و آخرت کی فوز و فلاح لے کر آیا ہوں۔

اِس کے بعد یہ آیت شریف نازل ہوئی:

فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ﴿۹۴﴾ (الحجر، آیت: ۹۴)

ترجمہ: اے میرے پیارے حبیب حق کو کھول کر بیان کیجئے اور مشرکوں سے منہ پھیر لیجئے۔
یعنی کسی کی پرواہ نہ کیجئے۔میری تائید اور میری مدد آپ کے ساتھ رہے گی۔

کھلی دعوت

اَب دعوت کا تیسرا دور ہے۔دعوت کا دائرہ رشتہ داروں سے بڑھا کر سب انسانوں تک کر دیا۔حضور اکرم ﷺ نے برملا اللہ تعالیٰ کا اعلان سب تک پہنچانے کے لیے کام شروع فرما دیا۔مختلف قبائل کی اہم شخصیتیں ایمان لانے لگیں اور آپ کا پیغام دور دور تک پھیلنے لگا۔

رؤوسا قریش کی آمد

کفارمکہ نے دیکھا کہ یہ تو آپ کا کام بڑھتا ہی جا رہا ہے اگر بروقت اِس کو نہ روکا گیا تو اِن کے بتوں کو لوگ فراموش کر دیں گے اور کوئی اِن کے پاس نہیں آئے گا اور نہ ہی کوئی نذرانے اکٹھے ہوسکیں گے اور پھر اِن کی سب وقعت ختم ہو جائے گی اور اِن کو کوئی بھی نہیں پوچھے گا۔

اُن بے وقوفوں نے یہ نہ خیال کیا کہ اِن کی عزت ہماری عزت ہے اِن کا غلبہ ہمارا غلبہ ہے اگر یہ پوری دنیا پر چھا جاتے ہیں تو ہم اِن ہی کی وجہ سے پہچانے جائیں گے۔

اُنہوں نے یہ نہ خیال کیا کہ کیا ہی اچھا پیغام لے کر آپ ﷺ تشریف لائے ہیں۔

اور کیا ہی اچھی باتیں ہیں جو یہ فرما رہے ہیں اے کاش وہ ہمارے نبی پاک ﷺ کو اِتنی تکلیفیں نہ دیتے۔آپ کی آواز پر لبیک کہتے۔وہ آپ ﷺ کی مدد کرتے۔

اُنہوں نے آپ ﷺ کے قلب نازک کو کتنی تکلیف دی۔آپ ﷺ نے اُن کی بھلائی چاہی لیکن اُنہوں نے اندھے تعصب اور غرور میں آپ ﷺ کا اِنکار کیا اور کون سا ستم نہیں تھا جو اُنہوں نے آپ ﷺ پر روا نہ رکھا۔

اللہ کے ایک بندہ نے ایک خواب میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی کہ آپ ایک چھوٹی سی پہاڑی پر اپنے چند صحابہ کے ہمراہ تشریف فرما ہیں اور سامنے کفار کا بہت بڑا لشکر ہاتھوں میں نیزے لیے ہوئے ہے۔

اچانک حضور نبی کریم ﷺ اپنی جگہ سے ہوا میں پرواز فرماتے ہوئے کفار کے سروں پر معلق ہو جاتے ہیں۔کفار اپنے نیزوں سے حضور ﷺ کو مارنا چاہتے ہیں لیکن آپ علیہ السلام کے چہرہ مبارک پر اُن سب کے لیے شفقت ہے کہ اُن میں

سے کوئی یا اُن کی اولادوں سے ہی کوئی مسلمان ہو جائے۔ 

اَب کفار نے منصوبہ بندی سے آپ ﷺ کی تبلیغ کو روکنے کا پروگرام بنایا۔

اَب اِن کے روساء میں سے لوگ آپ ﷺ کے چچا ابوطالب کے پاس گئے اور اِن کو کہا کہ آپ کا بھتیجا ہمارے خداؤں کو بُرا بھلا کہتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ آپ اِسے روک لیں یا درمیان سے ہٹ جائیں۔ حضرت ابو طالب نے اُن کو بڑی خوبصورتی سے ٹال دیا۔

لیکن حضور نبی کریم ﷺ حسبِ سابق اپنے خوبصورت انداز میں تبلیغ فرماتے رہے۔

روؤساء قریش کی دوبارہ آمد

کچھ عرصہ بعد پھر کفار مکہ کے روساء کا وفد حضرت ابوطالب کے پاس گیا اور بڑے درشت لہجے میں آپ سے بات کی کہ یا تو آپ اِنہیں خود روک لیں ورنہ ہم آپ سب کے خلاف اعلان جنگ کر دیں گے یہاں تک کہ کوئی فیصلہ نہ ہو جائے۔

حضور علیہ السلام سے بات چیت

حضرت ابو طالب کے دِل پر اس کا بہت اثر ہوا اور اُن کے الفاظ سے آپ کو بہت تکلیف پہنچی۔ آپ نے حضور نبی کریم ﷺ سے اِن کی دھمکیوں کے بارے میں بات کی اور عرض کی کہ اے میری جان مجھ پر بھی اور اپنے آپ پر بھی رحم کریں اور مجھ پر ایسا بوجھ نہ ڈالیں جسے میں نہیں اٹھا سکتا۔

حضور ﷺ کا جواب

آپ ﷺ بڑے اطمینان سے آپ کی گفتگو سنتے رہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

يَا عَمِّ وَاللهِ لَوْ وَضَعُوا الشَّمْسَ فِي يَمِيْنِي وَالْقَمَرَ فِي يَسَارِيْ عَلَى اَنْ اَتْرُكَ هٰذَا الامْرَ حَتّٰى يُظْهِرَهُ اللهُ اَوْ اَهْلَكَ فِيْهِ مَا تَرَكْتَهُ۔

(السیرۃ النبویہ ابن ہشام جلد اول صفحہ ۲۷۸، بمطابق ضیاء النبی پیر کرم شاہ صاحب الازہری جلد دوم صفحہ ۲۷۵، السرۃ النبویہ ابن کثیر جلد اول صفحہ ۴۷۴)

ترجمہ: اے میرے چچا! اگر وہ سورج کو میرے دائیں ہاتھ میں رکھ دیں اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ میں رکھ دیں اور یہ چاہیں کہ میں دعوت حق ترک کر دوں تو ایسا ناممکن ہے یا تو اللہ تعالیٰ اِس دین کو غلبہ دے گا یا میں اِس کے لیے اپنی جان دے دوں گا۔ اِس وقت تک میں اِس کام کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں۔

حضور ﷺ آبدیدہ ہو گئے اور آپ ﷺ کے آنسو چھلک پڑے اور آپ ﷺ اُٹھ کر چل دیے۔

چچا نے پیچھے سے بلایا۔ اے میری جان کی جان! کہاں جاتے ہو۔ آپ ﷺ واپس تشریف لائے تو حضرت ابو طالب نے عرض کی:

اِذْهَبْ يَا اِبْنَ اَخِيْ وَقُلْ مَا اجبت فَوَ اللهِ مَا لَا اُسَلِّمُكَ لِشَيْ اَبَدًا ۔

ترجمہ: اے میرے بھتیجے آپ کا جو جی چاہے کیجئے۔ خدا کی قسم میں آپ کو کسی قیمت پر کفار کے حوالے نہیں کروں گا۔

اور چند شعر کہے جن میں ایک کا ترجمہ یہ ہے:

ترجمہ: بخدا یہ سارے مل کر بھی آپ تک نہیں پہنچ سکتے جب تک مجھے مٹی میں دفن نہ کر دیا جائے۔

اور ایک اور موقع پر آپ نے جو اشعار فرمائے اُن میں سے ایک کا مطلب یہ ہے:

ترجمہ: کہ ہماری لاشیں آپ کے اِرد گرد گری ہوئی ہوں گی اور ہماری لاشوں کے اوپر سے گزر کر ہی وہ آپ تک پہنچ سکیں گے۔

اہلِ مکہ کی چال

اب اہل مکہ نے ایک اور چال چلی ولید بن مغیرہ کا خوبرو جوان بیٹا تھا۔ اُس کا نام عمارہ تھا۔ اُنہوں نے حضرت ابو طالب کو کہا کہ آپ ہمارے اس جوان اور تندرست توانا خوبصورت بیٹے کو لے لیں۔ یہ ہر جگہ آپ کے کام آئے گا ہمارا اِس سے تعلق ختم!

اور اِس کے بدلے میں آپ ہمیں اپنا بیٹا یعنی حضور نبی کریم ﷺ عطا کر دیں تا کہ ہم اِن کا قصہ ہی پاک کر دیں اور جو ہماری قوم میں پھوٹ پڑ گئی ہے وہ ختم ہو جائے۔

آپ نے فرمایا بخدا! تم میرے ساتھ بہت بُرا سودا کر رہے ہو۔

وَاللهِ لَبِئْسَ مَا تَسُوْمُوْنِيْ اَتُعْطُوْنِيْ اِبْنَكُمْ اَغْذُوْهُ لَكُمْ وَ اُعْطِيْكُمْ اِبْنِيْ تَقْتُلُوْنَهٗ هٰذَا وَاللهِ مَا لَا يَكُوْنُ اَبَدًا۔ (السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد اول صفحہ ۴۷۲، بمطابق ضیاء النبی جلد دوم صفحہ ۲۷۶)

ترجمہ: بخدا! تم میرے ساتھ بہت بُرا سودا کر رہے ہو مجھے تو اپنا بیٹا دے رہے ہو کہ اِس کی خاطر مدارت کروں اور اِس کی پرورش کروں اور اِس کے بدلے میرا بیٹا لینا چاہتے ہو تا کہ تم اِس کو قتل کر دو۔ بخدا ایسا ہر گز نہ ہو گا۔

حضرت ابو طالب کے اشعار

اِس طرح دن بدن کفار مکہ کے ساتھ کشیدگی میں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا نبی پاک ﷺ کے کئی قریبی رشتہ دار بھی آپ ﷺ کی مخالفت میں پیش پیش تھے۔ حضرت ابو طالب نے چند شعر کہے جن میں آپ نے اپنے دو سگے بھائیوں اور عبد الشمس اور نوفل کا ذکر کیا۔ کہ اُنہوں نے ہمیں دہکتے انگارے کی طرح دور پھینک دیا ہے۔ پھر آپ نے کچھ اور شعر فرمائے جن میں سے کچھ حاضر

خدمت میں:

كَذَبْتُمْ وَ بَيْتِ اللهِ نبزِى مُحَمَّدً
وَ لَمَّا نُطَاعِن دونَهٗ وَ نُنَاضِل

ترجمہ: خانہ خدا کی قسم تم نے جھوٹ بولا ہے کہ ہم محمدؐ کو چھوڑ دیں گے جب تک اِن کا دفاع کرتے ہوئے نیزوں اور تیروں سے تم پر حملہ آور نہیں ہوں گے۔

وَ نُسْلِمُهٗ حتی نصَرَّعَ حولَهٗ
وَ نُذْهَلَ عَنْ ابْنَاءِنا وَ الحَلَائِلِ

ترجمہ: اور ہم اِسے تمہارے حوالے کر دیں گے کہ اِس سے پیشتر ہمارے لاشے اِس کے اردگرد خاک آلود پڑے ہوں اور ہم اپنے بچوں اور ن اپنی بیویوں کو بھی فراموش کر چکے ہوں۔

وَ ابْيَضُ يُسْتَسْقِ الغَمَامُ بِوَجْهِهٖ
ثِمَالُ اليتمٰی و عصمته لِلاَرَامِلِ

ترجمہ: میرا بھتیجا گوری رنگت والا ہے۔جس کے چہرے کی برکت سے بارش طلب کی جاتی ہے۔وہ یتیموں کی پناہ گاہ اور بیواؤں کی ناموس کا محافظ ہے۔

بنو ہاشم اور بنو مطلب کے جملہ افراد نے آپس میں وعدہ کیا کہ وہ حضور ﷺ کو تنہا نہیں چھوڑیں گے بلکہ وہ اِن پر اپنی جان نچھاور کر دیں گے۔سوائے ابولہب و ابوجہل کے۔سب لوگوں نے حضور ﷺ کا ساتھ دینے کا وعدہ کر لیا لیکن ابولہب و ابوجہل نے حضور ﷺ کی مخالفت پر کمر کس لی۔(ضیاء النبی، جلد:۲،صفحہ ۲۷۸،۲۷۹،السیرۃ النبویہ ابن ہشام،صفحہ ۲۹۰،۲۹۱)

عتبہ بن ربیعہ

ایک دن حضور نبی کریم ﷺ کعبہ شریف کے صحن کے ایک کونے میں بیٹھے مصروف عبادت تھے کہ کفار مکہ جو ایک طرف اپنی محفل لگائے بیٹھے تھے، میں سے عتبہ بن ربیعہ جو کہ قریش کے بڑے لوگوں میں سے تھا۔ کہنے لگا اگر تم مجھے اجازت دو تو میں محمد (فدا امی و ابی و روحی) سے بات کرتا ہوں۔

وہ آنحضرت ﷺ کے پاس گیا اور کہنے لگے: اے میرے بھتیجے میرے پاس چند تجاویز ہیں اگر آپ اجازت دیں تو آپ کے سامنے پیش کروں۔حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: پیش کرو!

عتبہ نے کہا کہ اے میرے بھتیجے!

۱۔ اگر آپ کا مقصد اپنے کام سے مال جمع کرنا ہے تو ہم آپ کے آگے دولت کے انبار لگا دیتے ہیں۔

۲- اگر آپ کا مقصد اپنے کام سے یہ ہے کہ آپ بادشاہ بن جائیں تو ہم آپ کو بادشاہ تسلیم کرتے ہیں۔

۳- اگر آپ کا مقصد سرداری ہے تو ہم آپ کو سردار تسلیم کر لیتے ہیں اور آپ کا ہر حکم مانیں گے۔

۴- اگر آپ پر جن کا اثر ہے تو ہم آپ کا علاج کرواتے ہیں جتنا روپیہ پیسا لگتا ہے کہ ہم لگا دیں گے۔

حضور نبی کریم ﷺ خاموشی سے سنتے رہے وہ کہتا رہا جب وہ خاموش ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابا ولید! تم نے اپنی بات پوری کر لی۔

قَدْ فَرَغْتَ يَا اَبَا الْوَلِيْدِ

اُس نے کہا ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: اب میرا جواب سُن! اُس نے عرض کی فرمائیے میں سنتا ہوں۔

وقال بسم اللہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ۞ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۞ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۞ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۞ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ۞ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۗ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۞ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۞ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۞ قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ۗ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۞ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ۗ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ ۞ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ۗ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ۞ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ۗ وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖ وَحِفْظًا ۗ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۞ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ۞ اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۗ قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۞ فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ۗ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۗ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ۞ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۗ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ۞ وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ

47

صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝١٧ وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝١٨
وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ۝١٩ حَتّٰۤى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ
سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝٢٠ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ
عَلَيْنَا ؕ قَالُوْۤا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْۤ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ
تُرْجَعُوْنَ ۝٢١ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَاۤ اَبْصَارُكُمْ وَلَا
جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝٢٢ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ
ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝٢٣ فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى
لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ۝٢٤ وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ
اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ
وَالْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ۝٢٥ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا
فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ۝٢٦ فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ
الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝٢٧ ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ ؕ جَزَآءًۢ بِمَا
كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ۝٢٨ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَاۤ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ
نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ۝٢٩ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ
اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ
تُوْعَدُوْنَ ۝٣٠ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْۤ
اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝٣١ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ۝٣٢ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَاۤ
اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝٣٣ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ؕ
اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ۝٣٤ وَمَا يُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا
الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ۝٣٥ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ
فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝٣٦ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ؕ
لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝٣٧
فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْئَمُوْنَ ۝٣٨ السجدة

آپ نے سورۃ حمٓ السجدہ کی آیتیں سجدہ تلاوت تک تلاوت کیں۔

ترجمہ: حٰمٓ۔ یہ کتاب خدائے رحمٰن و رحیم کی طرف سے اُتری ہے ایسی کتاب جس کی آیتیں واضح المعانی ہیں یعنی

قرآن عربی اُن لوگوں کے لیے جو سمجھ رکھتے ہیں جو بشارت بھی سناتا ہے اور خوف بھی دلاتا ہے لیکن اُن میں سے اکثروں نے مُنہ پھیر لیا ہے اور وہ سمجھتے ہی نہیں اور کہتے ہیں جس چیز کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اُس سے ہمارے دل پردے میں ہیں اور کہتے ہیں ہمارے کانوں میں بوجھ (بہرہ پن) ہے اور ہمارے اور تمہارے درمیان پردہ ہے تم اپنا کام کرو۔ ہم اپنا کام کرتے ہیں آپ فرما دیں کہ میں بھی تمہارے جیسا اادمی ہوں مگر مُجھ پر وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود خدائے واحد ہے تو سیدھے اُسکی طرف متوجہ رہو اور اُسی سے مغفرت مانگو اور مشرکین پر افسوس ہے جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت کے بھی قائل نہیں۔ جو لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کرتے رہے اُن کے لیے ایسا ثواب ہے جو ختم ہی نہ ہو۔ آپ فرمائیں کیا تم اُس سے انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا کیا اور بتوں کو اُس کا مد مقابل بناتے ہو۔ وہی تو سارے جہان کا مالک ہے اور اُسی نے زمین کے اوپر پہاڑ بنائے اور زمین میں برکت رکھی اور اُس نے اس میں سامان معیشت مقرر کیا تمام طلبگاروں کے لیے یکساں یہ سب کچھ چار دنوں میں کیا۔ پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ دھواں تھا۔ اُس نے اُس سے اور زمین سے فرمایا دونوں آؤ۔ خواہ خوشی سے خواہ ناخوشی سے۔ اُنہوں نے کہا ہم خوشی سے آتے ہیں پھر دو دن میں سات آسمان بنائے اور ہر آسمان میں اُس (کے) کام کا حکم بھیجا اور ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں سے مزین کیا اور (شیطانوں سے) محفوظ رکھا۔ یہ زبردست اور خبردار کے مقرر کیے ہوئے اندازے ہیں۔ پھر اگر یہ منہ پھیر لیں تو آپ فرما دیں کہ میں تمہیں ایسے چنگھاڑ کے عذاب سے آگاہ کرتا ہوں کہ جیسے عاد اور ثمود پر چنگھاڑ کا عذاب آیا تھا جب اُن کے پاس پیغمبر اُن کے آگے اور پیچھے سے آئے کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو کہنے لگے کہ ہمارا پروردگار چاہتا تو فرشتے اُتار دیتا سو جو تم دے کر بھیجے گئے ہو ہم اِس کو نہیں مانتے۔ جو عاد تھے وہ ناحق زمین میں غرور کرنے لگے اور کہنے لگے ہم سے بڑھ کر قوت میں کون ہے۔ کیا اُنہوں نے نہیں دیکھا کہ خدا جس نے اُن کو پیدا کیا اُن میں قوت سے بہت بڑھ کر ہے اور وہ ہماری آیتوں سے انکار کرتے رہے اور ہم نے اُن پر نحوست کے دنوں میں زور کی ہوا چلائی تاکہ اُن کو دنیا کی زندگی میں ذلت کے عذاب کا مزہ چکھا دیں اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی ذلیل کرنے والا ہے اور اُس روز اُن کو مدد بھی نہیں ملے گی۔ اور جو ثمود تھے ہم نے اُن کو سیدھا رستہ دکھا دیا تھا اور اُنہوں نے ہدایت کے بدلہ میں اندھا رہنا پسند کیا تو اُن کے اعمال کی سزا میں کڑک نے اُن کو آپکڑا اور وہ ذِلت کا عذاب تھا۔ اور جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے رہے ہم نے اُن کو بچالیا اور جس دن خدا کے دشمن دوزخ کی طرف بلائے جائیں گے یہاں تک کہ جب اُس کے پاس پہنچ جائیں گے تو اُن کے کان اور آنکھیں اور چمڑے (یعنی دوسرے اعضا) اُن

کے خلاف اعمال کی شہادت دیں گے وہ اپنے چمڑوں (یعنی اعضاء) سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں شہادت دی وہ کہیں گے کہ جس خدا نے سب چیزوں کو گویائی دی اُسی نے ہم کو بھی گویائی دی اور اُسی نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا اور اُسی کی طرف تم کو لوٹ کر جانا ہے اور تم لوگ اِس چیز سے تو پردہ نہیں کرتے تھے کہ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہارے چمڑے (یعنی دوسرے اعضاء) تمہارے خلاف گواہی دیں گے بلکہ تم یہ خیال کرتے تھے کہ خدا کو تمہارے بہت سے اعمال کی خبر ہی نہیں۔ اور اِسی خیال نے جو تم خدا کے بارے میں رکھتے تھے تم کو ہلاک کر دیا تو تم خسارہ پانے والوں میں ہو گئے پھر اگر یہ جبر کریں گے تو اِن کا ٹھکانا دوزخ ہے اور اگر یہ توبہ کریں گے تو اِن کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔ اور ہم نے شیطانوں کو اُن کا ہمنشین مقرر کر دیا تھا تو اُنہوں نے اُن کو اُن کے اگلے اور پچھلے اعمال آراستہ کر دکھائے تھے اور جنات اور اِنسانوں کی جماعتیں جو اِن سے پہلے گزر چکیں ان پر بھی خدا کے عذاب کا وعدہ پورا ہو گیا بے شک یہ نقصان اٹھانے والے ہیں اور کافر کہنے لگے کہ اِس قرآن کو سنا ہی نہ کرو اور جب یہ پڑھنے لگیں تو شور مچا دیا کرو تاکہ تم غالب رہو تو ہم بھی کافروں کو سخت عذاب کے مزے چکھائیں گے اور اُن کے بُرے عملوں کی جو وہ کرتے تھے سزا دیں گے یہ خدا کے دشمنوں کا بدلہ (دوزخ) آگ ہے۔ اُن کے لیے اِسی میں ہمیشہ کا گھر ہے یہ اِس کی سزا ہے کہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے اور کافر کہیں گے اے ہمارے پروردگار جنوں اور انسانوں میں سے جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا اُنہیں ہمیں دکھا تاکہ ہم اُن کو پاؤں تلے روند ڈالیں تاکہ وہ نہایت ذلیل ہوں۔ جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار خدا ہے پھر وہ اُس پر قائم رہے اُن پر فرشتے اُتریں گے اور کہیں گے کہ نہ خوف کرو اور نہ غمناک ہو اور بہشت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا خوشی مناؤ ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے دوست تھے اور آخرت کی زندگی میں بھی تمہارے دوست ہیں اور اِس جنت میں تمہارا جو جی چاہے وہ نعمت تم کو ملے گی اور جو چیز طلب کرو گے وہ تمہارے لیے آموجود ہو گی یہ بخشنے والے مہربان کی طرف سے مہمانی ہے۔ اور اُس شخص سے بات کا اچھا کون ہو سکتا ہے جو خدا کی طرف بلائے اور عمل نیک کرے اور کہے کہ میں مسلمان ہوں اور بھلائی اور بُرائی دونوں برابر نہیں ہو سکتی۔ تو برائی کو اچھائی کے ساتھ دور کرو۔ تو ایسے طریقے سے آپ دیکھیں گے کہ جس میں اور تم میں دشمنی تھی وہ تمہارا گرم جوش دوست بن جائے گا اور یہ بات اُن لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو صبر کرتے ہیں اور یہ بات اُن لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جن کی بہت ہی اونچی قسمت ہے۔ اور جب تمہیں شیطان کی جانب سے وسوسہ ہو تو خدا کی پناہ مانگ لیا کرو بے شک وہ سنتا اور جانتا ہے اور رات اور دن اور سورج اور چاند اُس کی نشانیوں سے ہیں تم لوگ نہ تو سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو بلکہ خدا ہی کو سجدہ کرو جس

نے اِن چیزوں کو پیدا کیا اگر تم کو اُس کی عبادت منظور ہے اور اگر یہ لوگ سرکشی کریں (تو خدا کو اِن کی پرواہ نہیں) اور جو (فرشتے) تمہارے پروردگار کے پاس ہیں وہ رات دن اُس کی تسبیح بیان کرتے رہتے ہیں اور تھکتے ہی نہیں۔ (ترجمہ مولانا فتح محمد خاں صاحب تاج کمپنی صفحہ ۷۷۴ تا۷۸۱)

یہ سارا کلام عتبہ دم بخود ہو کر دونوں ہاتھوں سے پیچھے ٹیک لگا کر سنتا رہا۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ نے سجدہ تلاوت فرمایا۔ اور پھر عتبہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

قَدْ سَمِعْتَ يَا اَبَا الْوَلِيْدِ مَا سَمِعْتَ فَاَنْتَ وَذَاكَ۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد دوم صفحہ ۴۴۹، بمطابق ضیاء النبی جلد دوم صفحہ ۲۸۲)

ترجمہ: جو تجھے سننا چاہیے تھا وہ تم نے سن لیا اب تم جانو اور تمہارا کام۔

اب جو عتبہ وہاں سے واپس چل کر واپس ساتھیوں کی طرف آرہا تھا تو اُس کی بدلی ہوئی شکل دیکھ کر ہی اُس کے ساتھی سمجھ گئے اُس نے کہا کہ میرے ساتھیو میری مانو! تو اُن کو اُن کے حال پر چھوڑ دو۔ بخدا میں نے ایسا کلام سنا ہے نہ وہ جادو ہے نہ کہانی۔ بخدا اِس کا بہت بڑا نتیجہ نکلنے والا ہے اگر وہ پورے عرب پر غالب آ گیا تو اِس میں تمہاری ہی عزت ہے اور اگر دوسرے قبائل اِس کا خاتمہ کر دیں تو تمہارا مطلب خود ہی حل ہو گیا۔

اِس کے ساتھی چیخ اُٹھے کہ اُن کی زبان کا جادو تم پر چل گیا عتبہ نے کہا میں نے تمہیں اپنا خیال بتا دیا۔ تمہاری جو مرضی آگے وہ کرو اور وہ اُٹھ کر گھر چلا گیا اور کئی روز تک اپنے قریشی ساتھیوں سے بالکل ملاقات نہ کی اور نہ ہی وہ گھر سے نکلتا تھا کئی روز جب اُس کی یہ حالت رہی تو ابوجہل اپنے ساتھیوں کو لے کر اُس کے پاس گیا اور اِس طرح کی طعن امیز باتیں کیں کہ اُس کی رگِ حمیت بھڑک اُٹھی اُس نے کہا محمد (ﷺ) کے لذیذ کھانے کھا کر تو اُن کا گرویدہ ہو گیا ہے اور اُن کا جادو اثر کلام سن کر تو نے اپنا آبائی مذہب تبدیل کر لیا ہے غرض یہ کہ اُنہوں نے عتبہ کو غضب ناک کر دیا اور اُس نے اعلان کر دیا اب وہ محمد (ﷺ) سے کبھی بات نہیں کرے گا کفر کی نحوست نے اُس کی عقل سلیم کو مسخر کر دیا۔

قرآن پاک کا اعجاز

یہ تھا قرآن کریم کا اعجاز کہ اُس نے ہر دل کو مسخر کیا ہر ہر قبیلہ میں سے کوئی نہ کوئی مسلمان ہو گیا۔

اگر کوئی کمزور بندہ مسلمان ہوتا تو سب لوگ اُس کے درپے ہو جاتے اور اگر کوئی طاقتور مسلمان ہوتا تو اندر ہی اندر پیچ تاب کھاتے رہتے۔

ابوجہل کی کوشش

اس واقعہ کے چند دنوں کے بعد پھر ابوجہل نے چند چیدہ چیدہ سرداروں کے ساتھ حضور نبی کریم ﷺ سے عتبہ جیسی گفتگو فرمائی جس کے جواب میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''نہ مجھے مال و دولت کی خواہش ہے نہ ہی عزت وسیادت کی اور نہ ہی تخت وتاج سلطانی کی میری خواہش ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا رسول بنا کرتمہاری طرف بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ تمہیں اُس کی رحمت کا مژدہ سناؤں اور اُس کے عذاب سے ڈراؤں۔میں نے اپنے رب کے پیغامات تمہیں پہنچا دیے ہیں اور اپنی طرف سے تمہاری خیرخواہی کا حق ادا کر دیا ہے جو دعوت حق لے کر آیا ہوں اُس کو قبول کرلو گے تو دنیا و آخرت میں تم سعادت مند ہو گے اور اگر مسترد کر دو گے تو پھر بھی صبر کروں گا کہ یہاں تک میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ فیصلہ فرما دے۔'' (ضیاالنبی جلد دوم صفحہ ۲۸۵، پیر کرم شاہ صاحب)

آپ ﷺ کے اِس فیصلہ کن جواب کے بعد وہ لاف زنیوں پر اُتر آئے اور مختلف قسم کی بے معنی باتیں کیں۔جس کا جواب اللہ تعالیٰ نے سورۃ اسراء میں اپنی آیتوں میں دیا۔

قرآن پاک کا جواب

ترجمہ: اور کفار نے کہا کہ ہم آپ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک آپ زمین سے ایک چشمہ جاری نہ کر دیں۔ یا آپ کے لیے ایک کھجوروں اور انگوروں کا باغ لگ کر نہ تیار ہو جائے یا پھر آپ اِس باغ میں ہر طرف ندیاں نہ جاری کر دیں یا پھر آپ آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہم پر نہ گرا دیں یا پھر آپ اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کو بے نقاب کر کے ہمارے سامنے نہ لے آئیں یا تعمیر ہو جائے آپ کے لیے ایک سونے کا گھر! یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں بلکہ ہم اِس پر بھی ایمان نہیں لائیں گے کہ آپ آسمان پر چڑھیں اور یہاں تک کہ آپ اُتاریں وہاں سے ایک کتاب جسے ہم پڑھیں۔آپ فرما دیں میرا رب ہر عیب سے پاک ہے اور میں کون ہوں مگر اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ایک آدمی۔(ترجمہ سورہٗ اسرا)

پھر اُنہوں نے کہا کہ ہمیں پتہ ہے یمامہ کا ایک شخص جس کا نام رحمان ہے آپ کو سکھاتا ہے۔کفار کی ان باتوں سے حضور اکرم ﷺ کے قلب نازک کو بہت تکلیف پہنچی آپ ﷺ وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور گھر کی طرف چل دیے۔

عبداللہ بن امیہ بن مغیرہ جو آپ کی پھوپھی عاتکہ بن عبدالمطلب کا بیٹا تھا وہ بھی ساتھ ہولیا وہ کہنے لگا کہ میری قوم نے آپ کے سامنے بہت سی تجویزیں رکھیں لیکن آپ نے کسی کو بھی نہیں مانا اب تو میں آپ پر کبھی بھی ایمان نہیں لاؤں گا۔

ابوجہل کی بدتمیزی

نبی کریم ﷺ کے چلے جانے کے بعد ابوجہل اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کل میں جب آپ نماز میں سجدہ میں جائیں گے تو ایک بہت بھاری پتھر مار کر (نعوذ باللہ) اِن کا سر کچل دوں گا پھر چاہے تم میرا دفاع کرنا یا پھر اُن کے حوالے کر دینا سب نے اُسے یقین دلایا کہ ابوالحکم ہم تمہارے ساتھ ہیں اور تمہارا دفاع کریں گے۔

دوسرے روز ابوجہل (ابوالحکم) ایک بہت بھاری پتھر ڈھونڈ کر لایا اور ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا جب نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور نماز پڑھنے لگے اور سجدہ میں گئے تو یکبارگی اُٹھا اور پتھر لے کر جونہی آپ کے پاس آیا تو اُلٹے قدم بھاگا سب ساتھیوں نے کہا ابوالحکم تمہیں کیا ہوگیا۔ اُس نے کہا جب میں پتھر لے کر آپ کو مارنے کے لیے آپ کے پاس پہنچا تو ایک بہت ہی موٹا تازہ اونٹ موٹی گردن والا مجھے کھانے کے لیے میری طرف لپکا۔ اگر میں ذرا سا بھی آگے ہوتا تو وہ مجھے کھا جاتا۔

کفارِ مکہ کی ایک اور چال

اس کے کچھ عرصہ بعد کفار نے ایک اور چال چلی کہ ایک وفد کی شکل میں پھر آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے بڑی پیاری تجویز ہمیں سوجھی ہے اگر آپ اِس پر عمل کریں تو آپ کا بھلا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہو!

وہ کہنے لگے کہ آپ ایک سال ہمارے بتوں کی پرستش کریں اور پھر ایک سال ہم آپ کے خدا کی پرستش کریں گے۔

اِس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر سورۃ الکافرون نازل فرمائی۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱﴾ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲﴾ وَ لَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ﴿۳﴾ وَ لَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ﴿۴﴾ وَ لَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ﴿۵﴾ لَكُمْ دِیْنُكُمْ وَلِیَ دِیْنِ ﴿۶﴾

ترجمہ: آپ فرما دیں اے کافرو میں پرستش نہیں کرتا اِن بتوں کی جن کی تم پرستش کرتے ہو اور نہ ہی تم عبادت کرنے والے ہو اِس خدا کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں اور نہ میں کبھی عبادت کرنے والا ہوں جن کی تم پوجا کرتے ہو اور نہ تم عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کیا کرتا ہوں۔ تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین۔ (سورۃ الکافرون)

قرآن پاک کا چھپ چھپ کر سننا

باوجود اِن سب باتوں کے قریش کے بڑے بڑے رؤسا چھپ چھپ کر قرآن سنتے تھے وہ لوگ اِس کی اثر آفرینی کے بھی قائل تھے لیکن اُن کے اندر کے عناد، بغض اور حسد نے اُن کو اِس پر ایمان لانے سے روکا ہوا تھا۔

کفار کی عجیب فرمائش

ایک دن اِن لوگوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے کہا کہ آپ صفا کی پہاڑی کو سونا بنا دیں اور اِن پہاڑوں کو پیچھے کر دیں تا کہ ہم کھیتی باڑی کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریئل علیہ السلام کو آپ پر نازل فرمایا۔

امام احمد نسائی حاکم اور ضیاء نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے آپ نے کہا اہل مکہ نے اللہ کے پیارے رسول ﷺ سے مطالبہ کیا کہ صفا کی پہاڑی کو سونا بنا دیا جائے اور پہاڑوں کو دور ہٹا دیا جائے تا کہ کھلے میدانوں میں وہ زراعت کر سکیں جبریل امین حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ آپ کا پروردگار آپ کو سلام دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو صفا کی پہاڑی سونا بن جائے اِس کے بعد اگر کسی نے کفر کیا تو میں انہیں ایسے المناک عذاب میں مبتلا کروں گا جس میں آج تک کسی کو مبتلا نہ کیا ہو اور اگر آپ کی مرضی ہو تو میں اِن کے لیے توبہ اور رحمت کا دروازہ کُھلا رکھوں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے کریم و رحیم خدا کی بارگاہ میں عرض کی کہ اے میرے پروردگار تیرے اِس بندے کی مرضی ہے کہ اِن کے لیے تو اپنی رحمت کا دروازہ کُھلا رکھے۔ (سبل الھدیٰ جلد دوم صفحہ ۴۵۸، سیرۃ النبویہ ابن کثیر صفحہ ۴۸۲، بمطابق ضیاالنبی جلد دوم صفحہ ۲۹۳)

نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی محیط

کفار مکہ نے نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی محیط کو نامزد کیا اور اُنہیں کہا کہ آپ یثرب جائیں اور وہاں کے علما احبار اور اہل کتاب سے پوچھیں کہ کیا یہ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں؟

چنانچہ جب یہ بڑی تکلیفوں کے بعد جب یثرب کے علماء جو اہل کتاب تھے کے پاس پہنچے اور اُن سے پوچھا تو اُنہوں نے کہا کہ آپ ایسا کریں کہ واپس جائیں اور حضور نبی کریم ﷺ سے تین سوالات پوچھیں اگر وہ اِن کے جوابات دے دیں تو وہ سچے نبی ہیں اور اگر جوابات نہ دیں تو پھر تم اُن کو سچا نبی نہ ماننا۔

تین سوالات

- پہلا سوال یہ تھا کہ وہ کون نوجوان تھے جنہوں نے ظالم بادشاہ کے خوف سے اپنا وطن چھوڑا تا کہ وہ اُنہیں کافر ہونے پر مجبور نہ کرے۔

 دوسرا سوال کہ وہ سیاحت کرنے والا شخص کون تھا جو زمین کے مشارق و مغارب تک پہنچا۔ 

❁ تیسرا سوال یہ تھا کہ روح کی حقیقت کیا ہے؟

جب یہ لوگ واپس مکہ پہنچے اور سب اہل مکہ کو بتایا کہ اب مسئلہ حل ہوگیا ہے یہ تین سوالات ہیں جو علماء یثرب نے ہمیں بتائے ہیں اگر اِن کے جوابات دے دیے گئے تو آپ سچے نبی ہیں۔ سب اہل مکہ اکٹھے ہو کر آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور آپ سے عرض کرنے لگے کہ اگر آپ ﷺ سچے نبی ہیں تو اِن سوالات کے جوابات بتائیے۔

آپ ﷺ نے اِن کا جواب نزول وحی کے بعد دینے کا بتایا۔ چنانچہ چند روز بعد (تین یا پندرہ روز) حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور سورہ کہف آپ پر نازل فرمائی اور سوالوں کے تفصیل سے جوابات دیے۔

پہلے سوال کا تفصیل سے اصحاب کہف کا واقعہ ارشاد فرما دیا۔ دوسرے سوال کا ذوالقرنین بادشاہ کا ذکر تفصیل سے فرما دیا اور تیسرے سوال کے جواب میں صرف یہ فرمایا کہ

قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۸۵﴾ (الاسراء، آیت: ۸۵)

ترجمہ: آپ فرما دیں روح میرے رب کا ایک حکم ہے اور تم لوگوں کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔

باوجود کہ اِن کافروں کو ان کے سوالات کے سیر حاصل جوابات مل گئے لیکن اِن کی ہٹ دھرمی نے پھر بھی اِن کو ایمان لانے سے باز رکھا۔

حضور نبی کریم ﷺ پر مظالم کی انتہا

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَقَدْ اُوْذِیْتُ فِی اللهِ وَ مَا یُؤْذَیٰ اَحَدٌ وَ اُخِفْتُ فِی اللهِ وَ مَا یَخَاف اَحَدٌ وَ لَقَدْ اَتَتْ عَلَیَّ ثَلَاثُوْنَ مِنْ بَیْنِ یَوْمٍ وَ لَیْلَةٍ وَ مَالِی وَلِبَلَالٍ مَا یَأْکُلُهٗ ذُوْ کَبَدٍ اِلَّا ما یُوَارِیْ اِبْطُ قلیل

(اخرجه الترمذی قال حَسَنٌ صحیح)

ترجمہ: مجھے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اِتنی اذیت دی گئی کہ وہ کسی کو نہیں دی گئی اور اللہ کی راہ میں مجھے اِتنا خوفزدہ کیا گیا جتنا کسی اور کو نہیں کیا گیا مجھ پر تیس دن اور تیس راتیں ایسی بھی گذری ہیں کہ میرے لیے اور بلال کے لیے کھانے کے لیے کوئی ایسی چیز موجود نہ تھی کہ جسے کوئی جاندار کھا سکے۔ مگر قلیل مقدار۔

اور ایک اور حدیث پاک ہے جس کا مفہوم یہ ہے:

''دنیا میں سب سے زیادہ مصیبتیں اور تکلیفیں انبیاء اکرام پر آتی ہیں اور انبیاء میں سے مجھ پر سب سے زیادہ تکلیفیں اور مصیبتیں آئی ہیں اور پھر ان لوگوں پر جو کوئی جتنا جتنا اُن کے مثل یعنی نزدیک ہوا۔''

اور آپ کو خاص کر کفار مکہ نے اتنی تکلیفیں اور مصیبتیں پہنچائی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل کو سہارا دینے کے لیے فرمایا:

اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ﴿٩٥﴾ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿٩٦﴾

(الحجر، آیت: ۹۵،۹۶)

ترجمہ: ہم کافی ہیں آپ کو مذاق اُڑانے والوں کے شر سے بچانے کے لیے جو بناتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور شریک یہ ابھی جان لیں گے۔

یہ آیات خاص کر اِن پانچ لوگوں کے متعلق ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل، حرث بن قیس، اسود بن عبد یعوث اور اسود بن مطلب کے متعلق آئیں جو ہر وقت آپ سے مذاق اور آپ کو تنگ کیا کرتے تھے۔

آپ کے دو ہمسائے تھے۔ ایک ابولہب اور ایک عقبہ بن محیط یہ دونوں بھی حضور اکرم ﷺ کو بہت زیادہ تکلیف دیتے تھے۔

یہ دونوں حضرات کوڑا کرکٹ اور غلاظت اکٹھی کر کے حضور اکرم ﷺ کے گھر کے دروازے پر پھینک دیتے تھے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

كُنْتَ بَيْنِ شَرِّ جَارَيْنِ اَبِىْ لَهَبٍ وَ عُقْبَه بِنْ اَبِىْ مُعَيْطِ اِنْ كَانَا لَيَاتِيَانِىْ بِالْفُرُوْثِ فَيَطْرِحَانِهَا عَلٰى بَابِىْ۔ (السیرۃ النبویہ احمد بن زینی دحلان جلد اول صفحہ ۲۲۶)

ترجمہ: میں دو شریر پڑوسیوں میں گھرا ہوا تھا ایک طرف ابولہب دوسری طرف عقبہ بن ابی معیط تھا وہ دونوں لید اور گوبر اکٹھا کر کے لے آتے اور میرے دروازے پر آ کر پھینک دیا کرتے تھے۔

اور آپ ﷺ فرماتے:

يَابَنِىْ عَبْدِ مناف اَىُّ حَوَارٍ هٰذَا۔ (السیرۃ النبویہ ابن ہشام جلد اول صفحہ ۲۱۰)

ترجمہ: اے عبد مناف کے بیٹو تم ہمسائیگی کا خوب حق ادا کر رہے ہو۔

ابولہب تو ہر جگہ جہاں آپ لوگوں کو تبلیغ فرمانے جاتے اور فرماتے کہ ایک خدا کی پوجا کرو۔ بتوں کی پرستش چھوڑ دو۔ اُس خدائے واحد کا کسی کو شریک نہ بناؤ۔ یہ بت تمہیں نہ نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اے لوگو! تم کہو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ تُفْلِحُوا ''تم فلاح پا جاؤ گے۔''

تو یہ ہر ہر جگہ آپ کے پیچھے پیچھے جاتا اور جونہی آپ ﷺ گفتگو فرما کر فارغ ہوتے تو یہ کہتا۔ اے لوگو! تم اپنے باپ دادا کا دین نہ چھوڑنا۔ اِس کے کہنے میں نہ آنا۔ یہ تمہیں تمہارے باپ دادوں کے دین سے منکر کر رہا ہے وغیرہ وغیرہ۔

کسی جگہ یہ آپ پر مٹی بھی ڈالتا آپ اِس کی کسی گستاخی کا جواب نہ دیتے اور آگے تشریف لے جاتے۔

اِس کی بیوی خبثِ باطن میں اور بڑھ کر تھی۔ ایک دفعہ وہ ایک لمبوترہ پتھر لے کر نعوذ باللہ آپ ﷺ کو مارنے کے لیے

آئی۔ آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حرم شریف کے صحن میں مصروف عبادت تھے یہ واقعہ سورۃ لہب کے نازل ہونے کے بعد کا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ ﷺ یہ عورت بہت بدزبان ہے اور فحش کلام ہے۔ آپ علیہ السلام یہاں سے تشریف لے جائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ مجھے نہیں دیکھ سکے گی وہ آئی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہنے لگی۔ آپ کا دوست میری ہجو میں شاعری کرتا ہے آپ نے فرمایا رب کعبہ کی قسم میرا دوست شاعری نہیں کرتا ہے وہ کہنے لگی آپ صدیق ہیں پھر ایسا ہی ہوگا۔

اور وہ پتھر آپ کو مارنے کے لیے لے کر آئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اِس کی بینائی ہی سلب کر لی کہ وہ اُس کے پیارے حبیب ﷺ کو نہ دیکھ سکی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایک فرشتہ اللہ تعالیٰ نے مقرر فرما دیا تھا کہ اُس نے میرے اور اُس کے درمیان پردہ کر دیا۔ پس وہ مجھے نہ دیکھ سکی۔ بلکہ آپ علیہ السلام نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ اِسی سے پوچھو کیا یہ مجھے دیکھ رہی ہے آپ نے پوچھا تو وہ کہنے لگی کیا آپ مجھ سے مذاق کرتے ہیں وہ کہنے لگی اگر میں آپ کو پاتی تو (نعوذ باللہ) آپ کا سَر اِس پتھر سے کچل دیتی۔

ابولہب کے گھر میں حضور اکرم ﷺ کی دو بیٹیوں کا نکاح بعثت سے پہلے ہوا ہوا تھا۔ جب آپ علیہ السلام نے تبلیغ اِسلام شروع کی اور خدائے واحد کا پیغام پہنچانے کا کام شروع کیا تو اِس نے از راہ عناد اپنے دونوں بیٹوں کو کہا کہ اپنی دونوں بیویوں کو فوری طلاق دے دو۔ اُنہوں نے فوراً نبی کریم ﷺ کی دونوں بیٹیوں کو طلاق دے دی۔

عقبہ بن ابی محیط نے ایک دفعہ آپ کی دعوت کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا جب تک تم لَآ اِلٰہَ اِلا اللہ محمد رسول اللہ نہ کہو! میں تمہارا کھانا نہیں کھاؤں گا۔ اگر کوئی بندہ عرب میں کِسی کا کھانا نہ کھائے تو وہ اِس کو اپنی بڑی بے عزتی سمجھتا تھا۔ اُس نے فوراً کلمہ پڑھ لیا۔ آپ ﷺ نے کھانا تناول فرمایا اور چلے آئے۔ عقبہ بن ابی محیط سے اُس کا دوست عقبہ بن ابی حلف کہنے لگا تو کلمہ پڑھ کر مرتد ہوگیا ہے وہ کہنے لگا کہ ایک مرد شریف میرے گھر آیا۔ اُس نے میرا کھانا کھانے سے اِنکار کر دیا۔ یہاں تک کہ میں کلمہ شہادت پڑھوں میں نے کلمہ شہادت اِس لیے پڑھا کہ مجھے شرم محسوس ہوئی کہ کوئی میرے گھر سے کھانا کھائے بغیر چلا جائے۔ میرے دل نے اِس کو تسلیم نہیں کیا ہے۔ ابی نے کہا کہ جب تک تو محمد (ﷺ) سے ملاقات کر کے (نعوذ باللہ) آپ کے چہرے پر نہ تھوکے اور طمانچے نہ لگائے اور گردن پر پاؤں نہ رکھے تیرا چہرہ دیکھنا مجھ پر حرام ہے۔ عقبہ نے اُس سے ایسا کرنے کا وعدہ کر لیا۔

جب عقبہ حضور اکرم ﷺ کے سامنے ہوا اور اُس نے رخ انور پر تھوکنے کی جب جسارت کی تو اللہ تعالیٰ نے اُس کے تھوک کو اُس پر واپس انگارہ بن کر لوٹا دیا اور برس ہا برس مرتے دم تک اُس کے چہرے پر داغ رہا اور اِسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا:

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِى اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿٢٧﴾ يٰوَيْلَتٰى

لَیۡتَنِیۡ لَمۡ اَتَّخِذۡ فُلَانًا خَلِیۡلًا ﴿۲۸﴾ لَقَدۡ اَضَلَّنِیۡ عَنِ الذِّکۡرِ بَعۡدَ اِذۡ جَآءَنِیۡ ؕ وَ کَانَ الشَّیۡطٰنُ لِلۡاِنۡسَانِ خَذُوۡلًا ﴿۲۹﴾ (الفرقان، آیت: ۲۷ تا ۲۹)

ترجمہ: اِس روز ظالم (فرطِ ندامت سے) اپنے ہاتھ کاٹے گا اور کہے گا کہ کاش میں نے رسول کریم ﷺ کی بیعت میں نجات کا راستہ اختیار کیا ہوتا۔ ہائے افسوس کاش میں نے فلاں کو اپنا دوست نہ بنایا ہوتا۔ واقعی اس نے مجھے اس قرآن سے بہکا دیا۔ میرے پاس آ جانے کے بعد اور شیطان ہمیشہ انسان کو (مشکل وقت) بے یارومددگار چھوڑنے والا ہے۔

سورۃ الفرقان آیت نمبر ۲۷ تا۲۹۔

ابوجہل نے کئی دفعہ (نعوذ باللہ) حضور نبی کریم ﷺ پر دست درازی کرنے کی کوشش کی۔

ہر ہر دفعہ اللہ تعالیٰ نے اس کا منہ موڑ دیا۔ کبھی اس کے اور آنحضرت ﷺ کے درمیان آگ کی خندق حائل ہو جاتی ۔کبھی جبرئیل علیہ السلام نر اونٹ کی شکل میں منہ کھولے اس کو ڈرا دیتے وغیرہ وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو اس کے شرمناک ارادوں سے بچائے رکھا۔

ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ نماز ادا فرمارہے تھے تو عقبہ بن معیط اٹھا اور اونٹ کی گندی اوجڑی لاکر آپ ﷺ کی کمر کے اوپر رکھ دی لیکن آپ ﷺ اپنے رب کی بارگاہ میں ایسے مگن تھے کہ آپ ﷺ نے اس کی پرواہی نہ کی۔ کسی نے حضرت فاطمہ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں جا کر عرض کیا۔ آپ دوڑیں آئیں اور آکر اس گندگی کو ہٹایا۔ پھر آپ نے سجدہ سے سر اٹھا کر قریش کے جن جن سرداروں کے متعلق بد دعا کی تو اس دن سے کفار کی بربادی کا آغاز شروع ہوگیا اور وہ سردار بھی کتے کی موت مارے گئے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

اللهم عليك بهذ الملا من قريش اللهم عليك بعتبه بن ربيعه۔ اللهم عليك لشيبه بن ربيعة اللهم عليك يا ابى جهل بن هشام اللهم عليك بعقبه بن ابى معيط اللهم عليك بابى بن خلف او اميه بن خلف۔

''الٰہی ان حق کے دشمنوں کو ہلاک کردے''

عبداللہ کہتے ہیں جن جن لوگوں کے نام لے کر آپ ﷺ نے بد دعا فرمائی اللہ تعالیٰ نے بدر کے میدان میں ان کو موت دے دی۔ ان کو قتل کیا گیا اور گھسیٹ گھسیٹ کر ان کو لاکر ایک پرانے کنویں میں ڈال دیا گیا۔ سوائے ابی بن حلف یا ابی بن حلف کے کہ اس کا جسم بہت بھاری تھا اور وہ باہر ہی پھول کر پھٹ گیا اور ریزہ ریزہ ہوگیا۔

(السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد اول صفحہ ۴۲۸ بمطابق جلد دوم)

ایک مرتبہ جب قریش مکہ حرم شریف میں ٹولی لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ نبی کریم ﷺ تشریف لائے۔ طواف فرماتے

ہوئے جب قریش کے پاس سے گزرے تو کفار مکہ نے نبی کریم ﷺ پر آوازیں کسیں اور بدتمیزیاں کیں لیکن نبی کریم ﷺ خاموش رہے جب دوسرے طواف کے چکر پر آپ ﷺ ان کے پاس سے گزرے تو پھر کفار نے بہت زیادہ بدتمیزیاں کیں اور آوازیں کسیں۔جب آپ ﷺ تیسرے چکر پر ان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے ایسے ہی بدتمیزیاں کیں اور آوازیں کسیں تو آپ ﷺ کھڑے ہو گئے۔(السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد اول صفحہ ۴۷۱)

آپ ﷺ نے فرمایا:

اتسمعون یا معشر قریش اما والذی نفسی بیدہ لقد جئتکم بالذبحہ۔

ترجمہ: ''اے گروہ قریش میری بات سنو۔اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے میں تمہارے پاس تمہارے قتل و ہلاک کا پیغام لے کر آیا ہوں۔''

یہ سن کر سارے قریش کفار مکہ ایک دم چپ ہو گئے اور سہم گئے۔اور آپ ﷺ سے نرمی سے باتیں کرنے لگے اور کہنے لگے اے ابوالقاسم آپ تشریف لے جائیں ایسا تلخ جواب آپ ﷺ کی عادت نہ تھی؟

آپ ﷺ وہاں سے تشریف لے گئے۔دوسرے دن پھر جب آپ ﷺ دوبارہ تشریف لائے تو کل کی خفت مٹانے کے لیے یک بارگی سب مل کر آپ ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ کو کہنے لگے۔آپ ہیں جو ہمارے بتوں کو ایسے اور ایسے کہتے ہیں۔آپ (ﷺ) ہمارے بتوں کو بُرا بھلا کہتے ہیں۔آپ ﷺ تسلی سے سب کو جواب دیتے رہے۔آپ ﷺ نے فرمایا:

''ہاں بیشک میں ہی ایسا کہتا ہوں۔''

ایسے میں ایک شخص آگے بڑھا۔اور آپ کے گلے میں چادر کے پلو زور سے تروڑے۔اسی اثنا میں اچانک حضرت ابوبکر صدیقؓ پہنچ گئے اور آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو دھکے دے دے کر ہٹایا۔آپ کفار سے کہنے لگے کہ کیا تم ایک ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے۔

کفار کی ان ایذارسانیوں کا سلسلہ کئی سال جاری رہا۔لیکن حضور ﷺ نے کفار کا ہر ستم بڑی خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔

ایک تو وہ قلب انور پر تکلیف آئی تھی جو وہ آپ سے ظاہری جسمانی طور پر یا ظاہری زبان سے آپ ﷺ کو دیتے تھے وہ بہت بڑی تھی اور دوسری وہ بہت ہی زیادہ تکلیف جو آپ رضی اللہ عنہ کے نازک قلب پر پہنچی کہ وہ ایمان نہیں لاتے تھے۔اس کا تو اندازہ کرنا ہی مشکل ہے۔اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں:

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ۝۳

ترجمہ: اے میرے پیارے حبیب شاید آپ ﷺ اپنی جان کو اس غم میں کہ یہ کیوں ایمان نہیں لاتے ہلاک ہی نہ کر ڈالیں۔

اور سورۃ طٰہٰ میں فرمایا:

طٰهٰ ﴿۱﴾ مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰۤی ﴿۲﴾ 

ترجمہ: طٰہٰ (''اے چودھویں کے چاند کے چہرے والے میرے پیارے حبیب) میں نے قرآن آپ پر اس لیے نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت میں پڑھ جائیں۔''

یہ تو وہ تکلیف تھی جس پر آپ ﷺ رات دن اندر ہی اندر کڑھتے رہتے تھے کہ کاش دل سے ایمان لے آئیں۔ یہ مسلمان ہوجائیں۔ یہ سدھر جائیں۔ یہ دوزخ کی آگ سے بچ جائیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر مظالم

آپ ﷺ دن رات ان کو ڈراتے رہتے تھے۔سارا دن آپ ﷺ تبلیغ فرماتے رہتے ان کی سخت سخت باتیں برداشت کرتے اور رات اپنے رب کریم کے آگے عجز و نیاز میں بسر کردیتے جو لوگ حضور اکرم ﷺ پر ایمان لاتے۔اگر کوئی امیر اور زور آور ہوتا اور اونچے قبیلے سے تعلق رکھتا تو کفار اندر ہی اندر کھول کر رہ جاتے اور اگر کوئی غلام یا عام بندہ مسلمان ہوتا جو اتنا طاقت ور نہ ہوتا تو کفار اس کو بہت زیادہ اذیتیں اور تکلیفیں دیتے کہ ان کے تصور سے ہی روح کانپ اٹھتی تھی۔

جب سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے حرم شریف میں اپنے ایمان کی گواہی دی اور حضور نبی کریم ﷺ کی صداقت کی گواہی دی تو کفار نے آپ کو اتنا مارا کہ آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔عقبہ بن ابی محیط آپ کے چہرے مبارک پر جوتے مارتا رہا۔جس سے آپ کا چہرہ مبارک اتنا سوج گیا کہ آپ کی آنکھیں بمشکل دکھائی دیتی تھیں۔اور لوگ آپ کو مردہ سمجھنے لگے۔

سیدنا حضرت عثمان غنیؓ جب مسلمان ہوئے تو آپ کا چچا ان کو کچے چمڑے میں لپیٹ کر رسی سے باندھ کر دھوپ میں ڈال دیتا تھا۔آپ سخت دھوپ میں کچے چمڑے کی بدبو برداشت کرتے تھے۔لیکن اف تک نہ کرتے تھے۔

حضرت سعدؓ جب ایمان لائے تو آپ کے گھر والوں نے آپ پر بہت زیادہ ظلم کیے اور تو اور آپ کی سگی والدہ نے کہا۔جب تک تم واپس اپنے دین میں داخل نہیں ہوجاؤ گے میں نہ کچھ کھاؤں گی نہ پیوں گی۔اور نہ سایہ میں چلوں گی اور نہ ہی نہاؤں گی اور نہ ہی کنگھی کروں گی اور اس نے ایسا ہی کیا۔جب وہ قریب المرگ ہوگئی تو آپ اس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمانے لگے اے ماں اگر تیری سو جان بھی ہو اور وہ ایک ایک کر کے نکلتی جائے تو پھر بھی میں واپس تمہارے دین میں نہیں جاؤں گا۔آپ کی یہ بات سُن کر اُس نے ضِد ترک کر دی۔

سیدنا حضرت بلال حبشیؓ امیہ بن خلف کے غلام تھے۔امیہ بہت ظالم اور کمینہ انسان تھا۔اس کو جب آپ کے اسلام لانے کا پتہ چلا تو آپ کو سخت تپتی دھوپ میں گرم ریت پر چٹانوں پر لٹا دیتا۔وہ اتنی گرم ہوتی تھیں کہ اگر کچے گوشت کی بوٹی بھی اوپر رکھیں تو پک جائے۔اور آپ کے سینہ مبارک پر بھاری پتھر رکھ دیتا۔اور آپ کو کہتا کہ دین کو چھوڑ دو۔لیکن آپ اس کے جواب میں احد احد کے نعرے بلند فرماتے۔وہ آپ کے گلے میں رسی ڈالتا اور بچوں کو کہتا کہ ان کو لے کر مکہ کی گلیوں میں گھومو۔

وہ بچے آپ کو گلیوں میں گھسیٹتے لیکن آپ پھر بھی احد احد کے نعرے بلند فرماتے۔

ایک دن وہ آپ کو تپتی دھوپ میں لٹا کر یونہی عذاب دے رہا تھا کہ سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ادھر سے گزر ہوا۔ آپ نے اس کو کہا کہ اس مسکین کے بارے میں تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے ہو۔ کب تک اس بے کس پر یونہی ظلم کرتے رہو گے۔ امیہ بولا۔ اگر تم کو اس پر اتنا ترس آتا ہے تو اس کو خرید لو۔

آپ نے فرمایا میرے پاس تیرا ہم مذہب غلام ہے۔ اس کو لے لو اور اسے مجھ کو دے دو اس نے منظور کرلیا۔ آپ نے اپنا غلام قسطاس جس کی قیمت کئی ہزار دینار تھی اور وہ خوب تومند بھی تھا۔ اس کو دے کر کمزور و ناتواں بلال کو خرید لیا۔ حالانکہ آپ کے کاروبار کو قسطاس نے خوب سنبھالا ہوا تھا۔ لیکن آپ نے پروانہ کی۔ لوگ بہت حیران ہوئے اور کئی ایک کہنے لگے۔ شاید بلال کا آپ پر کوئی احسان ہوگا۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں آیتیں نازل فرمادیں۔

وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ﴿١٩﴾ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ﴿٢٠﴾

ترجمہ: اور اس پر کسی کا احسان نہیں جس کا بدلہ اسے دینا ہو۔ سوائے اس کے کہ وہ اپنے پروردگار کی خوشنودی کا طلب گار ہے۔ (سورۃ واللیل)

سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے نہ صرف حضرت بلال بلکہ اور بھی کئی غلاموں کو جو ایمان لے آئے تھے اور ان کے مالکان ان پر جور و ستم کر رہے تھے کو خرید کر آزاد کر دیا۔

ان میں حضرت حمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت عامر بن فہیرہ، ابوفکیہ اور زنیرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی تھیں۔ آخر الذکر پر ان کے مالک نے اتنے ظلم کیے کہ وہ اندھی ہوگئیں تو ان کا مالک کہنے لگا۔ لات وعیرہ نے تم کو اندھا کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا لات وغیرہ نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ تکلیف پہنچا سکتے ہیں۔ یہ تو میرے رب کا حکم ہے۔ وہ میری بینائی واپس بھی کر سکتا ہے۔ صبح اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی اس کو واپس لوٹا دی۔ اب قریش کہنے لگے۔ نعوذ باللہ محمد ﷺ کا جادو اثر کر گیا ہے۔

دیگر خواتین میں ام عنیس، الھندیہ اور اس کی بیٹی لطیفہ بھی شامل تھیں۔ جنہیں سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خرید کر آزاد کیا۔

ام عمار کے ایک غلام خباب بن الارت رضی اللہ عنہ تھے۔ حضور ﷺ کی محبت کی برکت سے مسلمان ہو گئے تو ان کی مالکن ام عمار ان پر بہت ظلم کرتی تھیں۔ اس کا پیشہ آہن گری تھا وہ لوہے کا ایک کڑا لے کر اس کو خوب آگ میں گرم کر کے آپ کے سر مبارک پر رکھ دیتی اور کہتی کہ بتوں پر ایمان لے آ لیکن آپ انکار فرما دیتے۔

جب اس نے آپ کو بہت زیادہ تکلیفیں دیں تو آپ نے اس کی شکایت بارگاہ نبوت میں کی۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت خباب کے لیے دعا فرمائی۔

آپ ﷺ کا فرمانا تھا کہ:

اس ظالم کو درد سر کی اتنی تکلیف ہوگئی کہ وہ اتنی مجبور ہوگئی کہ جب تک لوگ لوہے کا کڑا گرم کر کے اس کے سر پر نہ لگاتے اس کے سر کو آرام نہ آتا تھا۔

کفار آپ پر بہت زیادہ ظلم کرتے تھے۔آپ کو گرم گرم ریت پر سخت دھوپ میں لٹا دیتے تھے۔

آپ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ کافروں نے آگ بنائی اور اس کے گرم گرم انگارے میری پشت پر رکھے میری پشت کی چربی پگھلتی رہی یہاں تک کہ وہ انگارے بجھ گئے۔

ایک دفعہ کافروں نے آگ کے انگارے گرم کر کے مجھے گھسیٹ کر ان کے اوپر لٹا دیا اور ایک کافر نے میری چھاتی پر اپنا پاؤں رکھ دیا۔

حضرت خباب نے اپنے ساتھ ظلم کی داستان ایک دن حضور اکرم ﷺ سے جب کہ آپ حرم شریف میں تشریف فرما تھے ۔شکایتاً عرض کیا اور کہا کیا حضور ﷺ ہمارے لیے دعا نہیں فرماتے۔آپ ﷺ بات سن کر اٹھ کر بیٹھ گئے۔آپ کا چہرہ مبارک غصے سے سرخ ہوگیا۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم سے پہلے جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے تھے۔کفار لوہے کی کنگھیوں سے ان کی ہڈیوں سے گوشت ادھیڑ لیا کرتے تھے اور بعض مومنین کے سروں پر آری رکھ کر چلا دی جاتی تھی جو ان کو دو حصوں میں کاٹ دیتی تھی پھر بھی وہ اپنے دین سے منحرف نہیں ہوتے تھے۔اے خباب سنو''یقیناً اللہ تعالیٰ دین اسلام کو غلبہ دے گا۔ یہاں تک صنعاء (یمن) سے ایک مسافر اکیلا روانہ ہو کر حضر موت تک جائے گا اور اسے خدا کے سوا کسی کا خوف نہیں ہوگا اور کسی کو یہ بھی خوف نہ ہوگا کہ کوئی بھیڑیا اس کی بکریوں کو پھاڑ ڈالے گا۔''

دیگر جن کو آگ کا عذاب کفار دیتے تھے ان میں عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ایک دفعہ وہ دوران عذاب نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا''اے آگ جس طرح تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے ٹھنڈی اور سلامتی کا باعث تھی اسی طرح عمار کے لیے بھی ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی کا باعث بن جا۔''

اس دعا کے بعد آپ کو آگ بالکل تکلیف نہیں دیتی تھی۔

حضرت عمار کے والد حضرت یاسر ان کی والدہ سمیہ اور ان کے بھائی حضرت عبداللہ یہ پورا خاندان کفار کی ایذا رسانیوں کو سہتا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت یاسر ان ایذا رسانیوں ہی میں شہید ہو گے۔آپ کی والدہ حضرت سمیہ کو جو کہ ابو حذیفہ بن مغیرہ کی لونڈی تھیں ابو حذیفہ نے آپ کو ابو جہل کو دے دیا جو آپ کو دین سے ورغلا تا رہا۔لیکن آپ نے اس کی بات نہ مانی تو اس نے مکہ کے ایک ہجوم میں آپ کی شرمگاہ میں نیزہ مارا جس سے شہید ہو گئیں۔نبی کریم ﷺ نے ایک دفعہ حضرت یاسرؓ سے جب آپ کو عذاب دیا جا رہا تھا فرمایا:

صَبْرًا اٰلَ یَاسِرُ صَبْرًا اٰلَ یَاسِرْ فَاِنَّ مَوْعِدَ کُمُ الْجَنّۃ۔

ترجمہ: اے اہل یاسر صبر کرو۔اے اہل یاسر صبر کرو۔تمہارے ساتھ جنت کا وعدہ ہے۔

(ضیاء النبی جلد دوم از پیر کرم شاہ الازہری بھیرہ شریف)

بے شمار وہ لوگ جنہوں نے اسلام کی خاطر اتنی تکالیف برداشت کیں۔ ان میں سے یہ صرف چند لوگ ہیں جن کا ذکر کیا گیا۔

ہجرت حبشہ

جب مسلمانوں پر ان مشرکین کے مظالم کی انتہا ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الزمر نازل فرمائی۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف بیان فرمایا:

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ⑩

ترجمہ: ان کے لیے جنہوں نے اس دنیا میں نیک اعمال کیے اس دنیا میں بھی نیک صلہ ہے اور اللہ کی زمین بڑی وسیع ہے (مصائب و آلام میں) صبر کرنے والوں کو ان کا بے حساب اجر دیا جائے۔ (سورۃ الزمر)

اس سے پہلے سورۃ کہف میں مسلمانوں کی دل جوئی فرمادی گئی تھی۔

حضور نبی کریم ﷺ نے ان آیات کی روشنی میں مسلمانوں کو کافروں کے جور وستم سے نجات دلانے کے لیے حبشہ جانے کی ترغیب دلائی۔ کیونکہ وہاں کا بادشاہ رحم دل مشہور تھا۔

چنانچہ نبوت کے پانچویں سال ماہ رجب میں مسلمانوں کا قافلہ جس میں گیارہ مرد اور چار عورتیں تھیں۔ حبشہ کی طرف روانہ ہوا ان میں حضرت عثمانؓ بن عفان آپ کی اہلیہ رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ ابوحذیفہ اور ان کی بیوی سہلہ بنت سہیل۔ زبیر بن عوام مصحب بن عمیر، عبدالرحمن بن عوف، ابوسلمہ مظعون، عامر بن ربیعہ اور ان کی بیوی لیلہ بنت ابی حثمہ، ابوبسیرہ بن ابی رحم حاطب بن عمرو، سہیل بن بیفا اور عبداللہ بن مسعود رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ (تاریخ ابن کثیر جلد ۴ ۳ صفحہ نمبر ۱۳ باب نمبر ۴)

ابن جریر اور بعد کے لوگوں نے ان کی تعداد بیاسی بتائی ہے جو عورتوں اور بچوں کے علاوہ ہے۔ اگر عمار بن یاسر کو بھی ان میں شمار کیا جائے تو مردوں کی کل تعداد تراسی ہوتی ہے۔

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی اس پہلی جماعت کے بعد جس نے مکہ کی طرف پہلے ہجرت کی وہ جعفر بن ابی طالب اپنی اہلیہ اسما بنت عمیس تھے۔ جہاں ان کے بطن سے عبداللہ بن جعفر کی ولادت ہوئی۔ ان کے بعد باقی وہ سب مسلمان بھی جنہیں آنحضرت ﷺ نے ہجرت کی اجازت دی تھی۔ مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے اور وہاں جا کر جمع ہو گئے۔

سیدنا حضرت عثمانؓ ابن عفانؓ کی رفاقت میں قافلہ مکہ مکرمہ سے رات کی تاریکی میں روانہ ہوا اور جدہ کے پاس شعیبہ کی بندرگاہ سے روانہ ہوئے انہوں نے فی کس نصف دینار دیا۔

قریش اس قافلے کا پیچھا کرتے کرتے جب بندرگاہ پر پہنچے تو قافلہ روانہ ہو چکا تھا وہ نامراد واپس لوٹ گئے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

انهما اول بیت هاجر فی سبیل الله بعد ابراهیم ولوط علیهما السلام۔

یعنی ابراہیم اور لوط علیہ السلام کے بعد یہ پہلا گھرانہ ہے جس نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ کی خدمت گزاری کے لیے حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا بھی ساتھ گئیں۔

جب یہ قافلہ حبشہ پہنچا تو نجاشی بادشاہ حبشہ نے انہیں بڑے عزت اور احترام کے ساتھ جگہ عطا فرمائی اور یہ بڑے سکون کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگے۔

سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ہجرت

جب کچھ مسلمان حبشہ ہجرت کر گئے تو مکہ کے مشرکین نے مسلمانوں پر مظالم کی حد کر دی۔ یہاں تک کہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی ہجرت کا فیصلہ کرلیا۔ اور ایک روز آپ مکہ سے حبشہ کی طرف چل نکلے۔ جب آپ ''برک الغماد'' پہنچے۔ یہ ایک بستی ہے جو مکہ سے پانچ دن کی مسافت پر ہے تو آپ کی ملاقات قبیلہ قارہ کے سردار ابن الدغنہ سے ہوئی۔ اس نے آپ کو ہجرت سے منع کیا اور کہا کہ آپ تو مفلس اور نادار کو کھانا کھلاتے ہیں اور صلہ رحمی کرتے ہیں۔ لوگوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں۔ مصیبت میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ آپ واپس چلے جائیں۔ میں آپ کو اپنی پناہ میں لیتا ہوں۔ آپ آزادی سے اپنے رب کی عبادت کریں۔

چنانچہ وہ آپ کو ہمراہ لے کر مکہ آیا اور مکہ کے سرداروں کو شرمندہ کیا کہ اس جیسے آدمی کو شہر سے نکالنا زیادتی ہے۔ میں ان کو اپنی پناہ میں لیتا ہوں۔ کوئی ان کو تکلیف دینے کی جرأت نہ کرے۔

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دوبارہ مکہ مکرمہ میں رہنے لگے۔ کچھ عرصہ بعد آپ نے گھر کے صحن میں چھوٹی سی مسجد بنا لی۔ اپ وہاں نماز پڑھتے اور قرآن پاک کی تلاوت بھی کرتے۔ آپ کی آواز خوش الحان تھی۔ آپ جب تلاوت کرتے تو آپ پر بہت زیادہ گریہ طاری ہو جاتا۔ مکہ کی عورتوں، بچوں اور مردوں کا جم غفیر آپ کے گرد اکٹھا ہو جاتا تھا۔ مشرکین کو آپ کی یہ بات بھی ناگوار گزری۔ انہوں نے ابن الدغنہ کو بلایا اور کہا کہ ہمیں ہماری عورتوں اور بچوں کے گمراہ ہونے کا خطرہ ہے یا تو تم اپنی پناہ واپس کر دو یا ان کو کہو کہ گھر کے اندر عبادت کیا کریں۔ نہ کہ گھر کے صحن کی مسجد میں۔

ابن الدغنہ نے یہ آپ سے بات کی تو آپ نے فرمایا کہ

''میں تیری پناہ تیری طرف لوٹا دیتا ہوں۔ میرے لیے میرے خدا کی پناہ کافی ہے۔''

(السیرۃ النبویہ احمد بن زینی دحلان جلد اول صفحہ ۲۴۷ از ضیاء النبی جلد دوم صفحہ ۳۴۶)

اس کے بعد جب تک آپ مکہ مکرمہ میں رہے۔ آپ نے سوائے خدا کے کسی کہ پناہ قبول نہیں کی۔

ایک افواہ

بعثت کے پانچویں سال ماہ رجب میں مہاجرین کا جو پہلا قافلہ حبشہ گیا تھا وہاں انہوں نے تین ماہ آرام وسکون کے ساتھ بسر کیے نجاشی بادشاہ نے وہاں ان کے قیام وطعام اور لباس کا بندوبست کرنے کے لیے اپنے نمائندوں کی ذمہ داری لگادی تھی۔

تین ماہ بعد ایک دن ان لوگوں نے ایک افواہ سنی کہ مکہ میں تمام لوگوں نے اسلام قبول کرلیا ہے اور اب وہاں امن قائم ہوگیا ہے تو وہاں سے کچھ لوگوں نے واپس مکہ مکرمہ آنے کا فصلہ کرلیا۔حالانکہ کچھ لوگوں نے ان کو منع کیا کہ جب تک اچھی طرح سے تصدیق نہیں ہوجاتی اور کوئی قاصد حضور نبی کریم ﷺ کا نہیں آجاتا واپسی بہتر نہیں۔

جو لوگ واپس مکہ مکرمہ آئے ان میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی بنت رسول اللہ ﷺ بھی تھیں۔مکہ مکرمہ واپسی پر سب لوگ کسی نہ کسی کی پناہ میں داخل ہوئے سوائے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے۔آپ کو کسی نے پناہ نہ دی۔آپ تھوڑا عرصہ یہاں رہے پھر واپس لوٹ گئے۔

سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ولید بن مغیرہ کی پناہ میں داخل ہوئے تھے۔کچھ عرصہ آپ اس کی پناہ میں رہے لیکن آپ کی طبیعت نے ایک کافر کی پناہ میں رہنا گوارہ نہ کیا۔آپ نے اس کی پناہ واپس کردی۔اس نے کہا کہ آپ حرم میں بھرے مجمع میں اس کی پناہ واپس کریں۔آپ نے ایسا ہی کیا۔اسی مجمع میں آپ کا جھگڑا کفار سے ہوگیا۔کسی کافر نے آپ کے ایک طمانچہ مارا جس سے آپ کی ایک آنکھ سوج گئی۔ولید بن مغیرہ نے کہا۔اے بھتیجے اب بھی میری پناہ میں آجا۔آپ نے فرمایا:

> ''میری دوسری آنکھ بھی خدا کی راہ میں ایسا ہی طمانچہ چاہتی ہے۔میں اب اس کی پناہ میں ہوں جو تجھ سے زیادہ طاقت ور اور تجھ سے زیادہ معزز ہے۔'' (سبل الھدیٰ والرشاد جلد دوم صفحہ ۴۹۰)

دوسری ہجرت حبشہ

جب کفار نے پھر غریب مسلمانوں پر ظلم وستم کا بازار گرم کردیا تو حضور نبی کریم ﷺ نے دوبارہ ان لوگوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم دے دیا۔اب حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والون کی کل تعداد تقریباً تراسی تھی۔

سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ ہماری پہلی اور دوسری ہجرت نجاشی کی طرف ہے اور حضور ہمارے ساتھ نہیں ہیں۔''

یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا:

فقال رسول اللہ ﷺ انتھم مھاجرون الی اللہ اولی لکم ھانان الھجرتان جمعیاً۔

''حضور نے فرمایا (افسوس مت کرو) تمہاری یہ دونوں ہجرتیں اللہ تعالیٰ کی طرف اور میری طرف ہیں۔''

(طبقات ابن سعد صفحہ ۲۰۷، جلد اول، از ضیاء النبی جلد دوم صفحہ ۳۵۹)

حضرت عثمانؓ نے عرض کی: فحسبنا یارسول اللہ۔ ﴿47﴾

یارسول اللہ ہمیں یہ چیز کافی ہے۔

کفار کا ایلچی

جب مسلمانوں کی کافی تعداد مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے چلی گئی تو کافروں کو تشویش ہوئی کہ حبشہ میں یہ نہ ہو کہ یہاں مسلمانوں کی بہت طاقت نہ اکٹھی ہوجائے تو انہوں نے باہم مشورہ کر کے عمرو بن العاص اور عمارہ بن ولید کو حبشہ بہت سے تحائف دے کر جو کہ نجاشی بادشاہ کے لیے تھے۔بھیجا تا کہ نجاشی یہاں سے مسلمانوں کو نکال باہر کرے۔

علاوہ ازیں انہوں نے بادشاہ کے لیے ایک قیمتی عربی گھوڑا ایک ریشمی جبہ اور بڑے بڑے بادشاہ کے امراء و پیشواؤں کے لیے دیگر چمڑے کے تحائف دیے تا کہ پہلے ان امراء و پیشواؤں کو تحائف دے کر مسلمانوں کے خلاف اپنا ہمنوا بنائیں۔

چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور ان مذہبی پیشواؤں اور امراء نے بھی ان کی بادشاہ کی خدمت میں حمایت کرنے کی یقین دہانی کروائی۔جب یہ بادشاہ کے پاس حاضر ہوئے تو بادشاہ نے ان کی بہت عزت افزائی کی۔انہوں نے سارے تحائف بادشاہ کی خدمت میں پیش کیے۔بادشاہ نے انہیں اپنے دائیں بائیں بٹھایا اور ایک روایت کے مطابق عمرو بن العاص کو اپنے تخت پر بٹھایا۔

انہوں نے کہا کہ اے بادشاہ سلامت ہمارے کچھ عزیز مکہ سے ہجرت کر کے یہاں آپ کے پاس آ گئے ہیں۔انہوں نے ایک نیا دین بھی اختیار کرلیا ہے جو آپ کے دین سے بھی جدا ہے برائے مہربانی ان کو واپس مکہ مکرمہ بھیج دیں۔

بادشاہ کے پادریوں اور اس کے رفقاء نے بھی ان کی حمایت کی۔بادشاہ نے کہا میں ان کو بلاتا ہوں تا کہ ان کی بات سن سکوں۔

انہوں نے کہا بادشاہ سلامت ان کو بلانے کی ضرورت نہیں۔آپ فرمان جاری کر دیں تا کہ ان لوگوں کو یہاں سے نکال دیا جائے۔بادشاہ نے کہا میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔کیونکہ انہوں نے دوسرے بادشاہوں کے مما لک کو چھور کر میری پناہ میں رہنا پسند کیا ہے۔جب تک میں ان سے بات نہ کروں تو کوئی فیصلہ نہیں کروں گا۔ چنانچہ بادشاہ نے ان کو بلا بھیجا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم یہاں آرام وسکون سے رہ رہے تھے۔کہ کفار نے ان دو آدمیوں عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ کو یہاں بھیجا۔

جب یہ یہاں آئے اور یہاں بڑے بڑے لوگوں کو تحائف دینے شروع کیے اور ان کو اپنا ہمنوا بنانے لگے تو ہم کو بہت تشویش ہوئی۔ہم نے آپس میں مشورہ کیا کہ اگر بادشاہ نے ہمیں بلایا تو ہم بادشاہ سے وہی بات کریں گے جو سچ ہے اور جو ہمارے نبی کریم ﷺ نے ہمیں بتائی ہے۔چاہے اس کا کوئی بھی نتیجہ نکلے۔

چنانچہ جب بادشاہ نے ہم سب کو بلایا تو ہم نے اپنی ترجمانی کے لیے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا۔

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا خطاب

آپ نے فرمایا:

''اے بادشاہ، ہم جاہل قوم تھے۔ بتوں کی پوجا کیا کرتے تھے، مردار کھاتے اور بدکاریاں کرتے، رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے ساتھ بے رحمی کا سلوک کرتے تھے۔ ہم میں سے طاقت ور غریب کو کھا جاتا تھا۔ ہمارا یہ حال ناگفتہ بہ تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ہم میں سے ایسا رسول بھیجا جو ایک مدت ہم میں رہا۔ جس کے نسب کو بھی ہم جانتے ہیں اور جس کی صداقت، امانت اور حقیقت سے بھی ہم اچھی طرح آگاہ ہیں۔ اس نے ہمیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی دعوت دی کہ ہم اس کو وحدہ لاشریک مانیں اور اسی کی عبادت کریں اور وہ پتھر اور بت جن کی پوجا ہم اور ہمارے آباؤ اجداد کیا کرتے تھے۔ ان کی بندگی کا پٹہ ہم اپنی گردنوں سے اتار پھینکیں۔ انہوں نے ہمیں حکم دیا کہ سچ بولیں، امانت میں خیانت نہ کریں، رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کریں، ہمسایوں کے ساتھ عمدگی سے پیش آئیں، برے کاموں اور خونریزیوں سے باز آئیں۔

انہوں نے ہمیں فسق وفجور، جھوٹ بولنے، یتیموں کا مال کھانے، پاک دامن عورتوں پر جھوٹی تہمت لگانے سے منع کیا اور ہمیں حکم دیا کہ ہم صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ کسی چیز کو اس کا شریک نہ بنائیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے ہمیں نماز پڑھنے، زکوٰۃ دینے اور روزے رکھنے کا بھی حکم دیا ہے۔

چنانچہ ہم نے رسول کریم ﷺ کی تصدیق کی۔ ان پر ایمان لائے اور جو حکم آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے فرمائے ہم نے ان کی پیروی کی۔

ہم صرف اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرتے ہیں جن کو خدا نے حرام کیا۔ ہم ان کو حرام مانتے ہیں اور جن کو حلال کیا ان کو ہم حلال سمجھتے ہیں۔

ان چیزوں کو ہماری قوم ہمارا جرم سمجھتی ہے۔ اسی وجہ سے ہماری قوم نے ہمارے ساتھ بہت زیادتیاں کیں تاکہ ہم واپس اپنے آبائی دین میں پلٹ آئیں۔ اور بتوں کی پوجا شروع کردیں۔ انہوں نے ہم پر ظلم وستم اور قہر کی انتہا کردی۔ یہاں تک کہ ہم نے اے بادشاہ سلامت آپ کے ملک کی طرف ہجرت کی۔ دوسرے بادشاہوں کو چھوڑ کر آپ کو پسند کیا اور آپ کی پناہ کو ترجیح دی اور ہم یہ امید کرتے ہیں کہ ہمیں آپ کے زیر سایہ تنگ نہیں کیا جائے گا۔'' (ضیاء النبی جلد دوم صفحہ ۳۶۴)

نجاشی نے کہا کہ جو اللہ کے رسول ﷺ آپ کی طرف اللہ کی کتاب لے کر آئے ہیں کیا اس کا کچھ حصہ یاد ہے؟ اسے

پڑھ کرسنائیں۔ رضی اللہ عنہ

حضرت جعفر نے کہا کہ ہاں مجھے یاد ہے۔آپ نے سورۃ مریم کی ابتدائی آیتوں کی تلاوت شروع کی:

القرآن: كٓهٰيٰعٓصٓ ۚ﴿۱﴾ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ۚ﴿۲﴾

آپ جوں جوں پڑھتے گئے دربار پر سناٹا چھاتا گیا۔ یہاں تک کہ نجاشی بادشاہ اور عیسائی علماء پر رقت طاری ہوگئی۔اور جو کتابیں وہ لے کر بیٹھے ہوئے تھے وہ آنسوؤں سے تر ہوگئیں۔

نجاشی بے اختیار بول اٹھا کہ بخدا یہ کلام اور جو کلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام لے کر آئے ہیں۔ یہ دونوں ایک ہیں اور ایک ہی شمع کی شعاعیں ہیں اور ایک ہی چشمہ کی موجیں ہیں۔

پھر نجاشی نے ان دونوں سفیروں کو طلب کیا اور ان کو کہا کہ آپ لوگ یہاں سے چلے جائیں میں ان لوگوں کو کبھی بھی آپ کے حوالے نہیں کروں گا۔

جب یہ دونوں یہاں سے خائب وخاسر ہو کر باہر نکلے تو عمرو بن عاص نے کہا کہ کل میں ایک اور چال چلوں گا جو ان کی جڑیں اکھیڑ دے گی۔

اس کے ساتھی عبداللہ بن ابی ربیدہ نے ترس کھا کر کہا کہ ایسی کوئی چال نہ چلنا جس سے ان کی زندگی کو خطرہ ہو کیوں کہ آخر وہ ہمارے قریبی رشتہ دار ہیں۔

دوسرے دن جب بادشاہ تخت نشین ہوا تو عمرو بن العاص نے اٹھ کر کہا کہ اے بادشاہ سلامت! یہ مسلمان حضرت عیسیٰ بن مریم کے بارے میں (نعوذ باللہ) نازیبا باتیں کہتے ہیں۔

بارشاہ نے پھر تمام مسلمانوں کو بلا بھیجا۔ دوسری بارطلبی سے مسلمان بڑے متفکر ہوئے۔جب یہ دربار میں گئے تو بارشاہ نے ان سے حضرت عیسی ابن مریم علیہ السلام کے بارے میں سوال کیا۔

حضرت جعفر بن ابی طالب نے بڑی دلیری سے فرمایا کہ:

''ہم وہی کہتے ہیں جو نبی کریم ﷺ نے ہمیں بتایا ہے کہ آپ اللہ کے بندے،اللہ کے رسول،اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں۔جسے اللہ تعالیٰ نے کنواری اور عبادت گزار مریم کے رحم میں فرشتہ کے ذریعہ پھونکا تھا۔''

یہ سن کر نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا کہ

''بخدا جو تم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہا ہے وہ اس تنکا کے برابر بھی اس سے زیادہ نہیں ہیں۔''

نجاشی نے مسلمانوں کو کہا میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں اور جس ہستی کے پاس سے تم آئے ہو۔اسے بھی مرحبا کہتا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ یہ وہی ہیں جن کا ذکر ہم انجیل میں پاتے ہیں۔ یہ وہی رسول ﷺ ہیں جن کو خوشخبری عیسیٰ بن مریم نے ہمیں دی تھی۔میرے ملک میں تم جہاں چاہو قیام کرو۔خدا کی قسم اگر مجھے حکومت کی مجبوریاں نہ

ہوتیں تو میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ اور حضور ﷺ کا کفش بردار بنتا۔ اور وضو کرانے کی سعادت حاصل کرتا۔

(السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد دوم صفحہ ۱۱۰ بمطابق ضیاء النبی جلد دوم صفحہ ۳۹۷)

مسلمانوں کو کہا کہ تم جاؤ اور میرے ملک میں آرام سے رہو جس نے تمہارے ساتھ بدکلامی کی میں اس پر تاوان لگاؤں گا۔ میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ تم میں سے کسی ایک کو ان کے حوالے کروں اور اس کے بدلے میں مجھے سونے کا ایک پہاڑ دیا جاوے۔ بادشاہ نے اِن کے تمام تحائف اِن کو واپس کروا دیے۔

اس طرح یہ دونوں کافر خائب و خاسر ہو کر واپس مکہ میں آ گئے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

ابوموسیٰ اشعری پچاس مہاجرین کے ساتھ مکہ مکرمہ سے یمن چلے گئے تھے۔ جب آپ نے حضور نبی کریم ﷺ کی ہجرت کا سنا تو آپ وہاں سے مدینہ طیبہ آپ کے پاس آنے کے لیے یمن سے سمندری راستے سے مدینہ پاک کے لیے روانہ ہوئے۔

راستہ میں سمندری طوفان نے آ لیا اور ان لوگوں کی کشتی حبشہ کے ساحل سے جا لگی۔ وہاں ان لوگوں کی ملاقات حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ آپ نے وہاں حبشہ میں رہنے کا ارادہ کر لیا۔ آپ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے ساتھ وہاں کافی دیر رہے۔

آپ نے وہاں سے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے اور حضور نبی کریم ﷺ سے ملاقات فتح خیبر کے موقع پر ہوئی۔

آقا دو عالم ﷺ نے اس موقع پر فرمایا:

واللہ ما ادری بایھما انا اسر بفتح خیبر ام بقدوم جعفر بن ابی طالب۔

''میں نہیں جانتا کہ ان دو باتوں میں مجھے کس سے زیادہ مسرت حاصل ہوئی ہے خیبر کی فتح سے یا جعفر وغیرہ کے آنے سے۔'' (السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد دوم صفحہ ۳۰)

نجاشی نے حضرت جعفرؓ کے ساتھ اپنے دو بھتیجوں کو بھیجا تا کہ وہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت بجا لائیں اور بہت سے تحائف بھی آقا دو جہاں ﷺ کے لیے ارسال فرمائے۔

حبشہ میں مسلمانوں کے دو ساتھی عبیداللہ بن جحش اور سمران بن عمرو بن عبدالشمس عیسایوں کی چمک دمک دیکھ کر عیسائی ہو گئے۔ لیکن ان دونوں حضرات کی بیویاں۔ عبیداللہ کی بیوی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اور عمرو بن عبدالشمس کی بیوی سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا ان کے جال میں نہ آئیں۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا تو واپس مکہ مکرمہ آ گئیں اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اسی وقت اپنے خاوند سے قطع تعلق کر لیا۔

اللہ تعالیٰ نے ان دونوں اپنی نیک بندیوں کو اپنے نبی کریم ﷺ کی زوجیت کا شرف عطا فرما دیا۔

حضرت سیدنا خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا آپ کی زوجیت میں آئیں۔

اور سیدنا حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا عقد وہاں ہی نجاشی نے حضور نبی کریم ﷺ سے کر دیا اور اپنی جیب سے آپ کا مہر چار سو دینار ادا کیا۔

حبشہ میں نجاشی کی وفات پر حضور ﷺ نے نماز جنازہ مدینہ پاک میں ادا فرمائی اور اس کے لیے مغفرت کی دعا فرمائی اور آپ ﷺ کی دعا کی برکت سے اس کی قبر سے نور نکلتا دکھائی دیتا تھا۔ اس سے مردے کی وفات پر نماز جنازہ کے بعد دعائے مغفرت ثابت ہوتی ہے۔

شعب ابی طالب

شعب اس گھاٹی کو کہتے ہیں جو کہ دو پہاڑوں کے درمیان ہو۔

حضور نبی کریم ﷺ رؤوف و رحیم ﷺ پر جب ظالم کفار نے بہت زیادہ ظلم و زیادتیاں شروع کر دیں اور انہوں نے باہم اس چیز پر اتفاق کر لیا کہ نعوذ باللہ آپ ﷺ کو شہید کر کے ہی دم لیں گے۔ کیوں کہ انہوں نے سمجھا تھا کہ نعوذ باللہ جب تک آپ ﷺ شہید نہیں ہو جاتے آپ ﷺ کا یہ کام بڑھتا ہی جائے گا۔

اس کام کے لیے انہوں نے کسی غیر قریشی کی تلاش جاری رکھی تا کہ سب مل کر اس کا خون بہا دے دیں۔

حضرت ابو طالب کو آپ ﷺ کی بہت زیادہ فکر لگی رہتی تھی وہ ہر وقت آپ ﷺ کی فکر میں رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کا بہت زیادہ خیال آپ کے دل میں ڈال دیا تھا۔

آپ نے سب بنو ہاشم اور بنو مطلب کو اکٹھا کیا اور ان کی تعریف میں اشعار کہے اور کفار کے خلاف دورے کیے ان کو برانگیختہ کیا۔

سب نے آپ کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا سوائے ابولہب کے۔

جب حضرت ابو طالب کو آپ ﷺ کی زندگی کی فکر بہت زیادہ لاحق ہوگئی تو آپ نے مکہ سے نزدیک شعب یعنی گھاٹی میں جانے کا فیصلہ فرما لیا۔ جو کہ نزدیک ہی تھی اور آپ کی ملکیت تھی۔ جسے شعب ابو طالب کہا جاتا تھا۔

حضور نبی کریم ﷺ اور دوسرے لوگوں کو لے کر آپ وہاں چلے گئے۔

حضرت ابوطالب حضور نبی کریم ﷺ کی زندگی کی طرف سے اس قدر فکر مند رہتے تھے کہ رات کو آپ ﷺ کے لیے جہاں بستر بچھایا جاتا کچھ رات گزرنے کے بعد آپ وہاں سے چپکے سے حضور نبی کریم ﷺ کو اٹھا دیتے اور اس جگہ اپنے کسی بیٹے یا بھائی کو لٹا دیتے۔ اور حضور ﷺ کو کسی دوسری جگہ بستر بچھا دیتے تا کہ آپ ﷺ محفوظ طریقے سے آرام فرماتے رہیں۔

کفار نے جب دیکھا کہ آپ ﷺ اس طرح یہاں محفوظ ہو گئے ہیں تو سب کفار مکہ اور منا کے درمیان محصب ایک جگہ پر اکٹھے ہوئے اور سب نے متفقہ فیصلہ کیا کہ سب مسلمانوں کے ساتھ سوشل بائیکاٹ کیا جائے کوئی چیز کوئی غلہ کوئی کھانے پینے کی معمولی چیز بھی ان کو فروخت نہ کی جائے بلکہ باہر سے جو غلہ آتا ان کو کہہ دیتے کہ ان لوگوں کو بہت زیادہ قیمتیں بتاؤ تا کہ یہ خرید نہ سکیں۔ بعد میں ان چیزوں کو خود خرید لیتے۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ ان لوگوں کے ساتھ کوئی رشتہ داری نہ کی جائے' نہ ان کو رشتہ دیا جائے اور نہ ہی ان سے رشتہ لیا جائے۔

غرض کہ انہوں نے آپ سے مکمل سوشل بائیکاٹ کر دیا۔ اور اس معاہدہ کو تحریری شکل دے کر سب نے اپنے دستخط اس کے اوپر ثبت کیے۔ اور لوگوں کی دست برد سے محفوظ کرنے کے لیے اسے کعبہ شریف کے اندر لٹکا دیا۔ وہ آدمی جس نے یہ معاہدہ لکھا اس کا نام منصور بن عکرمہ بن عامر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا ہاتھ شل کر دیا۔

یہ لوگ نہ ان لوگوں کے پاس کسی کو کوئی غلہ فروخت کرنے دیتے اور نہ ہی کوئی کھانے کی چیز ان تک پہنچنے دیتے۔ ان ظالموں نے پہرے دار مقرر کر رکھے تھے اور ایسا کوئی کرتا تو اس سے بہت سختی سے پیش آتے تھے۔

لیکن اُس کے باوجود بعض لوگ چوری چھپے رات کی تاریکی میں ان تک کچھ نہ کچھ پہنچا آتے۔ ان میں ہشام بن عمرو عامری نمایاں تھا۔ جو کہ بعد میں مسلمان ہو گیا۔

ایک دن یہ غلہ سے بھری بوریاں تین اونٹوں پر لاد کر لے کر گیا۔ قریش کو پتہ چل گیا۔ وہ اس کے گھر گئے اس نے ایسا نہ کرنے کا وعدہ کیا۔

لیکن دوسرے دن پھر یہ غلے سے بھرے ہوئے دو اور اونٹ لے کر شعب ابی طالب پہنچ گیا۔ کفار پھر اس کے درپے ہو گئے اور بعض نے تلواریں بھی نکال لیں۔ ابوسفیان نے اس کی جان چھڑائی۔

یہ طویل محاصرہ پورے تین سال جاری رہا۔ بعض اوقات مسلمانوں کو درختوں کے پتے بھی کھا کر گزارہ کرنا پڑتا۔ اور جب وہ قضائے حاجت کرتے تو بکری کی مینگنیوں کی طرح خشک مادہ خارج ہوتا۔

معصوم بچے جب شور مچاتے تو یہ ان کی آوازیں شعب ابی طالب سے دور تک جاتیں۔ ایک دن ابوجہل نے ایک آدمی کو غلہ شعب ابی طالب میں لے جاتے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑ لیا۔ اس کا نام حکیم بن حزام تھا۔ اس کے ساتھ اس کا غلام تھا جس نے گندم کی بوری اٹھائی ہوئی تھی۔ ابوجہل جب ان کو روک رہا تھا تو اچانک وہاں ابوالبختری بھی پہنچ گیا۔ اس نے ابوجہل کو ٹوکا کہ گندم حکیم بن حزام کے پاس اس کی پھوپھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی امانت تھی۔ یہ لے کر جا رہا ہے تو ابوجہل کے ساتھ اس کی تلخ کلامی بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ ابوالبختری نے ایک اونٹ کی ہڈی ابوجہل کے سر پر ماری۔ جس سے اس کا سر پھٹ گیا اور پھر اس پر چڑھ کر اسے خوب مارا۔ (السیرۃ النبویہ احمد بن زینی دحلان جلد اول صفحہ ۲۶۴، بمطابق ضیاء النبی جلد دوم صفحہ ۳۸۶)

علامہ سہیلی لکھتے ہیں کہ شعبہ میں محصورین کو بڑی مصیبت اور مشکل کا سامنا کرنا پڑا وہاں وہ درختوں کے پتے اور بیری

کے پتے کھا کر گزارہ کرتے تو بکریوں کی مینگنیوں کی طرح خشک مادہ خارج ہوتا تھا۔حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں از حد بھوکا تھا۔رات کو اندھیرے میں میرا پاؤں کسی گیلی چیز پر آ گیا۔میں نے اسے اٹھا کر منہ میں ڈالا اور نگل لیا۔مجھے اتنی ہوش بھی نہ تھی کہ میں پتہ کرتا۔وہ کیا چیز ہے۔اور آب تک مجھے اس کے بارے میں کوئی علم نہیں۔

یونہی حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔آپ نے فرمایا کہ ایک رات میں پیشاب کرنے کے لیے باہر نکلا۔جب میں پیشاب کرنے لگا تو جہاں میرا پیشاب گر رہا تھا تو مجھے اپنے پیشاب کے کہیں سخت چیز سے ٹکرانے کی آواز آئی میں نے فارغ ہو کر رات کے اندھیرے میں ٹٹول کر اسے اٹھایا تو وہ اونٹ کا خشک چمڑے کا ٹکڑا تھا۔میں اسے لے آیا۔لا کر پھر میں نے اسے دھویا۔پھر اسے جلا کر راکھ کیا۔پھر اسے کوٹا۔پھر اسے پانی میں ملایا اور تین دن تک اسے کھاتا رہا۔

ان مصائب و آلام کے باوجود اور اس بھوک و پیاس کے باوجود اور کافروں کے اس حد درجہ ظلم کے باوجود مسلمانوں کے عزم و استقلال کو اللہ تعالیٰ نے چٹان کی طرح مضبوط رکھا۔

حضور نبی کریم ﷺ پورے جوش سے اعلانیہ اور خفی لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلا رتے رہے۔اور تبلیغ اسلام کا کام بڑھتا ہی رہا۔اللہ تعالیٰ کی نصرت ہر گھڑی حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ رہی اور اللہ تعالیٰ خود حضور اکرم ﷺ کو کفار کے عزائم اور ان کے ہاتھوں سے بچاتے رہتے۔

آج ہم لوگوں پر بڑی تھوڑی سی کوئی مصیبت خدانخواستہ آ جاتی ہے جو ہمارے اپنے اعمال کا ہی نتیجہ چاہے کیوں نہ ہو۔لیکن ہم اس پر بھی وہ شور مچاتے ہیں کہ سارے جہاں میں اس کا اعلان اور خدا تعالیٰ سے شکوے گلے اور مخلوق کے آگے فریاد شروع کر دیتے ہیں۔لیکن آفرین ہے کہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کہ جن پر خدا کی راہ میں خدا پر ایمان لانے کے جرم میں مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹتے لیکن وہ پھر بھی اس پر اُف تک نہیں کرتے تھے۔حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ

زمانے میں سب سے زیادہ تکلیفیں، مصیبتیں انبیاء اکرام پر آئیں اور ان انبیاء میں مجھ پر سب سے زیادہ تکلیفیں اور مصیبتیں آئیں۔اس کے بعد زیادہ تکلیفیں اولیاء پر آئیں اور پھر جو ان کی مثل ہوا۔اس پر اتنی اتنی مصیبتیں اور تکلیفیں آئیں۔

اللہ تعالیٰ تمام امت مرحومہ پر رحم فرمائے اس کو اپنی حفظ اور امان میں رکھے۔اور حضور نبی کریم ﷺ کی تکلیفوں اور مصیبتوں کے صدقے میں ہماری سب کی خلاصی اور بخشش دونوں جہاں میں عطا فرما دے اور قبروں میں اپنے پیارے حبیب کی رحمت میں رکھے اور قیامت کو ہمیں حضور علیہ السلام اور قبر میں بھی اپنے پیارے حبیب ﷺ کی رحمت کے جھنڈے کے سائے میں اٹھائے اور رکھے۔اور پل صراط پر ہمارے قدموں کو اپنے پیارے حبیب علیہ السلام کی رحمت کے صدقے میں جن پر طائف میں کفار نے پتھر برسائے اور وہ لہولہان ہوگئے اور خون جوتوں مین جم گیا۔ثابت قدم رکھے۔اے میرے رب کریم تیرے پیارے حبیب علیہ السلام کے سوا ہمارا کوئی آسرا نہیں۔ہماری کوئی جگہ نہیں۔

اے رب محمد ﷺ تمام امت مرحومہ کو دونوں جہانوں میں عزت عطا فرما۔

نہ اس دنیا میں غیر کے آگے ذلیل ورسوا کرا اور نہ ہی اس جہان میں ذلیل ورسوا کر۔کہ کہیں کفار یہ نہ کہیں کہ یااللہ عزوجل وہ لوگ تھے جو مسلمان تھے اور آج یہ بھی ہمارے ساتھ دوزخ میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت

یہ محاصرہ یہ ظلم یہ زیادتیوں کی انتہا نبوت کے ساتویں سال ماہ محرم سے لے کر نبوت کے دسویں سال تک بڑی زور وشور میں رہیں۔آخر میں اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی اور اللہ تعالیٰ نے دیمک کو اس عہد نامے پر جو کفار نے کعبہ شریف کی چھت کے ساتھ آویزاں کر دیا تھا پر مسلط کر دیا۔اس نے سوائے اللہ کے باقی سب الفاظ کو حذف کر دیا۔اور اللہ تعالیٰ نے اس کی خبر بھی اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کر دی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات سے اپنے چچا حضرت ابو طالب کو آگاہ فرمادیا۔آپ نے حیرانگی سے پوچھا کہ تیرے رب نے یہ بات تجھے بتائی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔

حضرت ابو طالب نے کہا کہ آپ نے کبھی آج تک جھوٹ نہیں بولا۔آپ کی یہ بات سچ ہے۔

آپ نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کے چند افراد کو ساتھ لیا اور کعبہ شریف میں آئے اور کفار سے کہا کہ ہمارے درمیان چند باتیں تبدیلی کی رونما ہوتی ہیں جو ہم آپ کو نہیں بتا سکے۔تم لوگ کعبہ کی چھت میں جو کئی پردوں میں لپٹا ہوا معاہدہ جو آپ نے لوگوں کی دست برد سے محفوظ رکھا ہوا ہے لے آؤ تا کہ ہم اس پر کوئی بات کر سکیں۔

کفار بڑے خوش ہوئے کہ شاید یہ لوگ اتنے سال محصور رہنے کے بعد ہماری بات ماننے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔جلدی سے گئے اور اس معاہدے کو اتار کر لے آئے اور کہنے لگے کہ ہم بھی یہ چاہتے ہیں کہ آپ اپنے بھتیجے کی مدد سے باز آجائیں اور ہمارے تمہارے درمیان صلح ہو جائے۔

آپ نے کہا کہ میرے بھتیجے نے مجھے بتایا ہے کہ اس تہہ در تہہ غلافوں میں لپٹے ہوئے معاہدے جس کو آج تک ہاتھ بھی نہیں لگایا گیا۔اللہ تعالیٰ نے دیمک مسلط کر دی ہے اور سوائے لفظ ''اللہ'' جہاں جہاں لکھا تھا ہر جگہ کی عبارت کو دیمک کھا گئی ہے۔اگر اس کی بات سچ ہے تو ہم کسی قیمت پر اپنے خون کے آخری قطرے تک اس کی حفاظت کریں گے۔اور اس کو کسی قیمت پر تمہارے حوالے نہیں کریں گے اور اگر اس کی بات سچ نہیں تو تم لوگ جس طرح چاہے کرو۔میں تمہارے ساتھ ہوں میں خود اپنے بھتیجے کو تمہارے حوالے کر دوں گا۔

وہ لوگ کہنے لگے۔یہ بات تم نے دانائی کی کی ہے۔غرض یہ کہ وہ فوراً اس معاہدہ کو لے کر حاضر ہو گئے۔انہوں نے کہا۔آپ نے جو فرمایا ہے۔ہم اس پر راضی ہیں۔جب انہوں نے اس معاہدہ کو کھولا تو وہ یہ دیکھ کر حیران وششدر رہ گئے کہ اس کاغذ کو جس پر معاہدہ لکھا گیا تھا۔سوائے اللہ کے کوئی لفظ بھی ایسا نہیں تھا جو رہا ہو۔وہ بڑی ڈھٹائی سے کہنے لگے کہ یہ تمہارے بھتیجے

کا جادو ہے۔

آپ نے کفار کو مخاطب کیا اور کہا کہ تم نے کس طرح ہمارا محاصرہ کیا ہوا ہے۔حالانکہ تم کو پتہ چل گیا ہے کہ تم ہی ظالم قطع رحمی کرنے والے اور برا معاملہ کرنے والے ہو۔

پھر آپ اور آپ کے ساتھیوں نے کعبہ شریف کے پردوں کے ساتھ لپٹ کر دعا مانگی کہ یا خدایا جن لوگوں نے ہمارے ساتھ ظلم کیا ہے ان کے خلاف ہماری مدد فرما۔

حضرت ابوطالب کے اشعار درشانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اس کے بعد آپ واپس شعب ابی طالب آ گئے اور پھر پہلے کی طرح زندگی گزارنے لگے۔آپ کو یہ خیال ستانے لگا کہ کہیں دوسرے عرب بھی کفار کے اکسانے پر ہمارے خلاف نہ ہو جائیں۔آپ نے اس وقت ایک قصیدہ کہا جس میں آپ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے نہایت خلوص اور محبت کا اظہار فرمایا۔ یہ قصیدہ کافی لمبا ہے۔چند ایک اشعار پیش کرتے ہیں۔

و نسلمه حتی نصرعَ حوله　　　　ونذهل عن ابناء ناوالحلائل

ترجمہ: اور اللہ کے گھر کی قسم تم جھوٹ کہتے ہو کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمہارے حوالے کر دیں گے جب تک ہماری لاشیں ان کے ارد گرد نہ پڑی ہوں۔(السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد اول صفحہ ۴۹۱ بمطابق ضیاء النبی، جلد دوم، صفحہ: ۳۹۲)
ہم اپنے بچوں اور اپنی بیویوں سے بھی بے پروا ہو جائیں گے۔

و ابیض یستسقی الغمام بوجهه الکریم　　　　ثمال الیتامیٰ وعصمة للارامل

ترجمہ: وہ گوری رنگت والا جس کے چہرہ کریم کے صدقے بارش کی دعا کی جاتی ہے جو یتیموں کی پناہ اور بیواؤں کی عصمت کا محافظ ہے۔

یلوز به الهلاك من اٰل هاشم　　　　فهم عنده فی نعمة و فواضلٖ

ترجمہ: بنی ہاشم کے لوگ فقر و افلاس سے ہلاک ہونے لگتے ہیں تو وہ اس کے دامن میں پناہ لیتے ہیں اور ان کے پاس آ کر انہیں ہر طرح کی رحمتیں اور آسائشیں نصیب ہوتی ہیں۔

لعمری لقد کلفت وجدا یا احمد (ﷺ)　　　　و اخوته داب المحب المواصل

ترجمہ: میری زندگی کی قسم میں احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے بھائیوں کے ساتھ عشق کی حد تک محبت کرتا ہوں جس طرح ایسا محب جو محبت کی راہ پر گامزن رہتا ہے۔

فلا زال فی الدنیا جمالا لاهلها　　　　و زینا علی رغم العدو المخاتل

ترجمہ: آپ کی ذات سارے اہل جہاں کے لیے حسن و جمال ہے اور سب کے لیے زینت ہے اگرچہ دھوکہ باز

دشمن اس کو ناپسند ہی کریں۔ ﷺ

صحیفہ کو پرزہ پرزہ کرنے کا واقعہ

ایک روز ہشام بن عمر بن حارث زبیر بن امیہ کے پاس گئے جو کہ حضرت عبدالمطلب کی صاحبزادی حضرت عاتکہ کے فرزند تھے۔اور ان کو کہا کہ تم کس طرح برداشت کرتے ہو کہ تم تو اپنے بال بچے کے ساتھ عیش و آرام اور سکون سے زندگی بسر کرو۔ اور قسم قسم کے کھانے صبح و شام کھاؤ اور تمہارے ننھال بھوکے ننگے خستہ حال طرح طرح کی تکلیفوں اور مصیبتوں میں گھرے زندگی گزار رہے ہوں۔

زبیر نے کہا کہ میں تنہا ہوں اگر کوئی ساتھی مل جائے تو میں اس معاہدے کو توڑنے کے لیے اٹھ کھڑا ہوں۔ہشام نے کہا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔زبیر نے کہا کہ ایک اور آدمی بھی تلاش کرو۔چنانچہ ہشام مطعم بن عدی کے پاس گیا اور اس کے پاس بھی اس طرح کی باتیں کیں۔وہ بھی تیار ہوگیا۔ہشام نے اسے بتایا کہ ایک آدمی زبیر بھی ہمارے ساتھ ہے۔

مطعم نے کہا کہ چوتھا آدمی بھی تلاش کرو اس طرح ہم اکٹھے ہو کر ان کا مقابلہ کریں گے۔ہشام وہاں سے ابوالبختری بن ہشام کے پاس گیا اور اس کے ساتھ بھی یہی گفتگو کی۔وہ بھی تیار ہوگیا۔اس طرح یہ چار ساتھی ہو گئے۔

اس کے بعد ہشام زمعہ بن الاسود کے پاس گیا اور وہی گفتگو اس کے ساتھ کی۔یہ بھی بنو ہاشم سے قریبی رشتہ داری رکھتا تھا۔اس نے کہا کہ کیا اور بھی کوئی اس کام کے لیے تیار ہے؟ ہشام نے اسے بتایا کہ چار آدمی پہلے تیار ہو چکے ہیں اور اس نے ان کے نام بھی اسے بتا دیے۔وہ بھی تیار ہوگیا۔ابن سعد کے مطابق عدی بن قیس اور حضرت ابو طالب نے سہل بن بیضاء کا نام بھی اپنے شعروں میں لیا ہے۔ان میں سے ہشام، زبیر، سہیل بن قیس نے اسلام قبول کیا۔وہ سارے حجون کے گوشہ میں اس رات اکٹھے ہوئے اور صبح حرم شریف میں سب اکٹھے ہوئے اور اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔

زہیر اس دن ایک قیمتی پوشاق پہن کر کفار میں آئے۔آپ بڑے وقار کے ساتھ ان کے پاس آئے اور باآواز بلند سب کو مخاطب کیا۔کہ اے اہل مکہ۔ہمارے لیے یہ بات بڑی شرم کی ہے کہ ہم سب تو لذیذ کھانے کھائیں، اچھا لباس پہنیں اور بنی ہاشم کے لوگ بھوکے ہوں۔ان کے بچے پیاس سے بلک رہے ہوں اور ہم ان کو کوئی چیز قیمتاً بھی نہ دیں۔میں آج اس معاہدہ کو پرزے پرزے کر کے رہوں گا۔

ابو جہل نے کہا میں اس کو نہیں پھاڑنے دوں گا۔زمعہ بن اسود بھی کھڑا ہوا اور ابو جہل کو کہا۔کہ ہم لوگ بھی اس تحریر پر راضی نہ تھے۔ہم بھی اس معاہدہ کو ختم کر کے رہیں گے۔ابو جہل نے کہا کہ یہ سوچی سمجھی سکیم رات کو بنائی گئی ہے۔

مطعم اٹھ کھڑے ہوئے اور زمعہ اور ابوالبختری کی حمایت کی اور کہا تم لوگ کہتے ہو۔اس کے علاوہ باقی سب جھوٹ کہتے ہیں۔آپ آگے گئے اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔لوگوں نے دیکھا کہ اس پر سوائے اللہ تعالیٰ کے نام کے سب لفظ مٹ چکے ہیں۔

شعب ابی طالب سے رہائی

اس طرح حضور نبی کریم ﷺ اور ان کے خاندان اور سب مسلمانوں کو تین سال بعد نجات نصیب ہوئی۔ یہ نبوت کا دسواں سال تھا اس وقت آنحضرت ﷺ کی عمر مبارک ۴۹ سال تھی۔

حضرت ابوطالب نے اس موقع پر بھی قصیدہ کہا جس میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور کہا کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے وہ فنا ہو جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جزائے خیر دے جنہوں نے یہ معاہدہ توڑنے کے لیے جدوجہد کی اور حضرت محمد ﷺ اور آپ کے دوست حضرت ابوبکر صدیقؓ کو مسرور کر دیا۔

تبلیغ اسلام ایک نئے جوش کے ساتھ اور طفیل بن عمرو الدوسی کا قبول اسلام

یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک شان ہے کہ کفار مکہ کے اتنے ظلم وستم نے مسلمانوں کی پورے عرب میں تشہیر کر دی۔ ہر ایک کے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ کیا وجہ ہے کہ لوگ ہمیں اس دین سے روک رہے ہیں۔ یہ لوگ مکہ کے باہر سے آنے والے لوگوں کو جتنا روکتے۔ اُن لوگوں کے دلوں میں اس دین کے بارے میں جاننے کے لیے اتنا زیادہ شوق موجزن ہوتا۔ اس طرح عرب کے طول وعرض میں ہر جگہ اس دین کی خبر پہنچ گئی کہ مکہ مکرمہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک نبی ﷺ کو مبعوث فرمایا ہے۔ ایک ایسا ہی واقعہ طفیل بن عمرو الدوسی کے ساتھ پیش آیا۔

یہ قبلیہ دوس کے سردار تھے۔ اور بہت ہی معزز تھے۔ جب یہ مکہ مکرمہ میں طواف عمرہ کے لیے آئے تو قریش نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور ان کی خوب خاطر مدارت کی اور ساتھ ساتھ یہ بھی نصیحت کی کہ یہاں ایک آدمی نے ایک نئے دین کی ابتدا کی ہے۔ اس کے جادو اثر کلام سے لوگ تفرقہ میں پڑ گئے ہیں۔ تم ان کے قریب بھی نہ جانا۔ یہ خود بیان کرتے ہیں۔ اور یہ بات انہوں نے اتنے تواتر سے کہی کہ میں نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ اس آدمی کے پاس میں بالکل نہیں جاؤں گا۔ اور میں نے ان کی بات اپنے کانوں میں نہ پڑے اس غرض سے کانوں میں روئی ٹھونس لی۔

آپ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حرم شریف میں گیا تو حضور اکرم ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے۔ مجھے آپ کا کلام بہت خوبصورت لگا۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ تیری ماں کے بچے مریں کتنا خوبصورت کلام ہے میں خود فیصلہ کر سکتا ہوں کہ اچھی بری کون سی چیز ہے۔ اگر یہ چیز اچھی ہوئی تو مجھے روکنے والا کون ہے؟

میں آپ کے قریب ہو گیا اور آپ کی تلاوت سننے لگا۔ بخدا اس سے شریں کلام میں نے آج تک نہ سنا تھا۔ آپ نماز سے فارغ ہوئے تو میں آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ جب حضور اکرم ﷺ اپنے گھر میں داخل ہونے لگے تو میں نے آپ کو سلام کیا اور سارا ماجرہ کہہ سنایا۔ کہ کس طرح آپ کی قوم مجھے آپ سے روکتی رہی۔ اور میں نے کانوں میں روئی ٹھونس لی۔ مجھے آپ کا

کلام جو آپ نے پڑھا ہے بہت اچھا لگا ہے۔ برائے مہربانی مجھے آپ اسلام کی تعلیمات پیش کریں۔

آپ ﷺ مجھے اندر لے گئے۔ میں بیٹھا تو آپ ﷺ نے نہایت خوبصورتی کے ساتھ اسلام کی تعلیمات پیش کیں جو میرے دل میں گھر کرتی گئیں۔ پھر جب آپ ﷺ نے قرآن پاک کی تلاوت فرمائی تو میرا نصیب جاگ اٹھا۔ میں نے عرض کی کہ آپ ﷺ مجھے کلمہ پڑھا کر مسلمان فرمالیں۔ آپ ﷺ نے مہربانی فرمائی۔ مجھے کلمہ شہادت پڑھایا اور مسلمان فرمالیا۔ آپ ﷺ نے میری دو آنکھوں کے درمیان چمکتے نور کی نشانی مجھے عطا فرمائی جسے اللہ تعالیٰ نے دُعا کے بعد میری چھڑی کے منہ پر منتقل کر دیا۔ میں آپ ﷺ سے اجازت لے کر اپنے قبیلہ کے پاس پہنچا۔ میرے ماں باپ بیوی جب میرے پاس آئے تو میں نے ان سب سے کہا کہ میرا آپ کا رشتہ ختم کیونکہ اسلام نے میرے اور آپ لوگوں میں دوری کر دی ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ ہم پر اسلام پیش کریں میں نے ان کو اسلام کے متعلق بتایا۔ تو انہوں نے بہت پسند کیا اور مسلمان ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ میں نے ان کو کہا کہ پہلے آپ نہا کر پاک صاف ہو کر میرے پاس آئیں۔ جب سب لوگ آئے تو میں نے ان کو کلمہ شہادت پڑھا کر مسلمان کیا۔ پھر میں نے اسلام کو اپنے قبیلہ دوس پر پیش کیا۔ جنہوں نے میری بات پر توجہ نہ دی۔ میں ان کو سمجھاتا رہا لیکن وہ لوگ نہ مانے پھر میں دوبارہ مکہ شریف میں نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور اپنے قبیلہ کی ہدایت کے لیے دعا کروائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

اللھم اھد دوسا

ترجمہ: اے اللہ اہل دوس کو ہدایت نصیب فرما۔

اور آپ ﷺ نے مجھے نرمی کی تلقین فرمائی میں پھر دوبارہ اپنے قبیلہ میں آگیا تو وہ نبی کریم ﷺ کی دعا کی برکت سے مسلمان ہونا شروع ہو گئے۔

یہاں تک کہ فتح خیبر کے موقع پر میں قبیلہ دوس کے قریبا ستر یا اسی لوگوں کو لے کر خیبر کے مقام پر آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے ہمیں مال غنیمت میں سے دوسرے صحابہ کے ساتھ مشورہ کے بعد یا مول فئی میں سے حصہ عنایت فرمایا۔ ہم سب لوگوں نے آپ ﷺ کو بہت دعائیں دیں۔ دوسرے لوگ تو واپس چلے گئے لیکن میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر رہا۔ یہاں تک کہ فتح مکہ کے دن میں نے آپ ﷺ سے ذوالکفین کے بت کو نذر آتش کرنے کی اجازت مانگی جو آپ ﷺ نے مرحمت فرما دی۔ میں نے اس کے اوپر ایندھن رکھ کر اسے آگ لگا دی اور اسے کہا کہ میں نے تیرے دل میں آگ جھونک دی ہے اور کہا کہ میری تاریخ پیدائش تیری تاریخ پیدائش سے پہلے کی ہے۔ پھر میں واپس آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور آپ ﷺ کے وصال پر ملال کے بعد مسلمہ کذاب کے خلاف جہاد میں حصہ لیا یمامہ کے مقام پر آپ نے شہادت پائی۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾